

جنگ سیدہ بنوئی کی روشنی میں

مؤلفہ

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ
سابق رکن قومی اسمبلی و سربراہ کل پاکستان جمعیتہ علماء اسلام

BestUrduBooks.wordpress.com

مکتبہ دارالکتاب
غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

جنگ سے قہر وی کی روشنی میں

مؤلف

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ
سابق رکن قومی اسمبلی و سربراہ کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام

پہلی بار شائع: ۱۹۷۸ء

مکتبۃ دارالکتاب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

حقوق محفوظ

کتاب : جنگ سیرۃ نبوی کی روشنی میں

مصنف : مولانا غلام غوث ہزاروی

استقام : محمد عباس شاد

ناشر : جاوید اقبال - محبوب الرحمن الور

اشاعت : دسمبر ۱۹۹۶ء

مطبع : حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز لاہور

برائے : مکی دارالکتب - لاہور

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۶	حرب عادل	۳	۳	پیشتر لفظ	۱۶
۱۷	کل اصول جنگ	۵	۵	حقہ مولانا افغانی صاحب مدظلہ	۱۷
	مسئلہ اصول جنگ اور سرور عالم	۶	۶	(جنگہ اور سربراہی کا معیار)	۱۸
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم			پہلا باب	
	(حقہ اذلی)	۷	۷	حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علی	۱۹
۱۹	عادلانہ و شریفانہ جنگ	۸	۸	کاجمانی کمال	۲۰
۲۰	ہجرت (انسانی قانون کا کم کرکے نقصان)	۹	۹	کی جامع شخصیت	۲۱
۲۱	فوجی تربیت اور جنگی نظام	۱۰	۱۰	دوسرا باب	۲۲
۲۲	حملہ آور فوج کی تعداد (اجتماع)	۱۱	۱۱	وجہ تالیف کتاب	۲۳
۲۳	اصول مباغتہ (اچانک حملہ)	۱۲	۱۲	تیسرا باب	۲۴
۲۴	نیا اسلوب جنگ	۱۳	۱۳	جنگ کے مبادی اور اصول	۲۵
۲۵	راز داری	۱۴	۱۴	چوتھا باب	۲۶
۲۶	حالات و اطلاق (انٹیلی جنس)	۱۵	۱۵	انتصار	۲۷
۲۷	نظم و ضبط (ڈسپلن)	۱۶	۱۶	پانچواں باب	۲۸
۲۸	تعیین مقصد اور اس پر استقامت	۱۷	۱۷	اسباب انتصار کی تفصیل	۲۹
۲۹	(اسکی پہلی مثال)	۱۸	۱۸	قائد کی قابلیت	۳۰
۳۰	فراس کی دوسری مثال	۱۹	۱۹	فوج کی امتیازی حالت	۳۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۸	اجتماعی جنگ	۲۹	۴۸	پیش قدمی اور پہل (تعرض)	۱۱
۴۸	مکمل احتیاط اور پیش بندی	۳۰		قوت کی فراہمی	۱۲
۴۹	فوج کا امتحان	۳۱	۲۹	بچاؤ اور حفاظت (امن)	۱۳
۵۰	دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی	۳۲	۳۰	میانہ روی (الاعتدال)	۱۳
۵۱	میدان جنگ اور علاقے کی واقعیت	۳۳	۳۰	مرونت (فوجی ٹریننگ)	۱۵
	فوری تجاویز، حکیمیں اور ان	۳۴	۳۱	فوجی نقل و حرکت کی قابلیت	۱۶
۵۱	پر عمل		۳۲	نقشہ جنگ کی مہارت	۱۷
۵۲	فوج کا شعار (وارڈز)	۳۵	۳۳	فوری فکری حرکت یا تجویز	۱۸
۵۲	شرکت جنگ	۳۶	۳۵	تعاون	۱۹
	جنگ کی محدودیت، امن کا	۳۷		قوم اور فوج کی اخلاقی بلندی	۲۰
۵۳	شوق اور حقیقت پسندی		۳۵	(مورال)	
۵۳	اجتماعی امن		۳۹	اسودارایی (انتقامیہ)	۲۱
۵۳	انفرادی امن		۴۰	مسادات	۲۲
۵۴	جنگی چال	۳۸	۴۱	مشورہ	۲۳
	شہر اور راستوں کی لڑائی	۳۹	۴۳	جنگی حالات کی دیکھ بھال	۲۴
۵۷	(تقال لہن وال شورج)		۴۳	گوریلا جنگ چھاپہ باز سے لکھنا	۲۵
۵۸	پراپگنڈے کی قوت کا اندازہ	۴۰		رہلہ خاص (نفتہ کالم)	۲۶
۵۹	خفیہ مراسلوں کی ابتداء	۴۱	۴۴	پانچواں دستہ	
	سرد جنگ اور حدود مملکت	۴۲	۴۵	قائد کی شخصیت	۲۷
۵۹	کی خلافت درازی کا اندازہ		۴۶	حواس پر قابو	۲۸

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۸۰	مواغات کا عجیب اثر	۵۴	۶۱ سال غنیمت کا سرکاری انتظام	۳۳
۸۱	صحابہ اور پیغمبروں میں فرق	۵۵	ابداح و ضرورت جنگ کی خاطر	۳۴
۸۲	تیسرا بڑا کام	۵۹	نئی ایجاد یا ایسا عمل کہ دشمن کے	
۸۳	چوتھا بڑا کام	۶۰	بیم و لگان میں بھی نہ ہو	
۸۴	بادشاہوں کے مقاصد جنگ	۶۱	مقابلہ میں جرأت اور بالادستی کا	۳۵
۸۵	پیغمبرانہ جہاد	۶۲	۶۳ مظاہرہ	
۸۶	جنگ میں سلام کی ہدایات	۶۳	۶۶ تدریبِ عنیف (سخت ترین جنگ)	۳۶
۸۷	چوتھے بڑے کام کی تفصیل	۶۴	۶۷ جنگی قانون کی خلاف ورزی کی سزا	۳۷
۸۸	اچھی سیاسی و فوجی مہمات	۶۵	۶۸ فوج کا جذبہ جال سپاری	۳۸
۹۰	(۸ سرایا و غزوات)	۶۶	۷۰ ایک اصول کے فقدان کے وقت	۳۹
۹۱	ان مہمات کے فوائد	۶۷	۷۱ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی	۵۰
۹۲	جنگ بدر کے اسباب	۶۸	یکتائی	
۹۳	ابوسفیان کو اطلاع	۶۹	۷۵ حصہ دوم ٹائٹل	
۹۴	جناب عائشہ کا خواب	۷۰	۷۶ تہیہ و حقد دوم	۵۱
۹۵	قریش کی جنگی تیاری	۷۱	۷۷ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد پیغمبر	۵۲
۹۶	مسلمانوں کا لشکر	۷۲	۷۸ اقدامات	
۹۷	اللہ تعالیٰ کی مزید مہربانی	۷۳	۷۹ ہجرت کے بعد پہلا بڑا کام	۵۳
۹۸	روانگی سے پہلے لشکر کا امتحان	۷۴	۷۹ دوسرا بڑا کام	۵۴
۹۹	اور مشورہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی تقریر	۷۵	۷۸ عقد و افادہ کی غامض حکمت	۵۵
		۷۸	۷۸ پیغمبرانہ فراست	۵۶

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۰۱	جنگ کا ساتواں نظارہ	۹۴	۱۰۰	حقوق سعید بن عبادہ کی تقریر
۱۰۲	جنگ کا آٹھواں نظارہ	۹۵	۱۰۰	نابالغ بچوں کا شوق جہاد
	فتح کی خوشخبری اور سالِ غنیمت	۹۶	۱۰۱	نقشہ جنگ اور انتظامات
۱۱۳	کی تقسیم		۱۰۲	کرد و فر کا طریقہ جنگ
۱۱۴	بدر میں قیام اور شہید کی تدفین	۹۷	۱۰۲	صفت بندی کا طریقہ جنگ
۱۱۳	ابو جہل کا انجام	۹۸	۱۰۳	شعار (وار ورڈ)
۱۰۴	قیدیوں سے سلوک	۹۹	۱۰۳	خدا تعالیٰ سے التجار
۱۱۴	قیدیوں کی رہائی	۱۰۰	۱۰۴	دشمن کی خبروں کا انتظام
۱۱۵	تعلیم کی حوصلہ افزائی	۱۰۱	۱۰۴	وفاء عہد کی بے مثال تعلیم
۱۱۵	شانِ رحمت	۱۰۲	۱۰۵	آپ کی ایک سچی پیشگوئی
۱۱۵	مکہ معظمہ میں کیا اثر ہوا	۱۰۳	۱۰۵	قرآن پاک کا وعدہ
۱۱۶	مدینہ منورہ میں اس کا اثر	۱۰۴	۱۰۵	میدان جنگ کا منظر
۱۱۷	یہودیوں کی آبادی	۱۰۵	۱۰۶	جنگ بدر کا آغاز کس طرح ہوا
۱۱۷	یہود بنی قینقاع کی بغاوت	۱۰۶		لڑائی کا ایک نظارہ
۱۱۹	جنگ بدر پر تبصرہ	۱۰۷	۱۰۷	بچوں کا جذبہ عشق رسول
	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۱۰۸	۱۰۸	جنگ کا دوسرا نظارہ
۱۱۹	کی قیادت اور رسول پر عمل		۱۰۸	جنگ کا تیسرا نظارہ
۱۲۲	عہدیت کا کمال	۱۰۹	۱۰۹	جنگ کا چوتھا نظارہ
۱۲۳	جنگ بدر کو بعد	۱۱۰	۱۱۰	جنگ کا پانچواں نظارہ
۱۲۴	غزوہ بنی سلیم	۱۱۱	۱۱۱	جنگ کا چھٹا نظارہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۵	غزوۃ السویق	۱۲۳	۱۳۱	پانچواں سبب	۱۳۵
۹۶	غزوۃ ذوامر	۱۲۵	۱۳۲	جنگ میں فتح ہوئی یا شکست	۱۳۶
۹۷	غزوۃ بحران	۱۲۵	۱۳۳	فتح ہوئی - اولاً	۱۳۶
۹۸	سریہ زید بن حارثہ	۱۲۵	۱۳۴	ثانیاً - ثالثاً	۱۳۶
۹۹	مقاصد	۱۲۶	۱۳۵	رابعاً خامساً - سادساً	۱۳۷
۱۰۰	یہودی کعب بن اشرف کا قتل	۱۲۷	۱۳۶	سابعاً - ثامناً	۱۳۸
۱۰۱	دوسری جنگ عظیم	{	۱۳۷	خاص بات	۱۳۹
۱۰۲	جنگ احد		۱۳۸	نقصانات کی خبر آگ کی طرح	۱۳۹
۱۰۳	حضرت عباسؓ کا مراسلہ	۱۳۰	۱۳۹	پھیل گئی ایک صحابیہ خاتون	۱۴۰
۱۰۴	آپ کی تیاری	۱۳۰	۱۴۰	کا واقعہ	۱۴۱
۱۰۵	نقشہ جنگ جہاں مقابلہ ہوا	۱۳۳	۱۴۱	حضرت صفیہؓ کی آمد	۱۴۱
۱۰۶	جنگ کا پہلا دور	۱۳۴	۱۴۲	حضرت حنظلہؓ کا واقعہ	۱۴۲
۱۰۷	جنگ کا دوسرا دور	۱۳۵	۱۴۲	نقصانات کی حکمت	۱۴۲
۱۰۸	جنگ کا تیسرا دور	۱۳۸	۱۴۲	کفار کی بدسلوکی کا شکوہ اور	۱۴۲
۱۰۹	جنگ کا خاتمہ اور آپ کی فراست	۱۴۰	۱۴۳	ربائی ہدایت	۱۴۳
۱۱۰	کفار کی واپسی اور آپ کا تعاقب	۱۴۱	۱۴۳	جنگ احد کے بعد کے واقعات	۱۴۳
۱۱۱	نقصانات کے اسباب پہلا سبب	۱۴۱	۱۴۳	فوجی اقدامات اور پیغمبرؐ	۱۴۳
۱۱۲	دوسرا سبب	۱۴۲	۱۴۳	تدابیر	۱۴۳
۱۱۳	تیسرا سبب	۱۴۳	۱۴۳	سریہ ابن سلمہ	۱۴۳
۱۱۴	چوتھا سبب	۱۴۳	۱۴۳	عبداللہؓ بن ابیہ کی مہم	۱۴۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ	۱۶۱	۱۵۶	غزوہ بنی نضیر	۱۳۶
۱۶۰	وسلم کی جسمانی قوت	۱۶۲	۱۵۷	غزوہ ذات الرقاع	۱۳۷
۱۶۰	ایک اور واقعہ	۱۶۳	۱۵۸	غزوۃ السویق	۱۳۸
۱۶۱	ایک معجزہ کا ظہور	۱۶۴	۱۵۹	غزوۃ دومۃ الجندل	۱۳۹
۱۶۱	آپ کی جنگی تیاری	۱۶۵	۱۵۹	غزوہ بنی المصطلق	۱۴۰
۱۶۲	دشمن کی آمد	۱۶۶	۱۶۰	جویریہ کی رہائی اور برکت	۱۴۱
۱۶۳	نازک صورتحال	۱۶۷		غزوہ بنی المصطلق میں بنی	۱۴۲
۱۶۳	کفار کی یلغار	۱۶۸	۱۶۱	کی شرارت	
۱۶۴	خندق کو عبور کر دیا	۱۶۹	۱۶۱	ابن ابی کافقہ	۱۴۳
۱۶۵	خندق کے اندر جنگ	۱۷۰	۱۶۲	منافقوں کی ایک در شرارت	۱۴۴
۱۶۶	یہود کی شرارت	۱۷۱	۱۶۳	آپ کے اقدامات کی نوعیت	۱۴۵
۱۶۷	جنگی چال	۱۷۲			
۱۶۸	کفار کی شکست	۱۷۳			
	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ	۱۷۴			
۱۶۹	علیہ وسلم کی قیادت	۱۷۵			
	عمرو بن عبدود اور حضرت	۱۷۶			
۱۷۰	علی رضی	۱۷۷			
	عمرو بن عبدود کے مقابلے کا	۱۷۸			
۱۷۰	ایک پہلو	۱۷۹			
۱۷۱	عمرو بن عبدود کے مقابلے کا دوسرا پہلو	۱۸۰			

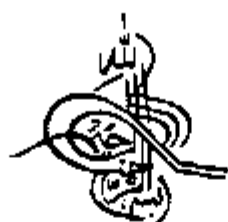
صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۷	غزوہ بنو قریظہ	۱۸۲	دور بینی اور قائدانہ قابلیت	۲۰۰
۱۷۸	حضرت معاذ بن جبلؓ کے فیصلے پر	۱۸۵	(۱) اخلاص	۲۰۰
۱۷۹	نکتہ چینی	۱۸۶	(۲) احترام کعبہ و حرم کعبہ	۲۰۱
۱۸۰	عبداللہ بن عتبہؓ کی ہم	۱۸۷	(۳) خواہش امن	۲۰۱
۱۸۱	غزوہ بنی النضیر	۱۸۸	(۴) بے انتہا صبر و ضبط کا مظاہرہ	۲۰۱
۱۸۲	زید قرظہ کا واقعہ	۱۸۹	(۵) وفار عہد اور اسکی برکات	۲۰۱
۱۸۳	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبقری قیادت جنگ احزاب کے بعد کے واقعات پر تبصرہ	۱۹۲	(۶) مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن	۲۰۳
۱۸۴	قریش کا قاصد	۱۹۳	(۷) قریش کے خلاف پروپیگنڈا	۲۰۳
۱۸۵	بیۃ الفضل	۱۹۴	(۸) مسلمانوں سے عام ہمدردی	۲۰۳
۱۸۶	قریش کا دوسرا قاصد	۱۹۵	(۹) مکہ معظمہ کے پاس مسلمانوں کا ٹھکانہ	۲۰۴
۱۸۷	عروہ کی حیرانی	۱۹۶	(۱۰) پہلی بار دعوت حق کی اجازت اور اسکی برکات	۲۰۴
۱۸۸	مشرکوں کا تیسرا قاصد	۱۹۷	(۱۱) معاہدے کے باقی نکات	۲۰۵
۱۸۹	معاہدہ حدیبیہ	۱۹۸	(۱۲) عمق القضا اور دنوں کی فتح	۲۰۵
۱۹۰	مسلمانوں کی واپسی	۱۹۹	(۱۳) حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن لادنؓ کا اسد	۲۰۶
۱۹۱	قریش کی سمجھ	۲۰۰		
۱۹۲	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت شناسی			

صفحہ	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	صفحہ	نمبر شمار
۲۲۲	یہود تیمار	۲۰۴	۲۰۶	(۱۲) جھوٹے وفار کو تھکادینا	
	حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راپسی	۲۰۵	۲۰۷	(۱۳) ممال پر پیغمبرانہ یقین	
	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسرت	۲۰۶	۲۰۸	(۱۴) آپ کا خواب	
۲۲۲	یہود کی ایک اور شرارت	۲۰۷	۲۰۹	(۱۵) صفایہ کا ایمان	
۲۲۳	مسلمانوں کی خوشحالی	۲۰۸	۲۱۰	(۱۶) شان عثمان رضی اللہ عنہ	
۲۲۳	خیبر سے واپسی کے بعد	۲۰۹	۲۱۱	(۱۷) شیر خدا کا ادب	
۲۲۳	متعدد اقدامات	۲۱۰	۲۱۲	(۱۸) چاروں خلفاء کا ادب	
	جنگ موتہ			۱۹۳ زمانہ حدیبیہ سے فتح مکہ تک	
۲۲۵	تبلیغی خطوط	۲۱۰	۲۱۱	۱۹۴ پہلے تک زمانہ صلح مکہ سے	
۲۲۶	شکر کی روایت	۲۱۱	۲۱۲	۱۹۵ جنگ خیبر اسباب جنگ	
	مسلمانوں کا مشاوری اہل اسلام	۲۱۲	۲۱۳	۱۹۶ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیاری	
۲۲۶	جنگ کی پوری کیفیت	۲۱۳	۲۱۴	۱۹۷ خیبر پر حملہ	
۲۲۶	ایک نکتہ	۲۱۴	۲۱۵	۱۹۸ یہود کا انتظام	
	سذنت روم سے پہلی ٹکر	۲۱۵	۲۱۶	۱۹۹ پہلے دن کی جنگ	
۲۲۶	کے فوائد	۲۱۶	۲۱۷	۲۰۰ قلعہ قوص کی جنگ	
	جنگ کے موتہ کے بعد احوال	۲۱۷	۲۱۸	۲۰۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان	
۲۲۷	سرداروں کا استحکام	۲۱۸	۲۱۹	۲۰۲ یہود مذکور	
		۲۱۹	۲۲۰	۲۰۳ یہود و زبیری القری	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۱	بے مثال معافی	۲۲۹	فتح مکہ معظمہ اللہ	۲۱۷
۲۲۲	خطاب عام	۲۳۰	عالمگیر آسمانی پروگرام کا	
۲۲۳	خلافت الہیہ کی بنیاد	۲۳۱	اعلان	
۲۲۴	خطاب عام کا آخری حصہ	۲۳۲	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ	۲۱۸
	مردوں کے بعد خواتین سے	۲۳۳	علیہ وسلم کا پیغام	
۲۲۴	خطاب		معابد و حدیث کا فاتحہ اور	۲۱۹
۲۲۵	خانہ کعبہ کی کنجی	۲۳۳	قریش کی گھبراہٹ	
	بعض دشمنان اسلام کا قتل	۲۳۴	فتح مکہ کی تیاری	۲۲۰
۲۲۵	اور حضرت عکرمہ کا قصہ		مکہ معظمہ کو قدوسی فوج کی	۲۲۱
۲۲۷	صحابہ کی شان	۲۳۶	دوانگی	
	حضرت عکرمہ کا اسلام اور	۲۳۷	حضرت عمرؓ کا جوش ایمان	۲۲۲
۲۲۸	عہد	۲۳۷	ابوسفیان پیش ہوتے ہیں	۲۲۳
۲۲۹	حضرت عکرمہ کا انجام	۲۳۸	لشکر اسلام کا داخلہ مکہ معظمہ	۲۲۴
۲۵۰	حضرت صحابہؓ کے مخالف	۲۳۹	اور آپ کے احکام	
۲۵۱	حضرت ابوسفیان رض	۲۴۰	حضرت ابوسفیان کی مکہ	۲۲۵
۲۵۲	فتح مکہ کے بعد	۲۴۱	کو واپسی	
۲۵۳	حضرت عمرو بن العاص رض	۲۴۲	شان رحمت	۲۲۶
۲۵۴	حضرت سعید بن زید الاشجلی	۲۴۳	شکر اسلام کا پرامن داخلہ	۲۲۷
	بنی خزیمہ کو دعوت اسلام	۲۴۴	سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ	۲۲۸
۲۵۳	خالد بن ولید رض	۲۴۵	وسلم کا داخلہ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۴۶	فتح مکہ کے حالات پر تبصرہ	۲۶۳	جنگ تبوک	۲۴۴
۲۴۷	انسانی جانوں کو بچانے کی	۲۶۴	ساعة العسرہ	۲۴۵
۲۴۸	پوری کوشش	۲۶۵	جہاد کیلئے غیر عام کی وجہ	۲۴۵
۲۴۹	اس کے لئے احتیاط	۲۶۶	صحابہ کا ایثار	۲۴۹
۲۴۹	ہمہ گیر رحمت	۲۶۷	عام چندے کا ارشاد	۲۴۹
۲۵۰	شان رحمت اور عفو عام	۲۶۸	حضرت عمر رضی	۲۸۰
۲۵۱	ایثار	۲۶۹	حضرت صدیق رضی	۲۸۰
۲۵۲	دفا داری	۲۷۰	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی	۲۸۱
۲۵۳	جنگ حنین یا جنگ ہوازن	۲۷۱	حضرت عثمان رضی	۲۸۱
۲۵۴	ہوازن کی تیاری	۲۷۲	حضرت عثمان رضی کے مدد	۲۸۱
۲۵۵	مسلمانوں کی پیشقدمی اور	۲۷۳	مخالفت	۲۸۲
۲۵۶	مشرکین کا حملہ جنگ کا پورا حال	۲۷۴	حضرت عثمان رضی کی شخصیت	۲۸۲
۲۵۷	طائف کا محاصرہ	۲۷۵	اور گمراہوں کے خیالات	۲۸۲
۲۵۸	آپ کا انعامی اعلان	۲۷۶	خام صحابہ کرام رضی	۲۸۳
۲۵۹	محاصرہ اٹھانے کے اسباب	۲۷۷	خواتین	۲۸۳
۲۶۰	تقسیم غنائم	۲۷۸	مدینہ منورہ کا حال	۲۸۴
۲۶۱	تقسیم غنائم میں انصار کا اثر	۲۷۹	منافقتیں	۲۸۵
۲۶۲	اور حضور کی تقریر	۲۸۰	لشکر اسلام کی روانگی	۲۸۶
	جنگ حنین اور طائف پر	۲۸۱	ایمان کا امتحان	۲۸۶
	تبصرہ	۲۸۲	ایک عاشق صادق کا واقعہ	۲۸۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۸۱	نزولِ تنوٰک اور دشمنوں پر	۲۸۹	۲۹۰	حضرت کعب کے عشق کا انشا	۳۰۵
	دعوت		۲۹۱	بادشاہ عثمان کا خط	۳۰۸
۲۸۲	پیغمبرانہ سیاست اور اس		۲۹۲	حضور کا آوازہ حکم	۳۰۹
	کی برکات کا پورا حال	۳۰۱	۲۹۳	سب سے بڑی مہیبت	۳۱۰
۲۸۳	تنوٰک میں مسلمانوں کے قدما	۳۰۰	۲۹۴	بشارت عظمیٰ	
۲۸۴	صاحبِ ایلہ کی اطاعت	۳۰۰	۲۹۵	حضور کی خدمت میں	
۲۸۵	دیگر ریاستوں کی اطاعت	۳۰۱		حاضری	۳۱۱
۲۸۶	رئیسِ درۃ الجندل کی		۲۹۶	عشرت و موعلت	۳۱۲
	م گرفتاری اور اطاعت	۳۰۱	۲۹۷	اصلاح معاشرہ کا صحیح	
۲۸۷	تنوٰک سے دلچسپی	۳۰۲		طریقہ	۳۱۳
۲۸۸	حضرت کعب کا قصہ		۲۹۸	فدا کی تادیب	۳۱۸
۲۸۹	تین صحابہ پر کیا گزری	۳۰۲			



حضرت محمد ﷺ کی حربی قیادت

مقدمہ از مؤلف

پہلا باب

جنگ اور سربراہی کیلئے معیار

بنی اسرائیل نے اپنے ایک پیغمبر سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بادشاہ مقرر فرمادیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے معمولی تبادلہ خیالات کے بعد فرمایا۔
 قَالَ لَهُمْ نَبِيَّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا
 ترجمہ :- ان کے بنی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طاوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔
 اس پر سربراہوں نے ٹٹہ چسپ کرتے ہوئے کہا۔

اِنَّهٗ اِنِّیْ یٰکُوْنُ لَہٗ الْمَلٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ وَاَحَقُّ بِالْمَلٰٓئِکَ مِنْہٗ وَلَیُّعْبُوْثُ سَعۃً مِّنَ الْعَمٰلِ
 اس کو ہم پر بادشاہی کیونکر جوچیں گے ہم بادشاہی کے لئے اس سے زیادہ حق دار ہیں اور اس کو تو ملکی فراوانی بھی مامس نہیں۔

بنی اسرائیل نے بادشاہی کے لئے مال و زر کی فراوانی بھی ضروری سمجھی۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے جواب دیا۔

قال ان الله اصطفاه عليكم وزاده بسطة في العلم والجمع

ترجمہ :- اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لئے چُن لیا ہے (وہی بادشاہ ہو گا) اور اس کو جسمانی کمال اور علمی وسعت عطا فرمادی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں علی نظام (بادشاہت) اور حجتی ضرورت کے لئے دو باتوں کو معیار مقرر فرمایا جسمانی کمال اور علمی وسعت۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم باطنی اور معارف لدنی کے سوا شرعی احکام اور ان کے اسرار کا علم تو حاصل ہی تھا نظام عالم کے اصول اور ملکی نظم و نسق کے قواعد بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بدرجہ اتم عطا فرما دیئے تھے۔ چاہے وہ حالت جنگ کے ہوں یا حالت صلح کے۔ اگلے پھلوں کے سارے علوم اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرما دیئے تھے بھلا اصولی جب تک ان سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔

جسمانی کمال

آپ علیہ السلام کے جسمانی کمال کا کیا کہنا! صحیح اسماعیلی میں روایت ہے اور ابو نعیم نے علیہ میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس مردوں کی طاقت دی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی اعتدال بخشا تھا۔ آپ کے اعضاء سڈول اور متناسب تھے جسے حسن و جمال کہا جاتا ہے، اسی طرح آپ کے عناصر اور غلطوں کا امتزاج بھی حد اعتدالی میں تھا۔ اس سلسلے آپ کی جسمانی طاقت بھی حد کمال پر تھی جس کا مظاہرہ کبھی آپ نے بلاشبہ عزت نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ عرب کا لڑکا نام ایک مشہور پہلوان تھا جس کا مقابلہ دور دراز تک کوئی نہیں کر سکتا تھا اس نے ایک بار آپ کو چیلنج کیا کہ مجھ سے کتنی لڑیں، آپ

نے فوراً اس کا بیج قبول کر لیا۔ آپؐ نے اس کو زمین پر دے مارا۔ اس کی درخواست پر دوبارہ کشتی ہوئی۔ آپؐ نے اس کو پھرتی بچا ڈیا۔ تیسری بار بھی اس کی خواہش پر کشتی پھر بھی دہی نتیجہ پڑا۔ وہ حیران رہ گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ بعض نے فتح مکہ میں اس کا مسلمان ہونا لکھا ہے۔ غزوہ خندق میں ایک پتھر چٹان کا کس سے نہ ٹوٹا اور آپؐ کی ضرب سے اس کا پاش پاش ہو جانا بھی اس کی صاف دلیل ہے۔ بال جہاں کمالات یعنی جرأت بہادری اور حوصلہ وغیرہ کا اندازہ آپؐ جنگ بدر، جنگ خین، خندق اور اُحد کی لڑائیوں سے لگا سکتے ہیں اور اگر آپؐ کی جنگ کی کارروائیوں پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ عربی اور جنگی دنیا میں آپؐ کی مثال نہیں مل سکتی اور آپؐ جہاں طاقت اور تدابیر میں بھی اپنی نظیر آپؐ تھے۔

زرق قریق تا بقدم ہر کیا کہے نگر
کرشمہ دامن دل سے کشد کجا بجاست

سِرِّ رِ عَالَمِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جامع شخصیت

بہر حال آپؐ کی جو حیثیت بھی دیکھیں چاہے سیاسی ہو یا فوجی، اخلاقی ہو یا اصلاحی ہر ایک میں آپؐ کی نبوت کی جھلک نمایاں نظر آئے گی۔ یہ بعض مؤرخین کے اس خیال سے متفق نہیں ہوں اور نہ یہ بات مفصل حالات پڑھنے کے بعد قریب قیاس معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کی فوجی کامیابیاں صرف آپؐ کے بلند انسانی صفات اور بہترین جنگی قابلیت کا نتیجہ تھیں۔ ان میں خدائی عادت اعجاز کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ یہ فیسی امور کی مربوبی منت تھیں۔ میں کہتا ہوں آپؐ کی سادہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں حسن و جلال اور ترتیب و نظم۔ نیز بہترین اصول کار کا تمام پہلوؤں میں اجتماع بجائے خود معجزہ تھا۔ کیونکہ کسی انسان میں اس طرح کی جامعیت عادتاً ناممکن ہے۔ مثلاً آپؐ کے عظیم فاتح ہونے اور مہم بھر کے دشمن اور خون کے پیاسے لوگوں

پر غالب آنے کے باوجود دس ہزار جرار و قدوسی لشکر کے ہمراہ مکہ معظمہ میں داخلہ میں مدد و
انصاف - حلم و بردباری - عفو و درگزر اور تواضع و انکسار کا مظہر ہے۔ اس کی نظیر
مدنی مشکل ہے۔

اسی طرح ملک بھر کی دولت مدینہ منورہ میں سمٹ آئے۔ دنیا کے باجروت بادشاہوں
پر رعب قائم ہونے اور سب کچھ کر سکنے پر قادر ہونے کے باوجود آپ کے چٹائی پر آرام
فرمانے اور چٹائی کے نشانات کا جم اظہر میں ظاہر ہونے نیز مہینوں صرف کھجور - دودھ یا صرف
جو کی روٹی پر گذر اوقات کرنے کی مثال ڈھونڈنی لامحالہ ہے۔ نہ ہی از آدم تا ای دم کوئی ایسی
برگزینیہ ہستی بتلا سکتا ہے۔ جس نے اپنی پاک تعلیمات اور مؤثر صحبت سے ایک طرف مضبوط و
مستحکم نظام حکومت قائم کر کے ایک گری ہوئی کمزور خانہ جنگی کی شکار اور تمام وسائل ترقی سے
محروم قوم کو دنیا بھر میں بلند بالا اقوام عالم کا فاتح بنا ڈالا تو دوسری طرف اسی وقت آپ
نے ان کا تعلق رب العزت جل و علا سے اس درجے جوڑ دیا جس سے زیادہ انبیاء علیہم السلام
کے سوا ناممکن ہے۔ اور ان کے اخلاق اور زہد و تقویٰ کو طرح روشنی مچلا دی کہ وہ ساری دنیا کے
مرتب اور مزگی بن گئے۔ بہر حال آپ کا وجود باوجود معجزہ تھا۔ اسی طرح اس میں شک نہیں کہ آپ
کی فوجی کامیابیاں آپ کی بہترین قابلیتوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ ہیں لیکن تمام کی تمام حروب اور
جنگوں میں آپ کی وہ مؤثر اور کامل تدابیر و ہدایات جن کو سن کر یاد کیجھ کر دنیا کے بڑے
بڑے جرنیل عیش عیش کرتے اور اس فن میں آپ کا لوہا ماننے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر یہ معجزہ
نہیں تو کیا ہے۔ یا یوں سمجھو کہ آپ کے آخری اور کامل نبی ہونے کی وجہ سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے
زندگی کے ہر ہر شعبہ کے لئے بہترین و مہر اور کامل ہادی بنایا۔ جہاں آپ نے سیاسی اعتقادی اور
اخلاقی انقلاب برپا کیا وہاں آپ نے فن حرب میں بہترین رہنمائی فرمائی۔ آپ نے اپنی مدنی
۹ سالہ جدوجہد کے زمانہ میں جو جنگی مہمات سر کیں اور جن جن اصول جنگ پر عمل کیا وہ یا تو آپ
ہی کے ایکاد تھے یا عرب میں بالکل نئے تھے یا ایسے مستحکم اصول تھے کہ آج تک انہی پر عمل ہو رہا

ہے۔ پھر ان تمام اصولوں یا ہدایت میں انسانی شرافت اور امن و سلامتی کا پہلو نمایاں ہے۔
 یہ سب کچھ ایک ایسی ہستی سے ہوا جس نے کسی جنگل اسکول میں ٹریننگ حاصل کی ہو جو
 آدمی ہو اور جو یہ سالی مسلسل روحانی اور اخلاقی جذبہ و جد کے عوض ناگفتہ بہ صلاح و
 آلام کا شکار رہی ہو وہ ہستی خدائی اجازت ملنے ہی دُنیا کے عظیم ترین سپہ سالار کے کردار
 کا مقابلہ کرتی ہے۔ پھر ان تمام امور کے ساتھ مذہبی، اخلاقی اور روحانی ہمہ دن بہ دن رو بہ
 ترقی ہی نہیں بلکہ انتہائی پہنچ جاتی ہے۔ اب آپ فرمائیں کہ انسانی قتل جیسے بدترین فعل کو
 بلند ترین مقاصد اور محض رضا الہی کے لئے استعمال کر کے اس کو عبادت اور وصول الی اللہ
 کا ذریعہ بنا دینا اور پھر اس کے ساتھ خدا ترسی و حق پرستی کا اعلیٰ معیار قائم کر کے اس پر خود
 چلنا اور سارے ساتھیوں کو چلانا کیا آپ کے نبی صادق جوئے کی قطعی دلیل نہیں ہے۔

لَمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ فَلَاقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ •

توجہ یہ اس کے لئے ہے جس کے سینے میں دل ہو یا دل کے کانوں سے سُنئے۔

دوسرا باب

مجھے اس موضوع پر لکھنے کا خیال تب پیدا ہوا جب میں نے قاہرہ مصر میں علامہ
 محمود شیت کی تصنیف "الترسول القائد" کا چند دن مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں مصنف
 نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حربی پہلو اُجاگر کر کے آپ کے وہ کمالات بتائے ہیں جو رہتی
 دُنیا تک مسلم ہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ انہوں نے ان باتوں کو آپ کی ذاتی اور اعلیٰ شخصیت
 کی صفات قرار دے کر نبوت و عجزِ نبوت سے ان کو باطل علیحدہ کیا ہے حالانکہ سرورِ عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کمالات بلکہ ارشادات بھی مبداءِ فیض (جل و علاء) کے
 عظیم فیضان کا نتیجہ اور آپ کے معجزات تھے مجھے تو یقین ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل معجزہ و عجا
 ۛب ہے چنانچہ اگرچہ میں نے اس کتاب سے بہت استفادہ کیا بلکہ اس کے اکثر حصوں کا اردو ترجمہ

کر دیا ہے مگر اس کتاب کی مذکورہ کی کوپرا کرنے اور اردو میں ذرا تفصیل سے اس موضوع کو اجاگر کرنے کی خاطر میں نے اس حصہ کو لکھنا مناسب سمجھا اور چونکہ مجاہد سے دوسرے کی تصدیق اس وقت تک نہ ہو سکتی تھی۔ جب تک دنیا کے بلند ترین فوجی ماہرین کی آرا و احوال عمل سے ہم ان اصول کی توثیق نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے فوجی سپاہگرمی کے نام کتاب کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب ایلٹریڈ ایچ برن کی تصنیف ہے۔ جس کو ہم یہاں صرف کرنل برن کہیں گے۔ اس کتاب کا انگریزی نام "آرٹ آف وار این لینڈ" ہے۔ راولپنڈی کے میجر ٹرننگ ڈائریکٹوریٹ جنرل سٹاف برائچ جی ایچ کیونے اس کا اردو ترجمہ فوجی سپاہگرمی کے نام سے شائع کیا۔

اس کتاب میں صرف ایک فوجی افسر کرنل برن کی رائے نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے اس تصنیف میں بیسیوں بڑی بڑی وائسوں کا مفصل حال بیان کرتے ہوئے نیولین ہونا پارٹ۔ فیلڈ مارشل لارڈ ویول۔ ونگلڈن۔ مشرچیل جنرل روسیل۔ جنرل مشگرمی، جنرل الگنڈر۔ سکندراعظم اور لارڈ کچر جیسے عظیم فاتحین اور کمانڈروں کی رائیں درج کی ہیں۔ ان میں تقریباً وہی اصول ہیں۔ جن پر چودہ سو سال قبل سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمل کیا اور کرایا۔ بہر حال میں نے کرنل برن صاحب کے اصول جنگ اور علامہ خطاب محمود شیت صاحب کے بیان کردہ مبادی حرب کو اکٹھا کر کے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاریخی واقعات کو ان پر منطبق کیا ہے۔

آپ کے تاریخی کورناموں کا زیادہ حصہ کتب سیرت اور حدیث سے ماخوذ ہے میں نے جناب اکبر خان نجیب آبادی کی تاریخ اسلام جس کو نفیس اکیڈمی و مسعود پبلشنگ ہاؤس کراچی نے شائع کیا ہے سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ بہر حال یہ پیارے رسول کی مقدس زندگی کا صرف ایک ہی پہلو ہے جو آپ کی پیغمبرانہ حیات یعنی ۲۳ سالوں میں سے دو پھری سے نو پھری تک کے سات سالوں کے واقعات پر مشتمل ہے۔ ان سات سالوں میں بھی آپ نے اس ضمنی شغل کے سوا پیغمبرانہ امور کی بھی تکمیل کی جن سے آپ نے لاکھوں انسانوں کو

دنیا کا معلم۔ جہاں کا فاتح خدا کا ولی۔ انسانیت کا مددگار۔ جنتِ اعظم اور خلافتِ الہیہ کا مصلحتی بنا ڈالا تھا۔ وہ آپ کا اصل کارنامہ اور نبوت کا فرض منصبی تھا۔ مگر آپ کی یہ صحیح ضمنی بہات بھی فرائضِ نبوت اور تعمیلِ احکامِ الہیہ میں شامل اور عامل اعجاز ہیں۔

تیسرا باب

جنگ کے مبادی اور اصول

جناب محمود شیت صاحب نے جنگ کے دس مبادی بتائے ہیں :-

(۱) مقصد کا یقین یہ یعنی نصب العین۔ جو ہر وقت پیش نظر رہے اور جنگ کے تمام حالات اس مقصد کے گرد گھومیں۔

(۲) تعرض و جارحانہ کارروائی پر فاتح بننے کے لئے یہ ضروری ہے ورنہ دفاع میں کامیاب ہونے سے صرف اپنا بچاؤ ہوتا ہے۔ پہل کرنے میں فتح ہو تو دوسرے کے علاقے حاصل ہوتے ہیں۔

(۳) مباحثہ کرنل برن کے مترجمین نے اس کو ناگہانیت سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن پر اچانک حملہ ہو یا اس کے خلاف توقع چال چلی جائے۔

(۴) تحشید القوت یعنی مادی اور معنوی قوت کی تیاری۔

(۵) اقتصاد فی المحرور کرنل برن نے اس کو فوج کی بچت کے نام سے لکھا ہے۔ لیکن اس کو میانہ روی کہنا زیادہ مناسب ہے۔

(۶) امن۔ اس کو کرنل برن نے صیانت سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی فوج وغیرہ کو دشمن سے بچانا۔

(۷) مروت۔ اس کو کرنل برن صاحب نے نہیں لکھا لیکن یہ جنگ کے لئے نہایت

مزدوری ہے۔ مروت کے معنی شریک بے (اس کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔

(۸) تعاون۔ ایک فوج یا متعدد افواج یا مختلف قسم کی طاقتوں کا ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

(۹) معنویات کی بنیاد۔ اس کا مطلب اخلاقی اور معنوی صفات کا بلند ہونا ہے۔ کرنل بننے کے لئے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حالانکہ اس کے بغیر کمزوری و دُور ہی نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) انتظامی امور۔ اگر سب کچھ ہو مگر سپہ سالار میں انتظامی قابلیت نہ ہو تو سارے کے سارے منصوبے دھڑکے دھڑکے رہ جاتے ہیں۔

اصول جنگ کرنل بننے کے بیان کئے ہیں۔ (۱) مقصود کی نگہ (۲) جارحانہ کارروائی (۳) ناگہانیت (۴) اجتماع (۵) فوج کی بحیثیت (۶) حیانت (۷) حرکت۔ (۸) تعاون، یہ اصول جناب محمود شیت صاحب کے دس اصول جنگ کے اندر ہی ہیں۔

چوتھا باب

انتصار

جناب محمود شیت صاحب نے اختصار کر کے جنگ میں کامیابی کے چار اسباب بیان کئے ہیں۔

(۱) قیادت عبقری یعنی بہترین اور مثالی قیادت کہ سپہ سالار نہایت ہی قابل ہو۔

(۲) فوج امتیازی صفات رکھتی ہو۔

(۳) جنگ عادلانہ ہو۔

(۴) دشمن کمزور ہو۔

چونکہ محمود شہید صاحب نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام حربی کامیابیوں اور جنگی بابا دسیقوں کو خارجی اسباب سے وابستہ کیا ہے، اس لئے انہوں نے ان اسباب میں اس وقت کے دشمنانِ اسلام کی کمزوری بھی ثابت کی ہے کہ ان کی قیادت ایک زنجی نہ غرض و مقاصد ایک تھے۔

حالانکہ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ عربوں کے قبائل مختلف تھے اور ان کے مقاصد جنگ بھی دنیوی منافع تھے اور مختلف قبائل کے رئیس بھی جدا جدا تھے مگر اسلام کے مقابل میں وہ سب ایک تھے۔ ان کا اہم واقعہ مقصد اسلام کا امتیہ الی اور نئے مذہب کو ختم کرنا تھا، انہیں وہ متحد تھے پھر سب سے بڑے دشمن قریش تھے جن کی تہذیب، طاقت، ثروت اور بہادری سارے عرب میں ستم تھی اور وہ مکر متعمر میں خاندانِ عبد کے مجاور اور عاجیوں کے خدمت گار ہونے کی وجہ سے مقبول بھی تھے۔ ان کا سپہ سالار پہلے عقبہ اور بڑا ابو جہل تھا۔ ان کے مرنے کے بعد آخر تک ان کا سردار اور سپہ سالار ابوسفیانؓ رہا۔ اسلام کے مقابل میں ان کی طاقت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ سیکڑوں مسلمان جو جانے کے بعد بھی ان کو مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کرنی پڑی۔ پھر ان قریش نے اہل مدینہ کو تہذیبی خط لکھا، اور دھمکی دی کہ اگر تم نے ہمارے دشمنوں کو پناہ دی تو مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

پھر بدر میں پوری طاقت سے چڑھائی کی۔ ضعف و قوت کا مقابلہ ساری دنیا کو معلوم ہے۔ احد کی جنگ میں تین یا پانچ ہزار کا لشکر لے کر آئے اور مسلمانوں کو ان کے شہر کے پاس عظیم نقصان پہنچائے۔ اس کے بعد خندق کے موقع پر دس ہزار یا ۲۰ ہزار کا لشکر جمع کر کے لڑائے جو کم و بیش پچیس دن تک خندق پار کرنے اور محصور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کی تدبیریں کرتے رہے۔ کسی وقت انہوں نے صحابہؓ کو حملے سے ناراض نہیں رہنے دیا۔ بہر حال مالی طور پر جو یا حدودی طور پر۔ رسوخ کی حیثیت سے یا شہرت کی حیثیت سے۔ مشرک، مسلمانوں سے کسی طرح کمزور نہ تھے۔ ان کو بڑوں سمجھنا بھی غلط تکلف ہے۔ سارے سرداروں نے زور کر

جائیں دیں۔ انکی عورتوں تک نے میدان جنگ میں کاروائے نمایاں کئے۔ مرد دشمن کی کمزوری کو قطعاً اہل اسلام کی کامیابی میں دخل نہیں بخلا البتہ پہلی تین باتیں۔ اہل قیادت ممتاز لشکر اور عادلانہ جنگ ضرور مسلمانوں کی فتح و نصرت کے اسباب تھے مگر یہ سب کچھ نبوت اور پیغمبرانہ قیادت و قابلیت کا کرشمہ تھا۔

اگر اہل اسلام میں قیادت یا مقصد کی وحدت تھی یا دوسرے اسباب انتصار تھے تو یہ سب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکات تھیں اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ ان حالات و ظروف میں جبکہ آپ کی مصروفیات و مشغولات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں دیگر عظیم تبلیغی کامیابیوں اور پیغمبرانہ فرائض کے ساتھ ساتھ فوجی اصول و قواعد کی ایجاد یا پابندی اور بہترین نتائج کے حصول کو آپ کا معجزہ قرار نہ دیا جائے تو کیا کیا جائے؟ خاص کر جبکہ بیسویں صدی عیسوی تک کے تمام جدید قسم کے مصنفین یا جرنیل ان ہی اصول کو مانجتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

پانچواں باب

اسباب انتصار کی تفصیل

جناب محمود شیت صاحب نے اپنی مذکورہ تین باتوں کی تفصیل لکھی ہے جس کو اختلاف سے لکھا جاتا ہے۔ کامل قائمہ لکھئے یہ باتیں ضروری ہیں۔ (قیادت: عبقریہ) (۱) صحیح اور سرلیعے تمبا ویز دینا (۲) شخصی شجاعت کا ہونا (۳) ارادے کا قوی ہونا۔ (۴) زور و آواز کو بلا تردد سنبھالنا (۵) مبادی حرب سے واقف ہونا (۶) حوصلہ پیشقدمی اور تکلیف دونوں حالتوں میں اوسان قائم رہیں اور حوصلہ بلند رہے (۷) دور بینی (۸) مانتھوں

کی نفسیات اور قابلیت کو جاننا ہو (۹) اس کا لشکر پر اعتماد ہو اور لشکر کا اس پر اعتماد ہو (۱۰) اس کے اور فوجوں کے درمیان دو طرفہ محبت ہو (۱۱) شخصیت قوی ہو (۱۲) بدنی قابلیت مسلم ہو (۱۳) شریعت اور بزرگانہ زندگی سب کو معلوم ہو۔ ماضی، حال و باخ ہو۔ جانے پہچانے بزرگ اور واجب التعلیم ہوں (۱۴) فوج اور رعایا کے ساتھ مساوات کا سلوک ہو (۱۵) باہمی مشورہ کرتا ہو (۱۶) اسالیب جدیدہ یعنی جنگ میں حسبِ ضرورت نئے نئے اسلوب اختیار کر سکتا ہو۔

فوج کی امتیازی حالت

(۱۷) لڑنے والے راسخ العقیدہ ہوں اور اس عقیدے کی حفاظت کے لئے لڑتے ہوں دھما فوج کی معنوی اور اخلاقی حالت بلند ہو (۱۸) ضبط و نظم اور ڈسپلن (۱۹) تدریب جید یعنی اچھی ٹریننگ ہو (۲۰) تنظیم صحیح ہو (۲۱) تسلیح ممتاز ہو یعنی حتی الامکان اچھے ہتھیاروں سے مسلح ہو۔

حربِ عادلہ

(۲۲) جنگ دفاع ہو یعنی ضرورت لڑی جائے تاکہ آزادی فکر اور تبلیغ اسلام کی راہ کی رکاوٹیں دور کی جاسکیں (۲۳) مقصد امن ہو لیکن صرف ڈچو بیس کے لئے نہ ہو جیسے آج کل کی بڑی بڑی طاقتیں اغراضِ مشہد کو چھپانے کے لئے امن امن کا نعرہ لگاتی ہیں۔ مگر اسلام نے امن کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور کسی وقت اس کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ پس تو یہ ہے کہ آپ نے متفرق خانہ جنگی کے شکار برباد و تباہ حال، عربوں کو جہاں راستے بھی محفوظ نہ تھے ایک کر کے پائیدار امن قائم کر دیا اور سب کو انسانیت کا خادم بنا دیا لاسہ

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی اٰسْمَاءِ ابْنِ اَبَا

عَلٰی حَبِيبِكَ خَيْرَ الْخَلْقِ طَلَبِ

(۲۵) حقوق انسانی محفوظ ہوں یعنی غیر مضافی آبادی کا احترام ہو۔ قیدیوں سے جس تک ممکن ہو مقتولوں کو دفن اور زخمیوں کا علاج کیا جائے چاہے دشمن کے ہوں۔ عورتوں، بچوں کو گولی نہ کہا جائے (۲۶) حرب عقیدہ ہو۔ اغراض شخص اور خود غرض نہ ہوں (۲۷) جنگ فوج انسانی کے لئے لڑی جائے۔ عصبیت، جنسیت اور جنسیت و قومیت کے لئے نہ ہو۔ (۲۸) حرب مادی اغراض کے لئے نہ ہو کہ مال بٹوریں۔ ملک وسیع کریں۔ لوگوں کو غلام بنائیں۔ فرقہ آزادی تبلیغ اور حریت انسانیت کے لئے ہو۔

کل اصول جنگ

گویا اسلامی جنگ کو ہم حربِ مثالی کہہ سکتے ہیں جس کا مقصد نہ استعمار ہو نہ استحقاق اور نہ ہی مادی ذرائع کا حصول۔

جنگِ شاہانِ جہاں غارت گریست

جنگِ مومن شہادت پہنچا رہیست

یہ اہم ترین اصول ہوں یا پہلے کے دس اصول جنگ۔ ان کا تعلق فوج قائمہ فوج اور مقصد جنگ سے ہے۔ ان میں اب گوریلا جنگ۔ سرد جنگ اور دشمن کی اقتصادی تباہی وغیرہ ملا دیں تو کل پچاس اصول ہو جاتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر تعلق سپہ سالار اور قائمہ فوج سے ہے۔ خاص کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ میں تو فوج یعنی صحابہ کرام کا کردار اخلاص اور عملِ آپ ہی کی طرف منسوب ہے اور آپ ہی نے ان کو آخرت، اخلاص، نیت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی لگن دکھائی۔ آپ ہی نے رہنمائی فرمائی اور آپ ہی نے ان کو حقیقتِ ارض سے نکال کر معراجِ کمال تک پہنچایا۔ اس لئے میں یہاں پہلے اجمالاً

ان اصول کا ذکر کرتے ہوئے ان کو اختصار سے مَرَوِرِ عالم مَلِّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے اعمال پر منطبق کروں گا۔ اس کے بعد تفصیل سے تمام مَرائیوں کا ذکر کیا جائے گا۔ جس سے گزشتہ انطباق کی تصدیق ہو سکے گی۔

جن کا تعلق جنگ اور مَرَوِرِ عالم مَلِّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے۔ میں نے اس مختصر میں تزویرات اور تدبیرات کی بحث بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کر دی ہے۔ تزویرات جنگ کے ان اہم لوازم کو کہتے ہیں جو جنگ سے پہلے اختیار کئے جاتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم بات فوج کی بڑی طاقت کو اس مقام تک پہنچانا ہے جہاں حقیقی اور فیصلہ کن جنگ ہوتی ہے۔ تدبیرات جنگ کی ان تجاویز کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں اختیار کی جاتی ہیں۔ میں نے اختصار اور عام فہم کرنے کی خاطر مختلف باتوں کو اکٹھا اور مسلسل بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

غلام غوث ہزاروی

سربراہ جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان
ممبر قومی اسمبلی پاکستان، اسلام آباد
راولپنڈی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُسْلِمِ اُصُولِ جَنگ

اور

سِرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

(حصہ اول)

(۱) عادلانہ و شریفانہ جنگ :

دوسرے لوگ۔ نژاتی سلطنت کی توسیع یا کسی دنیوی مقصد کے لئے کرتے ہیں۔ اسی لئے اس میں ہر طرح کے جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرتے ہیں اور ہر طرح کے جائز و ناجائز اعمال اختیار کرتے ہیں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں غیر مضافی آبادی (جو لوگ جنگ میں شریک نہ ہوں) یعنی عام آبادی پر ہم برساتے ہیں بلکہ پیام ہم برسا کر انسانوں کو خدا کر رکھ کر دیتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرتے ہیں۔ سِرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو جنگ بھی کی، مجبور دسی سے کی اور محض اس وجہ سے کی کہ دعوتِ اسلامی کی آزادی ہو۔ ہر شخص کو آزادی رکھنے کے لئے حاصل ہو جائے۔ مظلوم تہ نجات اور خدا تعالیٰ سے لگاؤ پیدا ہو۔ اسی لئے اس جنگ کا مقصد نہ استغصال تھا نہ استعمار اور نہ یہ جنگ ذاتی اغراض یا کسی طبقہ کے مفاد کے لئے مختص۔ بلکہ بنی نوع انسان اور جملہ مخلوق کے فائدہ کے لئے تھی۔ اس لئے جس نے بھی اسلام کی اطاعت قبول کی اس کا مال و دولت بلکہ اس کی

حکومت بھی اسی کے پاس رہنے دی گئی۔ اس پاک مقصد کے حصول کے لئے جو لڑائی لڑنی پڑی۔ اس میں بھی صاف صاف احکام تھے۔ کوئی بوڑھا، کوئی بچہ اور کوئی عورت قتل نہ کی جائے۔ لڑائی سے دور رہنے والی شہری آبادی کو کچھ نہ کہا جائے۔ عبادت گاہوں میں عابدوں کو نہ بھیڑا جائے۔ عہد شکنی نہ کی جائے۔ کسی کو بے گناہ نہ مارا جائے۔ بدکاری نہ کی جائے۔ ناز و زہ کی پابندی کی جائے۔ کسی مذہب میں مداخلت نہ ہو۔ کسی رعبے یا مندر کو نہ گرایا جائے۔ جنگ میں کسی کی ناک کان اور اعضاء نہ کاٹے جائیں۔ کسی مقتول کی توہین نہ ہو۔ قتل کے لئے ذلیل اور تکلیف دہ ذریعے اختیار نہ کئے جائیں۔ دشمن کی لاشوں کو بھی دفن کیا جائے۔ ان کے مرعوبوں کا علاج کیا جائے۔ عین حالت جنگ میں جو امان مانگے اس کو امان دے دو بلکہ اگر ایک مسلمان جس کو امان دیدے۔ اس کی پابندی تمام مسلمانوں کو کرنا پڑے گی۔ اس شخص کو کوئی دوسرا مسلمان بھی قتل نہیں کر سکتا۔ رات کو حملہ نہ کیا جائے۔ صلح کی درخواست قبول کر لی جائے۔ قیدیوں سے بہترین سلوک کیا جائے۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر جنگ عادلانہ تھی جس کا مقصد صرف عدل و انصاف کا قیام تھا۔ اسی طرح شریفانہ تھی جس میں کسی ذلیل اور تنگ انسانیت قتل کی اجازت نہ تھی اور ایسا کرنے والے سے جواب طلبی ہوتی تھی۔

۲۰۔ ”بچت“ (انسانی جانوں کا کم سے کم نقصان)

اس سے بڑھ کر کوئی خوبی کسی فوجی جہیز میں نہیں ہو سکتی کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے کم سے کم انسانی جانیں ضائع کرے۔ اس لحاظ سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال دنیا بھر میں نہیں مل سکتی۔ آپ کو ہجرت کے بعد بیسیوں لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ عرب کے سینکڑوں قبائل سے مقابلہ تھا۔ تمام ملک پہاڑوں اور ٹیلوں سے گھرا ہوا تھا۔ آپ نے تمام قبائل۔ تمام سردارانِ قبائل بلکہ ملک کے ہر حصے کو ملا کر ان کی عداوتیں اور پرانی

دشمنیاں ختم کرادیں اور ایک مضبوط عرب سلطنت کی بنیاد ڈال دی جس کو ہم سلطنت صرف سمجھانے کے لئے لکھتے ہیں ورنہ وہ خدا کی خلافت تھی جس سے روم و ایران کی عظیم تاریخی سلطنتیں رزہ براخدا م اور ہر اسان تھیں۔ اتنے عظیم انقلاب برپا کرنے کے لئے آپ کو جتنی بھی لڑائیاں لڑنی پڑیں ان سب میں مسلمانوں کا نقصان تقریباً ڈیڑھ دو سو آدمیوں کا ہوا ہے۔ جن میں وہ تعداد بھی شامل ہے جن کو تبلیغ کے لئے لے جا کر شہید کر دیا گیا۔ اور دشمنوں کی تعداد ملا کر فریقین کا کل نقصان تقریباً ایک ہزار اٹھارہ آدمیوں کا ہوا۔ اس نقصان کا مقابلہ آپ ترقی یافتہ اور مہذب کہلانے والی حکومتوں سے کیجئے۔ جرمنی کی پہلی جنگ عظیم میں جو ۱۹۱۴ء سے شروع ہوئی۔ کم و بیش ایک کروڑ انسانوں کی تباہی ہوئی اور دوسری جنگ عظیم میں جو ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک رہی اس میں تخمیناً ۶ کروڑ آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔ لاکھوں عورتوں، بچوں اور بے گناہوں کی تباہی اس کے سوا ہے۔ مکانات، شہروں، ضروریات زندگی اور غذائی سامان کی بربادی کا تو حساب ہی نہیں ہے۔ پھر عالمگیر جنگوں کا مقصد توسیع سلطنت، حصول اقتدار اور اجتماعی خند و عصبیت اور خود غرضی کے سوا کچھ نہ تھا، نہ کوئی اخلاقی، اصلاحی اور مفید انسانیت نتیجہ برآمد ہوا جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا مقصد جنگ صرف یہ تھا کہ مخلوق خدا اخروی عذاب اور دنیوی ظلم و ستم کی چلی میں پسنے سے نجات پائے، عا دلاً نہ فطری تھا، ہر پا ہوا اور انسانیت کی تائید نہ ہونے پائے۔

(۳) فوجی ترتیب اور جنگی نظام

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میدانِ بدر کی طرف بڑھنے کے لئے فوج میں بہترین ترتیب قائم فرمائی، ایک دستے کو مشد متہ الجیش کے طور پر آگے کیا، اس کے پیچھے اصل پوری فوج تھی۔ اور آخر میں مؤخرہ قائم فرمایا (جو فوج کے آخرین رہے) پھر احاطہ

بہم پہنچانے کے لئے فوجی دستے پھیلا دیئے جن کو آج کل ہلا کر دیا جاتا ہے۔ انصار و مہاجرین کے علیحدہ علیحدہ جھنڈے تھے۔ فتح مکہ کے دن بھی ہر ہر قبیلے کے علیحدہ علیحدہ کمانڈر اور قبضہ سے تھے، جس طرح آج کل علیحدہ علیحدہ کپٹینیاں اور کمپنیاں لڑتی ہیں۔ بدر میں تیر انداز سواروں کو روک رہے تھے۔ شمشیر زن حملہ آوروں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ جب تک دشمن زخمی نہ ہو جائے کوئی تیر نہ چلاؤ، دشمن مل کر حملہ کرتا مگر مسلمانوں کی صف بندی نہ توڑ سکا اور جب دشمن حملہ کر کے تھک گیا، اور اپنے قیمتی سرداروں سے محروم ہو کر ہڈی ہو گیا۔ آپ نے آگے بڑھ کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ جب دشمن پسپا ہونے لگا۔ آپ نے تعاقب کا حکم دے دیا غرضیکہ دفاع، حملہ اور تعاقب وغیرہ تمام امور میں آپ کے احکام کی پابندی ہوئی۔ آج ترقی یافتہ کہلانے کے زمانے میں یہی طریقہ جنگ ہے کہ جب توپ خانہ دشمن کے مورچوں کو تباہ کر دے تو پیدل فوج کو پیش قدمی کا حکم دیا جاتا ہے اور ساری فوج افراد کے حکم پر لڑتی مرنی اور حرکت کرتی ہے۔

(۴) حملہ آور فوج کی تعداد (اجتماع)

جنگی قوانین کی رو سے ہر حملہ آور فوج کو دشمن سے تین گنا زیادہ ہونا چاہیے، جیسے کہ کرنل برن نے اپنی کتاب میں مسئلہ جرنیلوں سے نقل کیا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی حد تک بعض بہات میں اس کا پورا پورا خیال رکھا، جیسے فتح مکہ یا غزوہ بنو قریظہ جہاں آپ نے دشمن پر اس سے زیادہ فوج کے ساتھ چڑھائی کی جو آگے چل کر آپ کو معلوم ہو گا۔ مگر باقی بیسیوں جنگی بہات میں چاہے آپ بنفس نفیس شریک تھے۔ یا کسی صحابی کی قیادت میں فوجی دستے بھیجے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے کامیابی و فتح مندی آپ کے ہی پاؤں جو متی رہی یہ آپ کے حسن تدبیر اور نصرتِ الہی کا نتیجہ تھا۔

اصول مباحثہ

یعنی وہ طریقہ اختیار کرنا جس کی دشمن کو توقع ہی نہ ہو اور وہ وقت پر جوابی تدبیر نہ کرنے کی وجہ سے شکست کھا جائے۔ اس کی چند شاخیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۵) اچانک حملہ

جب دو قوسوں میں حالت جنگ قائم ہے تو کامیاب اور قابلِ فائدہ کی خوبی اور بلیات یہ ہے کہ دشمن کو خبر ہی نہ ہونے دے اور وہ اسے جادہوچے۔ کرنل بران کے منتر جمین نے اس کو ناگہانیت لکھا ہے۔ آپ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنگِ مہات میں بھی لہ اس جنگی اصول سے آپ نے کتنا فائدہ اٹھایا ہے نیز قرطبہ، جنگِ غزوہ خیبر اور فتح مکہ اور بنو عیان وغیرہ میلوں لڑائیوں میں مسلمانوں کی کامیابی میں اس اصول کو مؤثر پائیں گے۔

(۶) نیا اسلوب جنگ

جنگ میں ایسا طریقہ اختیار کرنا یا ایجاد کرنا جس کا دشمن کو تصور بھی نہ ہو اور اس غیر متوقع اسلوبِ جنگ کی وہ تاب نہ لاسکے یا مشکل میں پڑ جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں صنیئیں قائم کیں۔ جو لڑائی میں غالب ہونے کے آثار تک قائم رہیں۔ دشمن کے محلے ان میں شکاف نہ ڈال سکے۔ صوابہ کرامؓ بہت شہید ہوئے لیکن ان کے پاؤں میں لغزش نہ تھی۔ قریش کی لڑائی عام عرب قاعد کے مطابق کروڑوں جنگ تھی کہ مخالف پر یکدم حملہ کر دو۔ اور ضرورت ہو تو پھر پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرو۔ وہ صف لڑائی کے اسلوبِ جنگ سے ناواقف تھے۔ کروڑوں کبھی کبھی دہست دشمن کی تمیز مشکل ہو جاتی

ہے۔ لڑائی میں کوئی باقاعدگی قائم نہیں رہتی۔ نہ آگے بڑھنے والوں کی رہنمائی ہوتی ہے نہ پیچھے ہٹنے والوں کی امداد کی جاسکتی ہے، اور نقصانات اور شکست کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے برعکس صف آرائی کے کہ یہ طریقہ جنگ بڑا کامیاب ہوتا ہے۔ دشمن حملے کرتے کرتے یا گولہ باری یا تیراندازی کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور جب زد میں آتا ہے منوں ولے حکم پکڑ حملے کر دیتے ہیں۔ بہر حال عربوں کے لئے یہ اسلوب جنگ غیر متوقع تھا۔ وہ پہلے سے اس کا جواب تجویز نہ کرنے پائے اسی طرح غزوہ خندق میں خندق کھودنے سے عرب قطعاً متنبہ تھے۔ آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھدوا کر عربوں کے ہمارے لشکر کو حیرت میں ڈال دیا۔ جو بالکل نیا اسلوب جنگ تھا اور اس طرح محاصرہ کرنے والی عظیم فوج کو بے نیل مبراہ واپس جانا پڑا۔

(۶) رازداری

جنگی کامیابی کے لئے رازداری بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آج کل مہذب کہلانے والی قومیں اس کا خاص خیال رکھتی ہیں، مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریباً چودہ سو سال قبل اس اصول کو اپنایا البتہ اوقات آپؐ کبھی جنوب کی طرف مہم پر جانا چاہتے تو لشکر کی نقل و حرکت دوسری طرف کر دیتے یا ادھر کے حالات پوچھتے یا ادھر کی باتیں کرتے۔ جب اس کا پورا پورا پتہ ہو جاتا کہ آپؐ شمال کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ آپؐ اچانک اپنی مہم پر روانہ ہو جاتے اور اکثر اوقات فوج کو یہ بات فرماتے کہ دن کو آرام کرو اور رات کو سفر کرو کہ دشمن کو خبر نہ مل سکے۔ رازداری کے اہتمام کا اندازہ آپؐ اس سے لگا سکتے ہیں کہ فتح مکہ کی مہم کے وقت مدینہ منورہ سے کوئی اطلاع آپؐ نے باہر جانے نہ دی اور جب ابوسفیانؓ قریش کی طرف سے معاہدہ امن کا نازہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ آئے تو اس کو نہ آپؐ نے کوئی صاف بات بتائی نہ آپؐ کے کسی صحابیؓ نے بلکہ وہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر

بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور و معروف ہے کہ مدینہ منورہ سے ایک عورت مکہ معظمہ روانہ ہو گئی، آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرما کر حکم دیا کہ اگر آپ اس ایک خطبے اس کو پکڑ کر وہ خط حاصل کر لو چنانچہ جب دونوں صحابہؓ نے اس عورت کو جا لیا۔ اس نے پہلے تو انکار کیا پھر اپنے بالوں کے اندر سے خط نکال کر حواسے کر دیا۔ اس خط میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکہ پر حملہ کی خبر تھی اور خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ صحابیؓ نے قریش کے نام بھیجا تھا جب راز فاش ہوا۔ آپ نے ان کو بلا کر خط لکھنے کی وجہ پوچھی۔ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب فرمائیں گے اور کفار کو شکست ہوگی۔ مگر میرے بال بچے مکہ منکر میں ہیں جن کا وہاں کوئی حامی نہیں۔ ان کے آرام کی خاطر میں نے ایسا کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغض فی اللہ مشہور تھا۔ غصہ میں بوئے حضور امانت دیکھتے ہیں اس کی گردن مار دوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ بدری صحابیؓ ہیں شاید اللہ تعالیٰ نے بدریوں کے سامنے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہوں (او کمال قال) بہر حال آپ نے انہیں بچا لیا۔ اس واقعہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ سعلت کے لئے کافروں کی خاطر جاسوسی جائز ہے۔ جائز ہوتی تو حضرت عمرؓ قتل کی اجازت کیسے مانگتے، وہاں تو پیغمبر کی ذات تھی جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خبریں پاتی تھی۔ آپ نے حضرت ابی بلتعہؓ کے بیان کو پیغمبرؐ ان شان سے جیسے صحیح سمجھا ایسا اور کون دعویٰ کر سکتا ہے پھر معذرت کرنے والے بھی بدری صحابیؓ تھے۔ بہر حال آپؐ نے فتح مکہ کی عظیم الشان جہم کی خبر اس وقت مکہ معظمہ پہنچنے نہیں دی۔ جب تک آپؐ ان کے سر پر نہ جا پہنچے۔ یہ بھی غیر متوقع جنگ کی ایک کڑی ہے۔

(۸)۔ دشمن کے حالات کی اطلاعات کا انتظام (ٹیلی فون)

جنگ کے لئے لازمی اصول ہے کہ دشمن کی نقل و حرکت کی مکمل اطلاعات حاصل ہوں۔ اس

کی طاقت، تعداد، اس کی نقل و حرکت سے واقفیت ہو۔ آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹائمریں میں یہ اصول غائب نظر آنے لگا۔ ایک بار آپ نے عبداللہ بن عمرؓ کو خط لکھ کر روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب دو دن سفر کر لیا تو اس خط کو پڑھو۔ جب وہاں پہنچ کر خط مبارک پڑھا گیا تو اس میں دشمن کی اطلاعات حاصل کرنے کا حکم تھا۔ خفیہ خط لکھنے اور قبل از وقت راز فاش نہ ہونے دینے کے اس خاص طریق پر آپ نے اُس فرماتے میں عمل فرمایا تھا جو بہت ہی پیمانہ اور جہالت کا زمانہ تھا۔ اس طرح آپ کے ارادوں سے کسی کو اطلاع نہ ہو سکی تھی۔ جنگِ بدر سے پہلے صحابہ کرامؓ نے میدانِ بدر میں بعض آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ وقت پر وہ غذا کاکیا انتظام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا اس اوتارے ایک وقت ذبح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو سو اور ہزار کے درمیان ان کی تعداد ہے۔ اسی طرح اور معلومات بھی حاصل کرتے رہے۔ آپ نے ارادہ کر دیا کہ بہت سے صحابہؓ روانہ کئے تاکہ دشمن کی اطلاعات جھیا کریں۔

(۹) نظم و ضبط (ڈسپلن)

فوج میں ڈسپلن اور اطاعت امیر کا مقام سب سے بلند ہے، اگر فوج سپہ سالار کا حکم زمانے تو جنگ کیسے جیتے آپ کے نظم و ضبط کا یہ حال تھا کہ آپ کے ارادے پر وہ جانیں قربان کرنے کو تیار تھیں۔ آپ نے ان کو حکم دے رکھا تھا کہ حکم ملنے سے پہلے حملہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ پر تیرہ مرتبے مگر حکم سے پہلے جنگ کا آغاز نہ کرتے۔

(۱۰) تعین مقصد اور اس پر استقامت

کسی صحیح مقصد کے بغیر جنگ بڑا ناہی غلط ہے۔ پہلے ایک مقصد متعین کیا جائے، پھر ہر وقت وہی مقصد پیش نظر رہے اور اس ساری لڑائی کا محور وہی مقصد

ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لڑائیوں کے زندگی کا مقصد تو اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ مگر اس مقصد کے حصول کے لئے ہر موقع پر آپ کوئی سبب یا ذیل مقصد متعین فرما دیتے، پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اصول پر کیسے عمل کیا۔ اس کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال

جب آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اس اصول پر آپ نے یوں عمل کیا کہ مسلمانوں اور مدینہ کے یہود و مشرکین سے فوراً ایک معاہدہ کیا جس میں یہ قرار پایا کہ مدینہ کا کوئی مشرک یا یہودی قریش کی جان و مال کو اپنا تحفظ نہ دے گا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت یہی سب سے بڑا مقصد تھا۔ قریش نے آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو ظلم و عُدوان کر کے مکہ معظمہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا اور آپ کی بصیرت ہی تھی کہ قریش جم کو مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور بہت اندیشہ رکھیں گے کہ جو سب سے سارے عرب پر ان کا اثر بھی تھا اس لئے ان سے بچاؤ اور ان کی قوت توڑنے کے لئے پیش بندی ضروری تھی چنانچہ آپ نے آخر تک اسی مقصد کو سامنے رکھا اور یہود و مشرکین میں سے جس نے بھی قریش سے ساز باز کی آپ نے اس کا تدارک کیا اور مجرم کو سزا دی۔

دوسری مثال

تین مقصد کی دوسری مثال معاہدہ مدینہ ہے۔ آپ نے سفرِ حدیبیہ کا مقصد عمرہ امن اور جنگ بندی قرار دیا، چنانچہ آپ نے بعدِ صراحت کے احرام باندھا، قربانیاں ملے لیں اور صرف قافلے والوں جیسے ہتھیار ساتھ رکھے اور جب مکہ معظمہ کے قریب قریش کا لشکر آئے دیکھا تو سارا راستہ بدل کر حدیبیہ چاہنیچے اور تخلف و راستہ اختیار کر کے

حدِ میہ پہنچ کر مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا اور جب قریش کا ایک دستہ حملہ آور ہوا اور ان کو صوابہؓ نے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے ان سب کو رہا کر دیا۔ آخر ایسی شرطیں مان کر معاہدہ امن کیا، جن کو صوابہؓ بھی ذلت آمیز سمجھتے رہے۔ مگر آپؐ کا مقصد قریش پر بلکہ عوام پر اخلاقی اثرات ڈالنا اور تبلیغ اسلام کے نئے امن کا راستہ ہموار کرنا تھا جس کا نتیجہ آپؐ جنگوں میں پڑھیں گے، بہر حال آپؐ نے مقصد سفر سے باوجود اشتغال انگیزی کے انحراف نہیں فرمایا۔

(۱۱) پیشقدمی اور پہل (تعرض)

اصول جنگ میں یہ ستر ہے کہ مدافعت کرنے والی فوج اکثر فاتح نہیں ہوتی۔ وہ کا یا تا بھی ہو تو صرف اپنا بچاؤ کر لیتی ہے، مگر پیشقدمی اور پہل کرنے والی فوج اگر کامیاب ہو تو فاتح ہو جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اُحد اور خندق کی لڑائیوں کے بغیر آپؐ دیکھیں گے کہ آپؐ ہر طرف سے دشمن کی معلومات حاصل کرتے رہنے اور پھر پیشقدمی اور پہل کر کے ان کو مغلوب فرما دیتے۔ اُحد اور خندق کی لڑائیاں ایسی تھیں جن میں آپؐ نے دشمن کے شدید حملوں کی اطلاعات حاصل کیں۔ پھر دفاع کا انتظام فرمایا۔

(۱۲) قوت کی فراہمی

فن حرب میں پہلی شرط یہ ہے کہ قوت فراہم کی جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اشاعتِ اسلام سے قوتِ جمیع کی اور مکہ معظمہ میں حبیبِ اہلِ مدینہ نے اگر وہ بیعت کی۔ جس کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ جس میں انہوں نے آپؐ سے مدینہ جانے کی درخواست کی اور ہر طرح اپنی مدد و حفاظت کا یقین دلایا۔ مشرکین سخت برہم ہوئے اور جب کسی نہ کسی طرح انہیں خبر ملی تو انصار نے کوئی پروا نہ کی بلکہ آپؐ سے عرض کیا

کہ آپ حکم دیں تو ہم اہل سنل پر کل حملہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے جنگ کا حکم نہیں ملا۔ اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے جاؤ۔ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے پہل تیاری وہ معاہدہ تھا جو یہود و مشرکین مدینہ سے کیا۔ اب طاقت جمع ہو چکی تھی۔ جس سے آپ نے آزادوں کی دعوت کی راہ کھولی اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کر سکتے، چنانچہ آپ نے بحکم الہی عمل جہاد شروع فرمادیا۔ پھر کسی وقت اور کسی غزوہ میں ضروری قوت و طاقت کی فراہمی میں کمی نہیں فرمائی جاوے۔ ادنیٰ قوت ہو یا مادی اور سیاسی بہرہات میں آپ نے اس جنگی اصول کو سامنے رکھا۔ تفصیل دیکھیں ہو تو غزوہ تبوک اور فتح مکہ کے حالات مفصل پڑھیں۔ دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تو خود قرآن پاک نے ہر طرح کی سیاسی کا حکم دیا ہے۔

(۱۳) بچاؤ اور حفاظت (امن)

تائیدِ حرب (سپہ سالار) کی بڑی خوبی بلکہ اہم فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی فوج سامان اور ذرائع و وسائل کی حفاظت کرے، ضرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی فوج و فوجیہ کے حالات کو غنی رکھنے اور دشمن کے حالات سے باخبر رکھنے کی جو کوششیں جاری رکھیں۔ آپ کی سیرت ان سے بھری پڑی ہے۔ آپ جاسوس کے لئے فوجی دستے روانہ فرماتے۔ راتوں کو پہرہ لگاتے، پیشقدمی یا واپسی میں دشمنوں کا پورا حال معلوم کرتے تاکہ کوئی حملہ نہ کر سکے، صائب کو، غنا و مالیات کی تاکید فرماتے اور حسبِ اطلاعات آپ تک پہنچانے کے احکام دیتے آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پکڑا جو مکہ پر حملہ کرنے کی خبر دینے کے لئے لکھا تھا اور کس طرح آپ نے ابوسفیان کے مدینہ آنے اور معاہدہ مدینہ کی میعاد تازہ کرنے کا حال معلوم کیا اور کس طرح منافقوں کے مؤثرات (زمینشوں) کی خبریں معلوم کر کے پیش بندی فرماتے۔ پھر حال اس اصول کو آپ نے بروقت عمل رکھا۔

۱۴۔ میانہ روی (الاقتصاد فی السجھود)

اگر اس مجاہدین کی ضرورت سے کم فوج یا کتھڑا ساز و سامان میدان میں لے آئے تو شکست یقینی ہو جاتی ہے۔ اگر ہزار فوج کی ضرورت ہے۔ اور وہ اپنی کم ظرفی کی وجہ سے دس ہزار فوج میدان میں لے آئے تو بے ضرورت خرچ ہوگا اور جو طاقت کسی اور جگہ کام آسکتی تھی وہ آج استعمال ہو گئی یا بلا وجہ رکی رہی۔ ان دونوں باتوں کے درمیان پالیسی رکھنا عین عقلمندی ہے۔ جنگ میں بقدر ضرورت فوج اور ساز و سامان پہنچانا جو جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہو۔ لائق جرنیل کی نشانی ہے یہ دلیل ہے اس بات کی۔ کہ وہ تمام مہمات کو سر کرنے کی متوازن استعداد رکھتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر جنگ میں پوری احتیاط برتی ہے ضرورت سادے مسلمانوں کو جنگ میں جھونکا اور نہ ہی کسی مہم کے لئے مناسب ضروریات استعمال کرنے میں کمی کی۔ اس وقت کے مطابق آپؐ ہر طرح کی تیاری کرتے۔ بہر حال آپؐ نے میانہ روی اور جنگی ضرورتوں کو کسی حالت میں نظر انداز نہیں فرمایا، جیکہ آپؐ کو اپنی مبارک قیادت یا دوسرے صحابہؓ کی قیادت میں کم و بیش ساٹھ جنگیں لڑنی پڑیں۔ ان سب میں آپؐ کا یہی اصول معمول رہا۔

(۱۵) مروت (فوجی ٹریننگ)

بیسویں صدی عیسوی میں فوجی ٹریننگ پہلی ضروری چیز ہے، افروں کی بھی ٹریننگ ہوتی ہے۔ سپاہیوں کی بھی۔ جہاں تک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلق ہے آپؐ احمق محض تھے نہ لکھا نہ پڑھا، نہ کسی حربی اور جنگی سکول میں داخل ہوئے اور نہ ہی زندگی میں جنگ کی کیا جہلت ملتی، وہاں پُر اسن و عطر پر بھی منگاتے ہوتے تھے، باوجود اس کے تمام جنگوں میں آپؐ کامیاب اور مظفر ہو کر نکلے آپؐ کے نائبین اور خوشہ چینیوں نے بھی بڑے

بڑے بہادروں کے چمکے چمکے چمکے، یہ سب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت
بلکہ معجزہ تھا۔

عالم اسباب میں آپ نے فوراً فوج اور افسروں کی عجیب ٹریننگ فرمائی دُنیا داروں
کی ٹریننگ اپنے طور سے مشق کرنے یا مصنوعی جنگوں سے ہوتی ہے، مگر سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹریننگ حقیقی جنگ اور حقیقی جہاد کی صورت میں تھی ہجرت کے بعد آپ
نے انصار و مہاجرین کو مستقل طور پر کام پر لگائے رکھا، کبھی ایک طرف دستہ روانہ فرمایا تو
کبھی دوسری طرف کبھی معاہدے کے لئے کبھی لڑنے کے لئے کبھی اقتصادی ناکہ بندی کے
لئے اور کبھی اطلاعات جہیا کرنے کے لئے (طلابِ گردی) کے طور پر، آپ ہر دستہ فوج اور
ہر لشکر کا امیر بھی مقرر فرمادیتے، اسی طرح عمل طور پر ٹریننگ بھی جوتی رہی اور عمل طور پر
ضروری کام بھی سرانجام پاتا رہا۔ جو آپ کو دس سال میں ختم کر کے دُنیا سے پرہیز فرمانا تھا۔
دُنیا اس عجیب و غریب مرکب اور دوہری تربیت (ٹریننگ) کی مثال پیش کرنے سے عاجز
ہے۔ اس کے سوا مسکند بنوئی میں جیشوں کی ٹریننگ اور آپ کا دیکھنا مشہور بات
نہے۔ بخاری شریف میں آپ کے گھوڑے دوڑا دوڑا اور تیر اندازی کا مقابلہ دیکھنا
بھی مذکور ہے۔

(۱۶) فوجی نقل و حرکت کی قابلیت

ہر قابلِ جرنیل کا فرض ہے کہ فوج کو پوری سرعت اور تیزی سے ضروری مقامات تک
پہنچائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس سرعت و تیزی سے اپنی فوجوں
کو حرکت دی۔ اس کی مثال زمانہ حال کی جدید فوجوں میں ملنی مشکل ہے۔ تمام رات
سفر کرنا سیکڑوں میل کی مسلسل مسافت یا بار بار بددازی کا انتظام پھر غزوہ مصطفیٰ سے
واپس پر حسبِ ضرورت پورے تیس گھنٹے مسلسل سفر جاری رکھنا بغیر کسی آرام کرنے

کے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہترین تدریب و تربیت کی دلیل ہے۔ مدینہ منورہ کے دورِ ہوتے ہوئے جس تیزی سے ضرورت کے عین مطابق سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طاقتِ خطرِ نبوک، دوترِ الجندلِ فلسطینی میدانوں اور دوسرے معرکوں میں پہنچائی۔ کوئی اس دائمی فکر و حرکت کی قابلیت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حرکت کی ایک قسم ہے کہ قائد کا ذہن فوراً نئی رائے قائم کر دے۔ طائف کا محاصرہ اٹھانا اس کی بقیں مثال ہے۔ آپ نے سبھی کو سارے عرب کے مسلمان ہو جانے کے بعد اہل طائف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہاں وقت اور طاقت خرچ کرنا بے سود ہے، پھر محاصرہ اٹھانے کا اخلاقی اثر بھی پڑ سکتا ہے۔ چنانچہ یہی لوگ بعد میں خود مدینہ منورہ آ کر مسلمان ہو گئے۔

(۱۷) نقشہ جنگ کی مہارت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس فکری سرعت سے جنگی خطوط اور نقشے تیار کئے۔ کوئی بڑے سے بڑا ماہر فنِ حرب اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ مقامِ بدر میں آپ نے صحابہ کے مشورہ سے جو نقشہ تیار کیا۔ اس وقت اس سے بہتر ناممکن تھا۔ بدر بڑا علاقہ ہے۔ دشمن بھی اس کے آس پاس تھا۔ وہاں پہاڑیاں ریتی ہیں۔ ایک ریتی پہاڑی کے سامنے میدان ہے وہ بھی ریت کا ہے اور جگہ بڑھلوان ہے یعنی پہاڑی سے میدان کی طرف کو مسلسل اترائی ہے اور سب ریتی ہے۔ آپ نے پہاڑی کو پشت پر رکھ کر فوج کو آگے صف آرائی کا حکم دیا۔ اب آپ کی پشت تو محفوظ ہو گئی۔ حملہ صرف سامنے سے ہو سکتا تھا اور ادھر ہی جنگ ہونے والی تھی۔ دشمن کے پاس نو سو پیدل بہادری فوج کے سوا کم و بیش ایک سو سوار تھے۔ مگر ریت میں ان کی نقل و حرکت میں خاص دشواری تھی یہی حالی پایہ فوج کا تھا۔ اب بھی جب ہم بدر کے شہداد کے مزار پر جا رہے تھے۔ ریت میں ہمارا ڈھول

معلوم ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کو نیچے اترنا آسان تھا مگر دشمن کو اوپر چڑھنا دشوار تھا۔ پھر پانی پر قبضہ کر کے اس پاس کے باقی کنوؤں کو بھرا کر دیا گیا۔ اپنے لئے علیحدہ اونچی جگہ تجویز فرمائی جنگ اُحد میں آپ نے صحت مو صحابہؓ میں سے پچاس تیر اندازوں کو ایک چھوٹی سی پہاڑی پر متعین کر دیا اور ان کو ہر حالت میں وہاں رہنے کا تاکید حکم دیا تاکہ کسی الفاظ آپ سیرت کی کتابوں میں پڑھیں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پیغمبرؐ اہل بصیرت یا وحی کی وجہ سے تھا۔ اس پہاڑی کی دوسری طرف غیر آباد جنگل سا تھا۔ میدان جنگ اس پہاڑی کے سامنے تھا۔ اگر اس پہاڑی پر آپ تیر انداز مقرر نہ فرماتے جو سواروں کے لئے پیغام موت ہوتے ہیں تو قریش کے سواروں سے خطرہ تھا کہ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیتے۔ اس طرح مسلمانوں کی پشت محفوظ ہو گئی تھی۔ دائیں طرف کو کوہ اُحد تھا۔ اب مسلمانوں کو صرف سامنے لڑنا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہاڑی پر تیر انداز مقرر کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا راستہ بھی بند کر دیا۔ کیونکہ قریش کا لشکر اس پہاڑی کے پیچھے سے چھپ کر مدینہ پر حملہ کر سکتا تھا، مگر پہاڑی کے یہ تیر انداز ان کو دیکھ رہے تھے۔ اسی انتظام کے بعد آپ نے صف آرائی فرمائی اور دشمن کے قریب آنے سے پہلے حملہ کرنے سے قطعاً روک دیا۔ جنرل اکبر خان نے کہا ہے کہ اس سے بہتر نقشہ جنگ کوئی بڑے سے بڑا جرنیل تیار نہیں کر سکتا تھا۔ یہی حال غزوہ خندق کا تھا۔ آپ نے مدینہ منورہ کو بچانے اور خود محفوظ ہو کر رہنے کے لئے خندق کھدوا کر اور سارا علاقہ صحابہؓ میں تقسیم کر کے جو ہیں ہزار لشکر کو صرف تین ہزار آدمیوں کے ذریعے شکست دی۔ بہر حال جنگ لڑانے کے ڈھنگ آپ نے وہ اختیار فرمایا جو کسی انسانی ٹریننگ سے بہتر تھے خاص کر اس لئے کہ یہ حال تمام جگہوں میں رہا۔

(۱۸) فوری فکری حرکت یا تجویز

کسی فوجی قائد کے لئے جلدی سوچنے اور تجویز کرنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے

ناکر ضرورت کے وقت کام دے سکے، اس سلسلہ میں آپ جنگِ خیبر کا حال پڑھیں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خیبر کے وہ یہودی جو خود بھی مضبوط قلعوں کے مالک اور قیمتی اسلحہ سے مسلح تھے۔ غطفان قبیلہ کے ۳ ہزار نبرد آزماؤں کی امداد و تعاون پر بھی بھروسہ کئے ہوئے تھے، مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرکتِ فکری سے کام لیا اور آپ کے ذہنِ رسالے صحابہؓ کے ایک دستے کو مقامِ رجیع کی طرف روانہ کر دیا۔ یہ مقام غطفان اور خیبر کے درمیان تھا، جس سے غطفانیوں کو اپنے اوپر حملے کا خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ اہلِ خیبر کی امداد سے باز رہ گئے، دوسری طرف یہودی اس ٹھکان میں رہ گئے کہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ غطفان پر ہے، مگر آپ نے ایک چھوٹا دستہ غطفان کی طرف بڑھا کر بڑی فوج سے اہلِ خیبر کا محاصرہ فرمایا۔ اس طرح ان دونوں حلیف طاقتوں کو ایک دوسرے کی امداد سے بھی روک دیا۔ آپ نے فوج کو خیبر کے سارے قلعوں پر حملہ نہ کرنے دیا۔ ان کے باہمی تعاون کو روکنے کے لئے تھوڑی تھوڑی فوج ہر ہر قلعہ پر لگا دی اور فوج کے اہم حصے سے ایک مضبوط قلعہ پر حملہ کر لیا۔ آپ کی فکری سرعتِ حرکت اور ماضدِ دماغی کی ایک مثال خندق کی کھدوائی بھی ہے خداوندِ تعالیٰ نے خندق کی تیاری سے پہلے ۲۴ ہزار حملہ آور قبائل آپہنچتے تو مدینہ منورہ اور اہلِ اسلام کی مشکلات کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ مگر اطلاع ملتے ہی آپ نے صلح کے پہاڑ سے مدینہ منورہ کے ناقابلِ جنگ جنگل تک کے علاقے کی کھدوائی تمام صحابہؓ میں تقسیم فرما دی اور دشمن کے پہنچنے سے پہلے پہل خندق مکمل کر کے ڈیوٹیاں تقسیم کر دیں۔ دشمن قریب آیا تو حیران رہ گیا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مسلمان فوج دستے دشمن کے سامنے کھڑے تھے جو کسی طرح ان کو خندق پار کرنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ آپ کی فوری فکری حرکت کی ایک مثال غزوہ خندق کے بعد بنو قریظہ کو جانے کا حکم تھا۔ اگر اس میں ذرا سی دیر ہو جاتی تو بنو قریظہ اپنی گرفتوں کی وجہ سے مکمل سامان کر لیتے۔

(۱۹) تعاون

آج کل کے ترقیاتی زمانہ میں پیدل فوج کو جب تک ہوائی بیڑے اور توپخانے کا تعاون حاصل نہ ہو وہ مجبور ہوتی ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوج کے مختلف قسموں کا بھی تعاون چودہ سو سال پہلے بڑی سختی سے قائم فرمایا۔ جنگ بدر میں حیراندازوں نے شمشیر زنوں سے اس کا تعاون کیا کہ تلوار کی دو بندو جنگ سے پہلے قریش کو عظیم جانی نقصان پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی تمام غزوات میں سواروں اور پیادہ فوج نے بڑی ترتیب سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون قائم کیا۔ اسی طرح غازیوں اور مجاہدین کی مختلف صفوں نے آپس میں بھی تعاون کیا۔ ایک پر شدید حملے کو دوسرے نے روکا۔ غزوہ جنین میں مسلمانوں کی پسپائی کو خورشیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساق (پچھلے دستہ فوج) کی مدد سے فتح عظیم میں تبدیل کر دیا۔ اس جنگ میں اور اُحد میں بلند آواز والوں نے کسی خوب کردار ادا کر کے بہترین تعاون کا ثبوت دیا۔ دونوں جنگوں میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا مشرورہ سنا کر یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر لڑنے کی دعوت بلند آواز سے دے کر فتح کا سامان مہیا کیا۔ بہر حال آپ نے تعاون کا وہ جذبہ پیدا فرمایا کہ شخص نے اپنے اپنے طور پر جنگی خدمات انجام دیں اور ہر شخص جنگ کو اپنی جنگ سمجھ کر لڑا تھا۔

(۲۰) قوم اور فوج کی اخلاقی حالت کی بلندی (مورال)

دنیا میں بلندی، پستی، عروج و زوال کی تاریخ جاننے والے پر یہ امر غریب نہیں ہے کہ قوم کا معنوی اور اخلاقی پہلو کمزور ہو اور پستی ہمت ہو، قربانی سے جی چراتی

ہو۔ کسی اعلیٰ و ارفع مقصد کی خاطر اس میں مالی و جانی ایثار کا جذبہ موجود نہ ہو۔ نہ اس کو اپنے قائد پر اعتماد ہو۔ اور نہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کا جذبہ تو ایسی قوم برہنہ کے اسلحہ جنگ سے مسلح ہو کر بھی غالب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس کے ساتھ مادی و مائیل کی بھی کمی ہو تو پھر ذلت و نکبت اس کا مقدر ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف فوجی قائد تھے، آپ مذہبی رہنما اور داعی الی اللہ بھی تھے۔ آپ نے سینکڑوں جنگ کبھری ہوئی اور غارتگی میں الٹی ہوئی قوم کو اُمت و احدہ بنایا۔ ہزاروں معبودوں سے موڑ کر ایک خدا سے جوڑا۔

توحید، دعوت الی اللہ، آزادی رائے، انسانیت کی خدمت، مظلوم کی امداد اور راہِ نجات اختیار کرنے اور دوسروں کو اسی شاہراہ پر لگانے کا جو ذوق و شوق اور ولولہ عمل آپ نے ان میں پیدا فرمایا، اس کی مثال اولین و آخرین میں نہیں مل سکتی۔ ہر مسلمان کو آپ پر اعتماد تھا۔ آپ کے اشارے پر مرنا سعادت دین تصور کرتا۔ اخروی نجات و سرخروئی کے لئے مرنا ہزاروں سال جینے سے بہتر سمجھتا۔ اللہ کی راہ میں حق و انصاف کے لئے لڑنا اور مرنا کفار و کذابوں کو بے تصور کرتا تھا۔

عرب قوم میں تمام باتیں اسی بے تغیر سپہ سالار قائد اور نبی الانبیاء (علیہم السلام) کی سامعی سے پیدا ہوئی تھیں۔

مبلاہن قوم کی معنویت یعنی اخلاقی باطنی اور روحانی حالات اتنے بلند ہوں۔ اس قائد کا کیا کہنا ہے اور اس کو شکست کیسی ہو سکتی ہے، یہی وہ قوم تھی جس نے آگے چل کر روم و ایران اور یورپ و ایشیا کی طاقتوں کو حق کے سامنے جھکا دیا تھا۔ آپ سے قوم کا کیا تعلق تھا اور آپ نے ان کی معنوی اور اخلاقی حالت کیسے بلند رکھی تھی۔ اس کے صرف چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے

اور نہ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ میں صحابہؓ کی دورائیں تھیں۔ ایک رائے ان کو قتل ذکر کرنے کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا ایسا کر لو تو تمہارے ستر آدمی آئندہ جنگ میں شہید ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے قبول فرمایا۔ شہادت فی سبیل اللہ کو وہ زندگی کا اصل مقصد بنائے بیٹھے تھے، جنگ بدر میں دو بچوں کا واقعہ آپؐ پر پیش گئے، کہ عمومی جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی باذکی طرح جھپٹ کر انہوں نے ابو جہل کو ڈھیر کر دیا تھا اس لئے کہ بچوں نے عبد کیا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا کہنے والے ابو جہل کو دیکھا تو یا وہ زندہ رہے گا یا ہم۔

ایک واقعہ جب احد کا سنئے۔ جب پہاڑی کے تیر اندازوں کی غلطی اور اپنی جگہ چھوڑ دینے کی وجہ سے قریش کے سوار دستے نے عقب سے حملہ اور دوسرے بھاگنے والوں نے مڑ کر آگے سے حملہ کر دیا۔ اس وقت آپؐ محصور تھے چاروں طرف سے کفار نے آپؐ کا گھیراؤ کر رکھا تھا، یہاں تک کہ پتھر اور تیر آپؐ پر برسائے جا رہے تھے۔ اس نازک وقت میں جن مقدس بزرگوں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانیں پیش کیں۔ ان میں ایک خاتون ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جس نے تلوار لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چاروں طرف پلانی شروع کر دی۔ ان کا کندھا بھی زخمی ہو گیا اور بھی بہت سے زخم آئے مگر وہ اپنے مقدس فرض میں مصروف رہیں۔ حتیٰ کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جان نثاروں کے ساتھ حمل کر پہاڑ پر مورچہ بنا لیا۔

جب بچوں اور عورتوں کا یہ حال ہے تو مردوں کا کیا کہنا۔ مسلمانوں کا بچہ بچہ آپؐ کے حکم پر قربان ہونے اور جہاد کے بلند مقصد کو سمجھتے ہوئے جان قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔

آپؐ نے صحابہؓ میں مذکورہ اعلیٰ مقاصد کا اتنا عظیم جذبہ پیدا فرما دیا تھا کہ اس کے مقابلہ میں قریشی رشتہ دار بلکہ صحابی بیٹے کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اسی جنگ بدر میں حضرت

صدیق اکبرؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ ان کا بیٹا عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کفار کی طرف سے جنگ میں شریک تھا۔ جب بعد میں عبد الرحمن بن ابی بکرؓ مسلمان ہوئے تو باپ سے کہنے لگے۔ بدر میں آپ میری زد میں آئے تھے مگر میں نے رعایت کی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر تو میری زد میں آجاتا تو میں کبھی زندہ نہ چھوڑتا (تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے آیا تھا) اسی طرح قریش کا سردار عتبہ ادھر سے لڑ رہا تھا اور اس کا بیٹا حضرت ابو حذیفہؓ مسلمانوں کی طرف سے برسرِ یلغار تھا۔ باپ قتل ہوا اور کفار کی طرح گھسیٹ کر گڑھے میں ڈالا گیا۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے ابو حذیفہ کے چہرے کو دیکھا جو متغیر تھا۔ آپؐ نے دریافت کیا ابو حذیفہؓ کیا تم نے محسوس کیا۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہؐ سبچے باپ کے سلسلہ میں کوئی دکھ نہیں ہوا۔ رنج اس بات کا ہے کہ یہ کفر کی حالت میں مر گیا۔ مسلمان نہ ہوا۔ میرا خیال تھا کہ یہ ذی فہم اور عقل مند ہے مسلمان ہو جائے گا۔

غزوہ بنی مصلوق سے واپسی کے وقت اس المنا فقین عبد اللہ بن ابی نے انصار و مہاجرین میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ سارے صحابہؓ نے محسوس کیا۔ اس کے بیٹے عسید اللہ جو مسلمان ہو چکے تھے آئے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ اپنے باپ کا سراڈا دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ہم اس کو قتل نہیں کریں گے۔ بلکہ اچھا سلوک رکھیں گے۔ غزوہ خندق میں عرصہ تک سخت سردی کے موسم میں رات دن خندق کی حفاظت کرنی جبکہ سامانِ رسد بھی کم تھا اور موسم کے لحاظ سے کپڑے بھی کم تھے اور ۲۴ ہزار دشمنوں کی فوج کے سامنے ڈٹے رہنا جبکہ بنو قریظہ (یہود) نے عہد توڑ کر عرب قبائل سے مل جانے سے مسلمانوں کے لئے شہر کے اندر اور باہر سے خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ پھر یہاں سے فارغ ہونے ہی بنو قریظہ کی طرف چل پڑنا اور آپؐ کے حکم سے ان کا معاہدہ کر دینا یہ کوئی معمولی فوج یا قوم کا کام نہیں ہے۔ ان کی اخلاقی حالت اور معنوی جذبہ (مورال) اتنا بلند تھا کہ دشمنی اسلام

بھی اُس کے قائل ہیں۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے زعیم ملت و قائمِ امت کوئی قوم نہیں پیش کر سکتی جنہوں نے قلیل مدت میں گرمی ہوئی قوم کو خضیعِ ارض سے نکال کر معراجِ کمال تک پہنچا کر عظیم الشان قوم بنا ڈالا۔

(۲۱) اُمورِ اِداریہ (انتظامیہ)

جرنیل بہادر ہو مگر جنگ کے انتظامات خراب ہوں تو اس پر اچھے نتائج مرتب نہیں ہو سکتے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انتظامی قابلیت بے نظیر تھی۔ پیدل فوج کے ہمراہ گھوڑوں اور رسالوں کا ذکر خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

وَلَعَدُوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ
مُتَّحِينَ - اور ان کے مقابلے کے لئے جہاں تک ممکن ہو تیاری کرتے رہو ہر طرح کی
قوت اور گھوڑوں رسالوں کی تیاری کرو۔

لوہے کا ذکر قرآن پاک نے فرما کر احسانِ جابا ہے جس سے ہر طرح کے ہتھیار تیار ہوتے ہیں۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ
مُتَّحِينَ - اور ہم نے لوہہ پیدا کیا جس میں سخت ترین جنگ (کاسمان) ہے اور دیگر منافع بھی ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے جانی جہاد کے ساتھ مالی قربانی کا پہلے ذکر فرمایا ہے۔ مال کے بغیر کون سا کام درست ہو سکتا ہے۔ غزوہٴ تبوک اور اس سے پہلے مسلمانوں نے کتنی قربانیاں کیں جو عرب جیسے نادار ملک کے لئے مشکل ترین چیز تھی۔ عام دہلِ اسلام نے انتظامی امور میں فوج کا زبردست ماتحت بنایا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلحہ - بار برداری،

پانی اور راشن وغیرہ تمام امور کی طرف نگاہ رکھی۔ برجیش کے افسر مقرر کئے اور غزوہ موتہ میں یکے بعد دیگرے تین علیہ دار نامزد فرمائے۔ آپ صفر پر جانے والوں کو عزوی ہدایات دیتے۔ ان کے لئے امیر مقرر فرماتے اور خود تشریف لے جاتے۔ غزوہ خندق میں مستورات کے لئے ایک مضبوط مکان قلعہ کے طور پر مقرر فرمایا تاکہ عقبہ سے یہود کا خطرہ نہ رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل و عیال کی حفاظت کے لئے مقرر فرمائے۔

ہجرت کے بعد آپ نے صحابہ کرام کے بیسیوں فوجی دستے علاقے میں بھیجے تاکہ وہ اسلام کی تبلیغ کریں یا کسی قبیلہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کریں۔ کسی سے دوستی نہ معاہدہ کر کے حلیف بنائیں اور کوئی خطرناک دشمن ہو تو اس کو مغلوب کریں اور ہر طرح سے مدینہ کو بحیثیت دارالافتاء اور مرکز اسلام مامون و محفوظ اور مضبوط کر دیں۔ آپ نے ہر شخص سے وہی کام لیا جس میں اس کو مہارت تھی۔

بہر حال آپ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیاسی یا جنگی زندگی کا مطالعہ کرینگے تو آپ پر یہ امر منکشف ہو جائے گا کہ ان حالات و ظروف میں آپ نے جس حُسنِ انتظام کا ثبوت دیا اور چاروں طرف کے دشمنوں سے باوجود قلیل التعداد ہونے کے عہدہ براہِ نبوت دنیائے اسباب میں اس کی مثال ڈھونڈنی فضول ہے۔ یہ سب آپ کی انتظامی مہارت تھی جو پیغمبرِ انبیا کی دلیل تھی۔

(۲۲) مساوات

کون نہیں جانتا کہ فوجوں یا رعایا کے دلوں کو مرہ لینے والی چیز امیر اور قائد کی مساوات کا جذبہ ہے جو وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ برتا رہتا ہے اس سلسلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل یکتا تھے۔ مدینہ منورہ کی مسجد کی تعمیر اور خندق

کی کھدائی میں آپ اینٹ پتھر اور گارا ڈھونڈتے تھے، بلکہ خندق میں دوسروں کی امداد بھی فرماتے، بندر کو جاتے وقت کل ستراونٹ تھے تو آپ کے اونٹ میں بھی حضرت علیؓ اور حضرت مرثد بن ابی مرثد شریک کئے گئے۔ جب آپ کے آرام کی خاطر ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی سوار ہوں ہم پہل چلیں گے تو آپ نے انکار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم دونوں مجھ سے طاقتور نہیں ہو اور زمیں اجر و ثواب کے شوق میں تم سے کم ہوں۔ آپ کھانے پینے میں دوسروں کے شریک رہتے تھے بلکہ اچھے کھانے کھاتے اور اچھے کپڑوں کے لئے اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے۔ غصے کے مقامات میں دوسروں کو نہ دھکیلتے بلکہ خود آگے ہوتے۔ ایک بار رات کو مدینہ منورہ میں افواہ ہوئی کہ ملک غسان چھاپہ مارنے آیا ہے۔ صحابہؓ پر لیشانی کے عالم میں باہر کو دوڑے۔ آگے سے آپ ایک غمر کی نعل پشت پر سوار واپس آ رہے تھے اور ارشاد فرما رہے تھے جاؤ آرام کرو، میں دیکھ آیا کچھ نہیں ہے (او کا قال) غرضیکہ آپ کے جذبہ مساوات نے اُمت کو آپ کا گرویدہ کر رکھا تھا۔ اگر ایسے قائد کے حکم پر فوج قربان نہ ہو تو پھر کس کے حکم پر قربان ہوگی؟

(۲۳) مشورہ

فوجی جرنیل کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ ہمت اموز ہیں چھوٹے افسروں بلکہ سپاہیوں سے بھی مشورہ کرے۔ اس سے عہدیدان کے حوصلے بڑھتے اور ولہاری ہوتی ہے۔ باہمی تعاون کا جذبہ پرورش پاتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کرتے، بلکہ آپ نے سوائے غزوہ مدینہ کے اکثر مواقع پر انھیں مہاجرین سے مشورہ کیا۔ غزوہ مدینہ میں سارے صحابہؓ باوجود اختلاف رائے رکھنے کے شان نبوت کی وجہ سے مان گئے اور آپ جانتے تھے کہ عہدہ مدینہ

کی برکات کا علم قریش کو نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے آپؐ نے کسی پر ظاہر نہ فرمایا۔ اور یہ بات آپؐ کی نبوت اور صحابہؓ کے اخلاص و صداقت کی دلیل تھی کہ سب کو آپؐ کی رائے کے سامنے جھکنا پڑا۔

غزوہ خندق میں حضرت سلمان فادس کا مشورہ قبول فرما کر خندق کھدوائی۔ جنگ بدر میں ایک صحابی کے مشورہ سے مقام تبدیل فرمایا۔ غزوہ اُحُد میں تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی کثرتِ آراء کے مقابلہ میں اپنی رائے بھی ترک کر دی۔ آپؐ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دفاعی جنگ لڑی جائے جو میدانِ جنگ سے آسان اور نفع بخش تھی مگر اکثر صحابہؓ کی رائے اس کے خلاف تھی جو میدان میں کفر کے مقابلے میں لڑنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے انہی کی رائے پر عمل فرمایا۔ باقی حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ سے مشورہ نہیں لیا لان کی رائے کو قبول فرمایا۔ کیونکہ آپؐ کے سامنے اسلامی دعوت کے لئے ملک میں امن و امان کی فضا ضروری تھی۔ جو اسلام کی اشاعت کا واحد ذریعہ تھا۔ صحابہ کرامؓ فوری کامیابی کے خواہاں تھے وہ کفار سے کسی طرح بھی دُشمنی کے حق میں نہ تھے۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہ ان کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ آنے والے واقعات نے اس کی تصدیق کی اور صلی نام کی برکات کا اثر دنیا بھر میں پہنچ گیا مگر آپؐ نے اس وقت اس کا اظہار مناسب نہ سمجھا اور نہ امکان تھا کہ معاہدہ کے اثرات و برکات کا علم ہونے پر قسمیں معاہدہ سے انکار کر بیٹھتے۔

بہر حال بحیثیت امیرِ لشکر اسلام یہ آپؐ کی خوبی تھی کہ اہلِ لشکر کے مشورے سے کام کرتے تھے ورنہ کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو آپؐ کا حکم نہ مانتا۔

(۲۴) جنگی حالات کی دیکھ بھال

اس ترقی یافتہ زمانہ میں کانڈر کے لئے ایسی جگہ تجویز کی جاتی ہے جو نسبتاً محفوظ ہو اور وہاں سے وہ تمام فوج کو کنٹرول کر سکے۔ آپ اسی چیز کو بدر کی لڑائی میں پائیں گے جبکہ آپ کے لئے دو ریشمے برہمچر بنا دیا گیا تھا اور غزوہ خندق میں آپ پوری خندق کی دیکھ بھال فرما رہے تھے، جبکہ آپ کے لئے علیحدہ مقام بھی تجویز تھا۔

(۲۵) گوریلا جنگ، چھاپہ مار دستے (کمانڈو)

اس طرز جنگ نے آج خوب ترقی کی ہے، یہ بے قاعدہ جنگ ہے کہ جب بھی موقع ملے۔ انتہائی دن۔ دشمن یا اس کے اموال یا مواصلات وغیرہ کو نقصان پہنچانے کے لئے اچانک حملہ کر کے اپنے محفوظ مقام کو واپس آگئے۔ اس طرز جنگ نے دیت نام میں امریکہ اور فلسطین میں یہودیوں کو چوراپریشان کر رکھا ہے بلکہ بعض مقامات پر حکومتوں کا تختہ الٹ کر رکھ دیا ہے، الجزائر میں سالہا سال چھاپہ مار مسلمانوں نے ہزاروں طرح کے مصائب جھیل کر فرانس سے آزادی حاصل کی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اچانک حملے اور دشمن کو عظیم نقصان پہنچانے کے طریقے پر اس وقت عمل شروع کر رکھا تھا۔ آپ کے بہت سے فوجی دستوں نے دشمن کو تتر بتر یا مطیع بنایا۔ بہتوں کو موت سکے لگاٹ اتارا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ جس قوم سے ایسی جنگ لڑی جائے۔ اس کے ساتھ جنگ یا حالت جنگ قائم ہو کسی قسم کا معاہدہ یا مغایرت نہ ہو۔ اسلامی اور غیر اسلامی چھاپہ ماروں میں یہ فرق ضرور تھا کہ اگر مخالف فریق اطاعت قبول کر لیتا اور حق سکے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا یا اپنے مذہب پر قائم رہ کر جنگ نہ کرنے کا یا باہمی تعاون کا بلکہ غیر جانبدار رہنے کا بھی معاہدہ کرتا تو مسلمان فوجی دستے فوراً اس سے اعراض کرتے۔

ان کا مقصد ہی صرف قیام امن اور اپنا بچاؤ تھا کہ قریش جب حملہ کریں جو اسلام کی اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں تو یہ قبائل ان کا ساتھ نہ دیں۔ اس چھاپہ ماری کے لئے ایک مثال کعب بن اشرف یہودی کی بھی پیش کی جا سکتی ہے جس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانوں نے اسی طرح قتل کیا جس کا قصہ آپ اپنی جگہ دیکھیں گے اسی طرح ابو رافع بن ابی الحقیق کا واقعہ جو۔ آپ جنگِ خندق کے بعد پڑھیں گے۔ دونوں کو مسلمان چھاپہ ماروں نے ختم کیا۔

۳۱۔ رطلِ خامس (نفتہ کالم) پانچواں دستہ

دنیا کی دوسری جنگِ عظیم میں جرمنی کے ہٹلر نے ایک دستے کا نام نفتہ کالم رکھا تھا جو ہمیشہ ریشہ و انہاں کر کے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے تھا اس کو لوگ ہٹلر کی ایجاد سمجھ رہے ہیں۔ لیکن اس اصول کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بروئے کار لائے جب خندق میں چوبیس ہزار افراد قریش و قبائل عرب کے لشکر نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ عربوں کا ایک بڑا قبیلہ غطفان بھی اس لشکر سے مل گیا تھا اور عین وقت پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا ٹھوپ دیا۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کے باوجود قریش مکہ اور حملہ آور فوج سے مل گئے۔ موسم کی شدید سردی میا رات دن چوبیس ہزار لشکر سے خندق کی حفاظت جو باری باری سے حملہ کرتا اور مسلمانوں کو آرام کا موقع نہ دیتا تھا۔ معمول کام نہ تھا۔ یہود نے غداری کی اور عقبہ سے مسلم خواتین کے قلعہ پر حملہ کرنے کے مشورہ نے مسلمانوں کی پریشانی میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا۔ ان حالات میں ایک مسلمان مہتمی نعیم ابن مسعودؓ نے جس کے مسلمان ہونے کی اطلاع کافروں کو نہیں تھی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے وہ کردار ادا کیا جو آج کل امریکہ کی سی۔ آئی۔ ۱۰ سے ادا کر سکتی

ہے نہ روس کا فتنہ کالم، پھر کمال یہ ہے کہ جو کچھ کیا۔ اس میں جھوٹ بالکل نہ تھا۔ بنو قریظہ کے پاس جا کر کہا کہ تم کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے، انہوں نے مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر جنگ کا رخ مسلمانوں کے حق میں ہو جائے، کہیں یہ غطفان اور قریش تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ وہ تو چلے جائیں گے، مگر تم کو یہیں مسلمانوں کے پاس رہنا ہے پھر کیا تم تنہا ان کا مقابلہ کر سکو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ دونوں قبیلوں سے چند آدمی یہ اعمال کے طور پر اپنے پاس رکھ لو تاکہ وہ تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ ان کو بات پسند آئی۔ یہاں سے اٹھ کر قریش و غطفان کے پاس گئے ان سے کہا کہ کیا تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ انہوں نے اعتماد کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ بنو قریظہ مسلمانوں سے عہد کو توڑ کر پشیمان ہیں اور اپنے مستقبل سے ڈرتے ہیں۔ لیکن ہے تمہارے آدمی تم سے یہ اعمال کے طور پر لے کر مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ انہوں نے اس بات پر کان دھرا دوسرے دن بنو قریظہ کو مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کو کہا تو انہوں نے پہلے یہ اعمال کے طور پر آدمی مانگے قریش اور غطفان کو نعیم ابن مسعود کی بات پر یقین آگیا اور ان میں بددلی پھیل گئی اور ہوا کا طوفان آگیا، جس نے ان کے کیمپوں میں لادھم اور افراتفری مچا دی۔ اس طرح وہ راتوں رات بھاگ گئے اور خطرات کے مادل پھٹ گئے۔ ملک و ملت کے بچانے، حق کی حمایت کرنے، دعوت اسلام کی آزادی اور انسانیت کی سر بلندی کے لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنہ کالم کے طریق کار کی اجازت چودہ سو سال قبل دی تھی۔ جس پر آج عام ترقی یافتہ حکومتیں عمل کر رہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ آپ نے جائز ضرورت کے لئے ایسا کیا اور دنیا کی طاقتیں اجتماعی و انفرادی خود غرضی کے لئے کر رہی ہیں۔

(۲۷) قائد کی شخصیت

فوجی جرنیل قوی اور بہادر ہو اور دوسری اعلیٰ صفات سے مزین ہو لیکن اگر اس کی

شخصیت فوجیوں اور عوام کی نفروں میں کمزور ہو تو اس کا حکم ماننے یا اس کو دسپین قائم رکھنے کی۔ اہ میں مشکلات ہوتی ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صبا بٹنے اوائل عمر سے دیکھا اور جانا پہچانا تھا، نبوت سے پہلے بھی آپ عقیف، بلکہ امن۔ غریبوں کے نان، ضعیفوں سے مددگار مشہور تھے۔ پھر آپ کی نبوت پر ایمان لانے والے تو آپ کا حکم خدا تعالیٰ کا حکم سمجھتے تھے۔ وہ نبوت کی شان سے واقف تھے۔ اس پر مستزاد آپ کے وہ اخلاق کریم، جذبہ اخوت و مساوت اور عام ہمدردی و خیر خواہی وغیرہ صفات تھیں۔ جن کی وجہ سے آپ سب کی آنکھوں کے تارے تھے۔ پھر فوجی خدمات اور جنگی امور میں بھی آپ ان سے زیادہ تھے۔ اس وجہ سے آپ کی شخصیت کا اثر بھی آپ کی فوجی مہمات میں نمایاں تھا۔

(۲۸) حواس پر قابو

فوجی کمانڈر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ بڑے دل گردہ کا مالک ہو وہ ایسا نہ ہو کہ فحشابی کی شکل میں آپ سے باہر ہو جائے۔ اور اعتدال کو چھوڑ کر ظلم و ستم یا غیر شریفانہ اعمال پر اتر کر قتل کرنے لگ جائے اور ایسا بھی دہو کہ محنت اور خطرناک حالات میں حوصلہ ٹار جائے۔ اپنے نصب العین (مشن) اور عزت نفس کو بھلا بیٹھے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دونوں حالتوں میں اپنے نفس پر ایسا کنٹرول اور حواس پر اتنا قابو ہوتا تھا کہ عقلی انسانی دنگ رہ جاتی تھی۔

۱) فتح و نصرت کے وقت جب مکہ معظمہ فتح ہوا، آپ دیکھیں گے کہ اکیس سال کی جانی دشمن، اسلام کی دشمن، بدترین اور ذلیل حرکات کی مرتکب اور مجرم قوم کس طرح آپ کی رحمت و شفقت کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ وہ انتقامی موت سے نجات پا جاتی ہے بلکہ دنیوی اور دینی منافع سے مالا مال ہو کر

شرفِ انسانیت کی مبلغ بن جاتی ہے، پھر آپ کا عہد معظّم میں داخلہ ملاحظہ فرمائیے کوئی اور ہوتا تو نگلی تلوار ہراتے ہوئے اڑ کر قتل عام کا حکم دیتا۔ مگر آپ کا سر مبارک اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری سے سواری پر جھکا ہوا تھا۔ جنگِ بدر میں آپ نے دشمن کی شکست سے خوب فائدہ اٹھایا ان کا تعاقب کر کے ستر آدمی گرفتار کر لئے۔ عرضید فوج و کامرانی کے وقت بھی آپ حوصلے اور بلند ہمتی سے کام کرتے رہے۔

(ب) اسی طرح سخت اور ابتلا، و تکلیف کے وقت میں بھی جبکہ کچھ منہ کو آنا ہو تمام تند ابیر جواب دے بیٹھی ہوں، ظاہر بینوں کو کوئی راہِ نجات نظر نہ آتی ہو۔ بڑے بڑے بہادروں کے اوسانِ خطا ہو جاتے ہوں۔ اس وقت بھی سرورِ عالم کی استقامت خود معجزہ سے کم نہیں تھی۔ جنگِ اُحد میں جب آپ کو دشمنوں نے گھیر لیا تھا اور پتھروں اور تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ صحابہ منتشر ہو چکے تھے۔ آپ ہو بہا تھے۔ جانثاروں کی لاشیں ادھر ادھر ترپ رہی تھیں۔ آپ کوہِ وقاری کے ساتھ اُٹھ دس صحابہؓ کے ہمراہ محاصرہ توڑ کر اُحد پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تھے، آخر کار قریش کا محاصرہ توڑ کر چند صحابہؓ کی جان نثاری اور خونریز لڑائی کے بعد آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

اسی طرح حنین کے وقت جب اندھیرے میں دشمن کے اچانک حملے سے بارہ ہزار مسلمانوں کو بری طرح پسپا ہونا اور بھاگنا پڑا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساقی فوج کے پیچھے تھے آپ نے رفقاء کی مدد سے تعاقب کرنے والے دشمن کو روک دیا جن کی تعداد ہزاروں تھی اور پسپا ہونے والوں کو بلا کر واپس کیا۔ جس سے منٹوں میں جنگ کا نقشہ بدل گیا اور چھ ہزار آدمی دشمن کے گرفتار کر لئے گئے اس طرح کی استقامت اور نفس پر مکمل کنٹرول کی بغیر دوسرے جرنیلوں میں تلاش کرنا محضول ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ .

ترجمہ :- یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دیدے ۔

(۲۹) اجتماعی جنگ

دوسری جنگ عظیم میں جرمنی لیڈروں کا دعویٰ تھا کہ ہم نے انفرادی جنگ کو اجتماعی جنگ بنا دیا کہ جنگ صرف فوج کی فوج سے نہ رہی بلکہ پوری قوم کی جنگ پوری قوم سے ہو گئی اور قوم کے تمام وسائل جنگ کے لئے وقف ہو گئے، لیکن یہ اجتماعی جنگ بیسویں صدی کی ایجاد نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال سے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کیا۔ پوری قوم نے اپنے پورے وسائل استعمال کئے۔ سب نے مال دیا۔ جانیں پیش کیں۔ باور برداری میں حصہ لیا۔ مادی اور معنوی طور پر پوری قوم شریک جنگ رہی بلکہ سچے پوچھیں تو آپ نے جنگ کے لئے صرف فوج کو استعمال نہیں کیا نہ آپ نے اس وقت تنخواہ دار فوج رکھی تھی۔ قوم کی قوم فوج تھی۔ ہر مسلمان سپاہی تھا اور اللہ کی راہ میں جانے کا اعلان سن کر کوئی بھی گھر میں بیٹھے رہنے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ غزوہ تبوک اس کا پورا پورا مظہر تھا۔ ساری قوم معنوی، مادی اور سیاسی و اخلاقی طور سے جنگ میں شریک تھی جس کا مقصد علم کا استحصال اور عادلانہ نظام کا قیام تھا۔

(۳۰) محمل احتیاط اور پیش بندی

دوربینی اور ہر ممکن خطرے کا اندھوا، خونریزی سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر اور جنگ سے بچنے کی بھرپور کوشش۔

فتح مکہ کے دن کس کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا لشکر دس ہزار تھا پھر لوہے میں

ڈوبا ہوا اب اہل مکہ سے ان کے شکست کھا جانے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کوئی اور دنیا کا فاتح ہوتا تو بغیر سوچے سمجھے دشمن کے شہر پر حملہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجا دیتا اور قتل عام کا حکم دے دیتا اور دنیا والے بڑا بھی نہ کہہ سکتے کیونکہ ان دشمنوں نے اکیس سال تک جو کچر کیا تھا وہ سب کے سامنے تھا اور ان کا بس چلتا تو وہ مسلمانوں کا بچہ تک بھی زندہ نہ چھوڑتے، مگر آپ تو رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ تھے۔ آپ جانتے تھے کہ اہل مکہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ کی خواہش تھی کہ بغیر خون بہائے مکہ معظمہ پر قبضہ ہو جائے اس لئے آپ نے وہ تمام تدابیر اختیار فرمائیں جن کی وجہ سے قریش اتنے پست حوصلہ ہو جائیں کہ مزاحمت کا ارادہ بھی نہ کریں۔ اس طرح وہ بے ہودہ جانی نقصانات سے بچ جائیں۔ پھر اگر وہ مستحق ہوئے تو ان کا اعزاز و اکرام کو کسی مشکل بات ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے ادنیٰ اسے ادنیٰ کو کشش بھی نظر انداز نہیں کی۔ اس سلسلہ میں آپ فتح مکہ کے حالات میں مفصل بیان دیکھ سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۱) فوج کا امتحان

فوج کا امتحان بھی ہوا کرتا ہے۔ لائق جرنیل اس کا بھی پورا اطمینان کرتا ہے۔ بدر میں آپ نے صحابہ کرام سے دریافت کیا یا ان کا امتحان لینا چاہا ایک مہاجر حضرت مقداد نے فرمایا یا رسول اللہ! ہم اصحاب موسیٰ نہیں ہیں کہ کہہ دیں ”حاؤ تم اور تمہارا رب لڑو ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔“ یا رسول اللہ! ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑتے رہیں گے۔ آپ اگر ہم کو برک الغناد تک لے جائیں ہم لڑیں گے۔ (برک الغناد مین کی طرف مکہ معظمہ سے چار پانچ دن کے فاصلے پر ہے، حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ بولے ”یا رسول اللہ! شاید آپ انصار کی رائے دریافت

کرنی چاہتے ہوں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ہم کو دریا میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو بھی ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے خوش ہو کر دعا فرمائی۔

(۳۲) دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی

دشمن کو طاقت بڑھانے سے روکنے یا اس کو حق کے سامنے جھکانے کے سلسلے اقتصادی ناکہ بندی بھی کامیاب ہتھیار ہے اور بیسویں صدی عیسوی میں آج کل اس سے بڑا کام لیا جاتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب جہاد کی اجازت ہو گئی تو آپ نے اسلام کو مٹانے کا قطعی ارادہ رکھنے والی قوم قریش اور ملک بھر میں ان کے رسوم و عادات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے مدینہ پہنچ کر یہود اور مشرکین مدینہ سے مشترکہ دفاع کا معاہدہ کر کے پیش بندی فرمائی پھر آپ نے قرب و جوار کے قبائلی کو ساتھ ملانے کی سعی فرمائی اور ساتھ ہی قریش کے تجارتی قافلے جو مدینہ کے قریب سے ہو کر سمندر کے کنارے کنارے شام کو جاتے تھے ان کو روکنے کا فیصلہ کیا تاکہ دشمن جنگی ساز و سامان میں اضافہ نہ کر سکے۔ ترقی یافتہ قومیں آج جنگی توازن کا صاب لگاتی رہتی ہیں۔ آپ نے اسی وقت سے جنگی توازن کو قریش کے حق میں جوئے کی مزاحمت فرمائی، چنانچہ قریش کی شامی تجارت کو آپ نے خطرہ میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے قریش کی اس تجارت کو بھی بند کر دیا جو وہ عراق سے کیا کرتے تھے۔ شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جانے سے قریش نے شمال میں عراقی تجارت کی طرف رخ کیا۔ چنانچہ صفوان بن امیہ تقریباً ایک لاکھ روپوں کا مال اور قافلے کرادھرو روانہ ہوا۔ آپ کو اطلاع ملی۔ آپ نے فوراً حضرت زید بن حارثہؓ کی امارت میں سو سو اوروں کا دستہ بھیج دیا

جنہوں نے قزوہ کے مقام پر صفوان کو مایا - وہ بھاگ گئے۔ حضرت زید قافلہ پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ اس طرح آپ نے شمال کی طرف سے پوری پوری اقتصادی ناکہ بندی کر لی (قزوہ علاقہ نجد کا ایک مشہور پانی کا چشمہ تھا)۔

(۳۳) میدان جنگ اور علاقے کی واقعیت (سروسے)

وہی جرنیل کسی علاقے کے کنٹرول میں کامیاب ہو سکتا ہے جو اس پورے علاقے کا سروسے کرے۔ وہاں کی آبادیوں اور علاقوں اور ان کے تعلقات سے پوری پوری واقفیت حاصل کرے۔ آج کل مختلف طریقوں سے دشمن کے ملک اور علاقوں کے نقشے حاصل کئے جاتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جب جنگ کی اجازت ہو گئی۔ چاروں طرف سریے دھوٹے چھوٹے فوجی دستے جن میں آپ خود شریک نہ ہوتے، روانہ فرمانے شروع کر دیئے۔ دوسرے فوائد کے سوا مسلمانوں کو سارے علاقہ سے واقعیت ہو گئی جو آنے والے واقعات کے لئے ضروری تھی۔ بیسیوں فوجی کمانڈر تیار ہو گئے۔ جنگ کی تربیت ہوتی رہی۔ پیدل سفر۔ رات کے سفر اور بھوک پیاس کی ٹریننگ کرا دی۔ دشمنوں کی طاقت اور اسلحہ کا اندازہ ہو گیا اور ملک بھر کی اطلاعات فراہم ہو گئیں۔ اس واقعیت نے آئندہ بڑا فائدہ پہنچایا۔

(۳۴) فوری تجاویز۔ اسکیمیں اور ان پر عمل

سب سالار کی اولین خوبی یہ ہے کہ وہ فوری تدابیر و تجاویز سوچے ان کے مطابق نقشہ تیار کر کے اس پر عمل کرے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارد گرد کے سینکڑوں قبائل کو رام کرنے کی تدبیریں کیں۔ احکام دیئے اور

ان پر عمل کیا۔ بعض دشمن قبائل کو خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ آپ کا فوجی دستہ ان کو گھیر لیتا۔ یا اپنا حملہ کر دیتا۔ جنگِ خیبر کے وقت آپ نے عجیب فوجی تجویز فرمائی کہ ایک فوجی دستہ قبیلہ غطفان کی طرف روانہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ لڑائی اور اپنے اوپر حملے کے ڈر سے یہود کی مدد کو نہ آ سکے ورنہ ان کا اور یہود کا معاہدہ تھا۔ اس طرح آپ نے بڑی فوجِ خیبر کے محاصرے پر لگا دی۔ جس سے خیبر کے سارے قلعے فتح ہو گئے۔ اسی طرح اُحد اور خندق کی لڑائیوں میں آپ نے اطلاع ملتے ہی فوری تدابیر طے کر کے دشمن کے آنے سے پہلے ہی ان پر عمل شروع کر دیا۔

(۳۵) فوج کا شعار (وارورٹی)

آج کل بھی ضرورتاً اس پر عمل کیا جاتا ہے کہ دوست اور دشمن کے درمیان تمیز کے لئے کوئی لفظ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جو شخص وہ لفظ بول دے وہ اپنا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے سوا بھی اطلاعات وغیرہ میں خاص الفاظ خاص معنوں کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اہل اسلام قدیم زمانہ سے اس اصول پر عمل کرتے رہے۔ چنانچہ جنگِ بدر میں آپ نے مسلمانوں کا شعار دوار و رڈن اُحد اُحد مقرر کیا تھا۔

(۳۶) شرکتِ جنگ

وہ کانڈریا فوجی افسر بہادر سمجھا جاتا ہے جو کبھی کبھار خود بھی شریکِ جنگ ہو۔ اس سے لشکر کے حوصلے بڑھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی مثال آپ تھے۔ آپ بنفسِ نفیس جنگ میں حصہ لیتے رہے خود سامنے موجود ہوتے تھے اور جب مشرک ابی بن خلف نے کوہِ اُحد پر چڑھ کر آپ کو لگا مارا

اور صحابہؓ اس کی طرف بڑھنے لگے، آپؐ نے روک دیا اور خود اس کو نیزہ دے مارا، جس سے وہ بھاگ گیا اور اسی زخم سے مر گیا۔ غزوہ خندق میں آپؐ خندق کھودنے میں برابر کے شریک رہے۔ غزوہ حنین میں آپؐ نے دس آدمیوں کی معیت میں ہزاروں دشمنوں کا راستہ روک لیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے گرد بڑی تعداد مسلمانوں کی جمع ہو گئی۔

(۳۷) جنگ کی محدودیت، امن کا شوق اور حقیقت پسندی

ایک صحیح اور قابل سپہ سالار کا فرض ہے کہ وہ بے ضرورت جنگ نہ کرے اور جنگ کا دائرہ ضرورت تک محدود کرے۔ اصل مقصد انسانوں کو قتل کرنا نہیں بلکہ امن ہے تاکہ دعوتِ اسلام کی راہ آزاد ہو اور ظلم کا انسداد ہو سکے۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بیت نام میں برسوں بے گناہوں پر گولہ باری کی جائے یا کسی بھی ملک پر حملہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے کہ قیام امن کے لئے یہ ضروری ہے مگر امن امن کے الفاظ کے اندر استعمار اور توسیع سلطنت کے مذموم عزائم کا رفرما ہوتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل اور تعلیمات میں آپؐ کو ہر جگہ قیام امن اور انسانی جانوں کے بچاؤ کا سامان نظر آئے گا۔

۱۔ اجتماعی امن

اس سلسلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات دو یقین ہوں تو ایک طرف صلح حدیبیہ کا پورا اقتضہ پڑھیں کہ کس طرح آپؐ نے ظاہری وقار کا خیال چھوڑ کر صحابہؓ کی مرضی کے خلاف صلح کے لئے پوری پوری کوشش فرمائی۔ دوسری طرف اسلام کا اصولی امن قرآن میں پڑھیں۔

وان احد من المشركين استجاركم فاجره
ترجمہ :- اور اگر مشرکوں میں سے کوئی امن مانگے تو اس کو امن دے دیدو۔
دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مان لیں اور خدا پر بھروسہ کریں۔
بلکہ بعض اوقات دشمن نے آمادگی ظاہر نہیں کی مگر آپ نے جنگ بند کر دی چنانچہ
جنگ ہوازن کے بعد جس کو جنگ حنین بھی کہتے ہیں۔ آپ نے طائف کا محاصرہ فرمایا
جو عرصہ تک جاری رہا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ ثقیف کے پاس قلعہ میں بہت
دنوں کے لئے سامان جنگ اور راشن موجود ہے تو آپ نے محاصرہ اٹھالیا۔ تھوڑے
ہی عرصہ بعد یہ قبیلہ خود مدینہ منورہ آکر مشرف بالاسلام ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد اسلام
ہی عرب کی واحد طاقت تھی، لیکن آپ نے بھوٹے وقار اور غلط رعب (پریشانی)
کا قطعاً خیال نہیں فرمایا بلکہ حقیقت پسندی کے تحت انسانی جانوں کو بچانے
کے لئے محاصرہ اٹھالیا۔

ب۔ انفرادی امن

جب فتح مکہ کی صبح کو قبیلہ بنو خزاعہ نے ایک پرانے دشمن کو کسی قتل کے بدلے
مسارڈا لایا آپ کو سخت رنج ہو ا حالانکہ بنو خزاعہ آپ کے حلیف تھے اور غالباً انہوں
نے اسی جرات پر یہ کام کیا تھا۔ آپ نے تقریر فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا :-
اے گروہ خزاعہ قتل سے باز آ جاؤ اگر یہ کوئی مفید چیز ہے تو بہت ہو چکی ہے۔
آئندہ کسی نے کسی کو قتل کیسا تو وارثوں کو اختیار ہوگا۔ چاہیں تو قصاص لیں چاہیں تو
دیت وصول کریں۔ تمہارے اس قتل کی مجھے دیت ادا کرنی ہوگی۔ چنانچہ آپ

نے اس کی پوری ریت ادا فرمادی۔

ایک اور واقعہ اس سے بھی عجیب ہے۔ فتح مکہ کے بعد آپؐ خانہ کعبہ کا حواف فرما رہے تھے۔ ایک شخص فضالہ بن عمر آپؐ کے قریب ہو گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ موقعہ پاک کر آپؐ کو شہید کر دے۔ آپؐ نے اس کو دیکھ کر بھانپ لیا۔ اس کو بلا کر پوچھا تم دل میں کیا کہہ رہے تھے۔ اس نے کہا کچھ نہیں خدا کو یاد کر رہا تھا۔ آپؐ مسکرا گئے۔ اس پر مہربانی کی اور اپنا مبارک ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا جب وہ چلا تو کہنے لگا کہ آپؐ نے ہاتھ اٹھایا تو میرے دل میں آپؐ کی محبت دنیا و مافیہا سے زیادہ تھی۔ جنگ بدر کے بعد صفوان بن امیہ اور عمر باتیں کرتے ہوئے افسوس کر رہے تھے۔ عمر بن وہب نے کہا کہ میں جا کر ان کا کام تمام کئے دیتا ہوں۔ تلوار لی نہر میں بھائی اور مدینہ منورہ چلا آیا۔ حضرت عمرؓ اس کو پکڑ کر آپؐ کے پاس لے آئے آپؐ نے پوچھا کیسے آئے۔ کہا میرا بیٹا بھی گرفتار ہے اس کو چھڑالے آیا ہوں۔ غریب آدمی ہوں آپؐ مہربانی فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اور صفوان کیا مشورہ کر رہے تھے۔ وہ حیران ہو گیا کہ وہاں تو اس کے اور بڑے سوا کوئی اور آدمی نہ تھا۔ مگر پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ بہر حال اجتماعی امن ہو یا انفرادی آپؐ ہر وقت اس کو پیش نظر رکھتے اور انسانی زندگی بحال رکھنے کے لئے بر تدبیر فرماتے۔

فتح مکہ و جنگ ہوازن کے بعد آپؐ نے قریش کو مال غنیمت سے مالا مال کر دیا اس کی یہی توجہ تھی کہ قریش عرب بھر میں بہادر تھے۔ اوروں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ بہت زیادہ مالدار تھے، پھر خانہ کعبہ ان کے شہر میں تھا۔ یہ معمولی بات نہ تھی۔ کہ وہ قریش اپنی تمام تر برتریوں کو چھوڑ کر ذلت کے انجام کو آسانی سے قبول کر لیتے۔ آپؐ نے ان پر احسانات کر کے ان کے دل موہ لئے۔ کوئی انتقامی کارروائی نہ کی اور

وہ سب اسلام کو قبول کرنے کے لئے دل سے تیار ہو گئے۔ اسلام اور اسلامی اصول کو تو وہ پہلے ہی سمجھ چکے تھے اور جنگوں میں بھی وہ مسلمانوں کی روحانی قوت، خدا پر بھروسہ اور اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد کو آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ صرف خدا اور بہت دھرم کی وجہ سے وہ دنیا سے عرب میں اپنی برتری سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے۔ مگر جب انہوں نے اسلام میں عزت ہی عزت دیکھی جس میں ان کی برتری پر بھی کوئی حرف نہیں آ سکتا تھا ان کے دل اسلام کے لئے خود آمادہ ہو گئے۔

(۳۸) جنگی چال

فوج کا جو افسر جنگی چالوں سے واقف نہ ہو وہ کیسے فوج کو عمدگی سے لڑا سکے گا۔ جنگ کے اندر دشمن کو نیچا دکھانے یا مفادات حاصل کرنے کے لئے جو چال اختیار کی جائے وہ آج کے قوانین جنگ میں مسلم ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو الحروب خدعۃ فرما کر جہاد کا نام ہی جنگی چال رکھ دیا ہے۔ یہ لفظ عام استعمال کے مطابق ہے ورنہ جنگی چالیں دراصل جنگی تدبیروں کا نام ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری جنگوں میں حسن تدبیر ہی تھی جس نے دشمن کو نیچا دکھایا۔ یہاں چند تدبیروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو آپ جنگ خندق میں پڑھیں گے کہ حضرت نعیم بن مسعودؓ کے ذریعے آپ نے مشرکین یہود کو نین حالت جنگ میں کس طرح جُدا جُدا کر ڈالا۔ جس کا نتیجہ قریش کی دائمی شکست اور یہود بنو قریظہ کے خاتمے کی صورت میں نکلا۔ جنگی چال کی مثال یہ بھی پیش کر جاسکتی ہے کہ آپ نے خیبر کی جنگ میں کس طرح عظیم قبیلہ غطفان کو یہودیوں کی امداد سے روکے۔ کھا۔ تیسری تدبیر یہ ہے کہ آپ نے یہود کے تمام قلعوں پر محوٹی محوڑی فوج لگا کر ان کو مصروف رکھا اور بڑی فوج سے ایک ایک قلعہ فتح کیا اور

باقی قلعے والوں کو ایک دوسرے کی امداد سے روکے رکھا۔ ہزاروں غطفانی باہر سے حملہ کر دیتے تو محاصرہ کرنے والے مسلمانوں کے لئے کتنی مشکلات ہو جاتیں۔

چوتھی تدبیر طائف کے محاصرہ کی ہے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو جو غلام ہمارے ساتھ ملیں گے وہ آزاد ہوں گے۔ یہ اعلان سن کر غلاموں کی ایک بڑی تعداد طائف والوں سے بھاگ کر مسلمانوں سے آئی۔ ان سے جب یہ حالات معلوم ہوئے کہ قلعہ طائف میں مہینوں کا راشن پانی اور اسلحہ موجود ہے جس کی وجہ سے وہ جلد قلعہ پر قبضہ نہ ہونے دیں گے۔ ان بیچاروں کا کیوں خون بہایا جائے جلد یا بدیر خود ہی آجائیں گے، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ مدینہ منورہ آ کر مسلمان ہو گئے۔ آج کل اشتہارات پھینک کر دشمنوں کے آدمیوں میں پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبانی اعلان کر کے چند آدمی بھی حاصل کر لئے اور قلعہ کے اندر کی معلومات بھی یہاں کر لیں۔

(۳۹) شہر اور راستوں کی لڑائی

قتال المدن والشوارع

جب ایک قوم اپنے شہر کے اندر رہ کر سڑکوں اور مکانوں میں دشمن کا مقابلہ کرے تو حملہ آور فوج کے لئے یہ جنگ بڑی مشکل اور خطرناک ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے بنو نضیر پر حملہ کیا تو ان کے سامنے یہی مشکل تھی۔ اسی طرح جنگ خیبر میں بھی ہوا۔ دشمنوں نے راستوں میں جا بجا پتھروں کے ڈھیر لگا کر ان کو مورچے بنادیا۔

مکانوں سے بھی لڑتے رہے۔ وہ اپنے شہر کے مکی کوچوں سے پورے واقف تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں نہ کروفر کا طریقہ اختیار فرمایا کہ یکدم حملہ کیا جائے، اگر مزاحمت سخت ہوئی یا شک گئے تو یکے پہنچ کر دوبارہ حملہ کیا جائے اور نہ ہی آپ نے صف آرائی کا طریقہ اختیار فرمایا۔ بلکہ بعض صحابہؓ کو آرام کرنے دیا اور بعض کو لڑتے ہوئے آگے بڑھنے اور آہستہ آہستہ مکانوں اور سڑکوں پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جنگیں بڑی کامیابی سے لڑائیں۔ ایک ایک راستے کو صاف کرتے اور قبضہ کرتے جاتے تھے۔ آج اسی سڑک اور مکان پر قبضہ کیا کل دوسرے پر۔ اسی طرح نہایت احتیاط سے پیش قدمی کرتے ہوئے پورے علاقہ پر قبضہ کر کے قلعہ بند فوجوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا، جبکہ دوسری جنگِ عظیم میں مسلمان گڑھ میں شہر کے اندر کی لڑائی میں آخر تک جرمنی روسیوں کو شکست نہیں دے سکے۔

(۴۰) پروپیگنڈے کی قوت کا اندازہ

جنگِ خندق کی سخت حالت میں جب یہ اطلاع ملی کہ یہود بنی قریظہ عہد شکنی کر کے قریش اور عرب قبائل سے مل گئے ہیں جس سے دوسری طرف یعنی اندر سے مدینہ منورہ پر حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو صحیح اطلاع حاصل کرنے کے لئے بنو قریظہ کی طرف بھیجا و اقصیٰ صحابہؓ نے واپس آکر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہودیوں کی عہد شکنی اور دشمنوں سے مل جانے کی خبر ایسا انداز میں سنائی کہ دوسرے لوگ نہ سمجھ سکیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو اس وقت بھی پروپیگنڈے کے اثرات کا علم تھا۔ جس کے لئے آج کل باقاعدہ منظرین اور وزارتیں قائم کی جاتی ہیں۔ خدا نخواستہ یہ خبر مسلمانوں میں عام طور پر پھیل جاتی تو

بدول پھیلنے کا امکان تھا۔ اس لئے بڑی احتیاط سے کام لیا گیا۔ آپ نے غلط تو غلط رہی
 صبیح بات کو بھی مشہور نہیں ہونے دیا۔ جس کا برا اثر پڑ سکتا تھا۔ اسی طرح آپ نے حکیم کعبہ
 کو (جو کعبہ شریف کا ایک حصہ اور علیحدہ ہے) کعبہ میں ملانے سے اس لئے احتراز فرمایا کہ
 اس کے باہر سے طواف کیا جاسکتا ہے جس سے مذہبی نقصان تو کوئی ہوتا نہیں اور ملانے
 سے خواہ مخواہ لوگوں میں غلط پروپیگنڈا ہونے کا خطرہ تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کی روایت سے واضح ہے۔

(۴۱) خضیبہ میں اسلحوں کی ابتداء

آج کل رسائل مکتومہ یعنی خضیبہ میں اسلحوں کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ اس
 کی ابتداء سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آپؐ نے ہجرت کے بعد حضرت
 عبد اللہ بن حمشؓ کی سرکردگی میں ایک دستہ مکہ معظمہ کی جانب روانہ فرمایا اور اس کو ایک
 خط لکھ کر یہ حکم دیا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس کو پڑھو اور پھر اس پر عمل کرو، یہ
 بھی فرمایا کہ اس وقت اپنے رفقاء کو اختیار دیدو کہ وہ واپس آجائیں یا تمہارے
 ساتھ رہیں۔ چنانچہ خط دو دن کے بعد کھولا گیا۔ اس میں حکم تھا کہ آگے مقام نخلہ تک بڑھتے
 چلے جاؤ، یہ مقام کائف اور مکہ کے درمیان ہے اور قریش کی حرکات اور ارادوں کا
 حال معلوم کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ حضرت عبد اللہ بن حمشؓ کے
 ساتھیوں نے رفاقت ہی کو پسند کیا۔

(۴۲) سرد جنگ اور حدود مملکت کی خلاف ورزی کا السداد

آج کل سرد جنگ کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ دو بڑی طاقتیں جب تک کلمہ کھلا
 ایک دوسرے سے نبرد آزما نہیں ہوتیں۔ اندر ہی اندر وہ ایسی تدبیریں کرتی ہیں کہ

دشمن کے حامی کم اور اپنے دوست زیادہ ہو جائیں۔ دشمن کو مالی و اقتصادی نقصان پہنچے۔ اس کی تجارت کمزور ہو۔ راستوں پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جنگ بدر سے پہلے بھی اور اس کے بعد خصوصاً جنگ احد تک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو جہات سرفرمائیں، جو جو دستے بھیجے وہ ان قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے تھے یا قبائل کو اسلامی طاقت سے مرعوب کرنا تھا، دفاعی یا غیر جانبدار رہنے کے معاہدات کے لئے تھے۔ یا ان راستوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے جو شام و عراق و نجد کو جاتے ہیں۔ اس طرح آپ نے حدود و مملکت کی خلاف ورزی کو بھی روک دیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے نہایت حکیمانہ انداز اختیار فرمایا۔ اگر آپ ان تمام علاقوں پر اپنے تسلط اور بالادستی کا اعلان فرمادیتے تو بعض قبائل میں اشتعال پیدا ہوتا۔ آپ نے وفود یا فوجی دستے بھیج کر سارے معاملہ طے کرادئے اور غلام قریش کو مسلمانوں کی حدود سے گزرنا دشوار کر دیا۔ ان حملوں سے اگر مقصد غصب و نہب اور لوٹ کھسوٹ ہوتا تو مسلمان مال لوٹ کر فوراً واپس آتے تاکہ دوبارہ دشمن حملہ کر کے یا گھیر کر مال واپس نہ لے لیں۔ مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔ مسلمان بنی سلیم میں دو ماہ ٹھہرے رہے بنی ثعلبہ اور بنی مسارب کے شہروں میں پورا مہینہ رہے۔ آج کل کی اصطلاح میں اسے سرد جنگ کہتے ہیں، جس پر آپ نے چودہ سو سال پہلے عمل کیا۔ فرق وہی ہے کہ آج کل ظلم و عدوان اور لوٹ کھسوٹ کی نیت سے کیا جاتا ہے اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلسل تیرہ سال صحابہؓ سمیت انسانیت سوز مظالم برداشت کرنے اور بلک پھوڑ دینے کے بعد عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے اختیار کیا جبکہ آپ کو اس کا یقین ہو گیا تھا کہ قریش کس حالت پر اسلام کی تیغ کشی سے باز نہ آئیں گے۔

(۴۳) مالِ غنیمت کا سرکاری انتظام

آئی مہذب اور ترقی یافتہ کہلانے والی قومیں دشمن کے چھوڑے ہوئے سامانِ جنگ اور مال و دولت کو سرکاری طور پر جمع کرتے ہیں تاکہ لاکھوں کروڑوں کا مال فوجیوں اور عوام کے ہاتھوں بے قاعدگی سے ضائع نہ ہونے پائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگِ حنین کی فتح کے بعد جتنا بھی مالِ غنیمت تھا وہ باقاعدہ جمع کر کے اکر مقامِ جبرائیل میں رکھوا کر اسی پر مضبوط پہرہ لگوا دیا۔ یہ مقام دشمن سے دور اور محفوظ تھا اور آپ کے علم کے مطابق کسی مسلمان نے اس سے ذرا برابر چیر تک نہیں اٹھائی۔

(۴۴) ابداعِ ضرورتِ جنگ کی خاطر نئی ایجاد یا ایسا

عمل کہ دشمن کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو

کسی بھی فوجی افسر کا یہ کمال ہے کہ وہ مشکل کے وقت عین حالتِ جنگ میں کوئی نیا مفید ہتھیار یا ایجاد یا طریق کار اختیار کرے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کے محاصرہ میں جب آپ نے دیکھا مسلمان قلعہ کے قریب پتھروں اور تیروں کی بارش کی وجہ سے نہیں جاسکتے تو آپ نے ایک متحرک قلعہ بنوایا۔ مضبوط قسم کی مکڑیوں کا قلعہ نما خیمہ سا تیار کیا۔ اس پر سخت چڑے چڑھائے گئے اور اس کو اتنا مضبوط کیا گیا کہ تیر اس پر اثر نہ کر سکیں، چنانچہ اس کی آڑ اور حفاظت میں مسلمان فوجیوں نے آگے بڑھنا شروع کیا اور اس میں خاصی کامیابی حاصل کی مگر دشمن نے اس کا نوڑ تلاش کر لیا۔ انہوں نے بوسے کی سیخیں گرم کر کے

پھینکی شروع کر دیں جس سے یہ قلعہ بے سود ہو گیا۔ بہر حال آپؐ نے قلعہ سر کرنے کے لئے اس وقت کے حالات و مواد کے مطابق بہترین تدبیر فرمائی اور جب یہ معلوم ہوا کہ قلعہ سامان و ضروریات کی فراوانی کی وجہ سے جلد فتح نہیں ہو سکتا تو طرفین کی جانیں اور وقت ضائع کرنے سے بچتے ہوئے اور دینی تبلیغی کاموں۔ اور جنگ جین و فتح مکہ کے نتیجہ میں انتظامات کو اہمیت دیتے ہوئے محاصرہ اٹھالیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اہل طائف نے خود بخود مدینہ منورہ میں آکر اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح آپؐ نے منجیق کے ذریعہ بھاری تیر اور پتھر پھینکنے کا طریقہ اختیار کر کے حتی الامکان مادی اسباب کی ترغیب دی اور محاصرہ اٹھالینا پیغمبرانہ اقدام تھا جس میں سراسر حکمت ہی حکمت تھی۔ یہی اہل طائف تھے جو بہت جلد مدینہ منورہ آکر مسلمان ہو گئے پھر حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں فتنہ ارتداد اور عام فسادات کے وقت اہل حرمین شریفین کی طرح اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے۔ محاصرہ اٹھانے میں امن عالم کے لئے یہ ہدایت بھی تھی کہ جھوٹے وقار اور رسمی رعب و اب کی خاطر انسانی جانوں سے نہ کھیلا جائے ورنہ تمام عرب کی عظیم طاقت بن جانے اور مکہ معظمہ فتح کر لینے کے بعد کوئی دنیا دار جرنیل ایسا کرنے کو یقیناً خفت و ذلت سمجھتا اور یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی مشیت جانکر محاصرہ اٹھالیا کہ یہ خود بخود وقت مقررہ میں آکر مسلمان ہو جائیں گے جس میں غیبی اشارہ شامل حال ہو سکتا ہے۔

ابداً کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی منافقؓ نے انصار و مہاجرین میں غزوہ بنی مطلق کے موقع پر آپس میں دُور سی پیدا کرنے کی ناپاک کوشش کی اور وہ اپنے اپنے حامیوں کو بھی بلانے لگے۔ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپؐ نے اس متوقع بحث یا جنگ کے کو باطل کر اسے

طریقہ سے ختم فرمادیا۔ اسی وقت صحابہ کرامؓ کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور رات دن مسلسل سفر کرایا۔ سارے صحابہؓ جو آپؐ کے حکم کی تعمیل کو زندگی کا حاصل سمجھتے تھے، چود چود ہو گئے۔ آخر میں جب قیام فرمایا سب پر فوراً غلبہ کر لیا۔ جب جاگے تو تمام خیالات بھولے ہوئے تھے ساری بات ختم ہو گئی تھی۔

ایک اور مثال ابداع کی عجیب ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب علم ہوا کہ خالد بن سفیان ہذلی جو بنی لبیان کا رئیس ہے لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنا یا مسلمانوں سے لڑنا چاہتا ہے تو آپؐ نے صرف ایک صحابی حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ خدا کی شان کہ وہ یعنی خالد بن ابوسفیان ہذلی اہل و عیال سمیت راستے میں مل گیا۔ اس نے پوچھا تو صحابی یعنی حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے فرمایا کہ میں ایک عرب ہوں، سنا ہے کہ تم لڑائی کرنا چاہتے ہو، اس لئے میں بھی آگیا۔ اس نے اصل حقیقت نہ سمجھ کر صحابیؓ کو ہمراہ لے لیا۔ اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو جب موقع ملا اس کو قتل کر کے واپس ہو گئے۔ اس طرح صرف ایک آدمی کے قتل سے بھاری جنگ کا تصور ہی ختم ہو گیا۔ اس کے حمایتی اور ساتھی منتشر ہو گئے اور لڑائی کا موقع ہی نہ آیا۔ اس سے ایک تو آپؐ کی پیغمبرانہ شان کا ظہور ہوتا ہے کہ صرف ایک صحابیؓ کو روانہ کیا جو دراصل تکمیل کار کے لئے کافی تھے۔ دوسرے اس صحابیؓ نے جو طریقہ جنگ بند کرنے کے لئے اختیار کیا وہ بھی نیا تھا جو خالد بن ابوسفیان ہذلی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ تیسرے صحابیؓ کی عقل و تدبیر اور حاضر جوابی کی بھی تعریف کرنا پڑتی ہے۔ کہ ان کی توریہ آمیز اور ذوجہتیں گفتگو سے دشمن نے دھوکا کھا کر اپنی مہم ختم کرادی۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات و ظروف میں اور آپ کی تعلیم و صحبت کی برکت سے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے ایسے طریقے بھی اختیار کئے جو مخالف کے زاویہ نگاہ میں نہ تھے۔

(۴۵) مقابلہ میں جرات اور بالادستی کا مظاہرہ

زندگی میں دشمن سے لڑائی ہی ایک ایسا وقت ہے کہ اس میں جرات و شجاعت اور بالادستی کا مظاہرہ کرنا عین تقاضائے فطرت و ضرورت ہے۔ ایسے موقعہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فخر و مباہات کی بھی اجازت دی ہے۔ جس کو آپ نے اُنہی وقت بھی صحیح نہیں ٹھہرایا۔ غزوہ حنین میں جب دشمنوں کا دباؤ بہت بڑھ گیا اور عام اہل اسلام تعداد کی زیادتی کی وجہ سے حقیقت سے ناواقف ہو کر سپاہِ مور ہے تھے اور دشمن خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی قریب پہنچ رہا تھا۔ حضرت عباسؓ نے آپ کی سواری کی نگام پکڑ رکھی تھی اور آپ کو دشمن کے ہجوم اور خطرناک حملے سے نکلنا چاہا۔ آپ خچر سے کود پڑے اور فرمایا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ ط

سترجمہ: ”میں خدا کا نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“
اب حضرت عباسؓ نے زور کی آواز دے کر مسلمانوں کو متوجہ کیا پھر کیا تھا دس بارہ ہزار کا لشکر اپنی اپنی جگہ مصروف جنگ ہو گیا اور کم و بیش سو صحابہؓ و حضوٰر کے گرد جمع ہو گئے پھر تھوڑی ہی دیر میں نقشہ جنگ بدل گیا اور یہ عظیم فتح صرف آپ کی استقامت کا نتیجہ تھی۔

آپ نے جنگِ احد کے موقع پر اپنی تلوار ایسے شخص کو دینی چاہی جو اس کا

حق ادا کرے۔ حضرت ابو دجانہؓ نے دریافت فرمایا کہ انھیں کا حق ادا کرنے کا کیا مطلب ہے آپؐ نے فرمایا ایسا چلے کہ ٹیڑھی بو جائے آپؐ نے مرصعہ فرمایا وہ لے کر سر پر پٹی سخت باندھی اور سب کے سامنے چکر لگانے لگے۔ حضرت ابو دجانہؓ جب سرخ پٹی باندھتے تو لوگ سمجھتے کہ خوریز رٹاؤں کے لئے تیار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ حال اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے صرف جنگ ہی میں اس کی اجازت ہے۔ ہجرت کے ساتویں سال یعنی جب آپؐ معاہدہ حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ القضاء کے لئے تشریف لے گئے تو تمام قریش مکہ جھوٹ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور مسلمانوں کا تماشا دیکھنے لگے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ غار کعبہ کا طواف کرتے وقت پہاڑوں کی طرح طعنے مار مار کر (اکڑ کر) چلو تاکہ اہل مکہ کمزور نہ سمجھیں۔ اس طرح آپؐ نے کسی موقع پر کفار کو یہ باور کمرے نہیں دیا کہ مسلمان کمزور ہیں۔ حالت جنگ میں کفار کے مقابلہ میں بالادستی کا مظاہرہ آپؐ نے اس وقت بھی کیا جب جنگ احد میں پوری تکلیف کے بعد آپؐ نے احد کے پہاڑ پر مورچہ سنبھالا تو ابوسفیان بولا کہ کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زندہ ہیں اسی طرح اوروں کا بھی دریافت کیا، لیکن جب اس نے نعرہ لگایا اَعْلٰی هٰذَا مَجْلِسُ رَحْمَتٍ کی جے۔ آپؐ نے صما بڑ سے فرمایا جواب دو اَعْلٰی اَعْلٰی وَاَحْسَلُ کہ اللہ ہی سب سے بلند اور بڑا ہے۔ جب ابوسفیان نے کہا ”اچھا اگلے سال پھر لڑیں گے۔“ آپؐ نے صما بڑ سے فرمایا انہوں نے فوراً ابوسفیان کا چیلنج قبول کر لیا۔ بہر حال جہاں آپؐ نے انتہائی تواضع کی تعلیم دی ہے وہاں جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں اُڑنے، فخر کرنے، چیلنج کو قبول کرنے اور ہر طرح کی بالادستی اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کا سبق سکھایا ہے، اگر کوئی نوجوان افسر خود ہی کمزوری دکھائے تو اس کے ساتھیوں پر اس کا کتنا بُرا اثر پڑ سکتا ہے اور دشمن کتنا دیر سو کر حملہ آور ہوگا۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ پر تو پورا بھروسہ تھا مگر فی حرب

کے لحاظ سے بھی آپ کبھی جنگ میں اپنی فوج کا حوصلہ کمزور ہونے والی بات نہیں کہتے تھے چنانچہ آپ کے صحابہ آپ کے ساتھ ہمیشہ خوشی سے لڑے اور خوشی سے مرے۔ اسلام کی آخری فتح پر وہ سب کے سب یقین رکھتے تھے۔

(۴۶) تدریبِ عنیف (سخت ٹریننگ)

آج کل فوجوں کو درجہ بدرجہ ٹریننگ دی جاتی ہے اور آخر کار ان کو بھوک، پیاس اور لمبے سفر وغیرہ کا عادی بنایا جاتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری بڑے سفر غزوہ تبوک میں تیس ہزار کے لشکر حیار کو جو سخت ٹریننگ دی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

گرمی کا موسم ہے تو چل رہی ہے، ریت اڑ رہی ہے۔ پانی کی کمی ہے۔ راشن نامکمل ہے سفر مہینے بھر کا ہے۔ فصلیں تیار ہیں جن کو چھوڑ کر جانا ہے اور شاہِ روم سے جنگ کرنی ہے۔ اور کسی باقاعدہ بڑی حکومت سے یہ پہلی ٹکر ہے۔ آپ کے حکم پر سب صحابہ قحط کے وقت بھی تمام تیار فصلیں چھوڑ کر سفر پر تیار ہو جاتے ہیں۔ راستے میں بھوک پیاس کی حد ہو جاتی ہے۔ صحابہ سواری کے اونٹ ذبح کر کے ان کے اندر کا پانی حاصل کرتے ہیں ایک ایک کھجور پر گزارہ ہے مگر سب کچھ برداشت کر کے مقام تبوک پہنچ جاتے ہیں۔ دنیا اس جانفشانی جفاکشی اور صبر آزمائی ٹریننگ کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ پھر دنیا والوں کی فوجوں کے سامنے دنیوی مفادات اور سبز باغ ہوتے ہیں۔ یہاں تو فی سبیل اللہ جہاد اور اعلا کلمۃ اللہ کے سوا کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ اس کا مفصل حال آپ کو غزوہ تبوک اور اس کے نتائج سے معلوم ہوگا۔

(۴۷) جنگی قانون کے خلاف ورزی کی سزا

..... اگر کسی جگہ مارشل لاء کا قانون لاگو ہو یا کسی قوم کو جنگ پر جانے یا بھرتی کا حکم ہو تو پہلے تو بعض ملک خلاف ورزی کرنے والے کشتیواروں کو بھی سزا دیتے تھے تاکہ عبرت ہو اور جنگی اجتماع میں کمی نہ ہو اس طرح لوگ جنگ میں چلے تو جاستے مگر سخت حالت میں پسپا ہو کر الٹے ذلت کا سبب بن جاتے تھے میرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف مجرم ہی کو سزا دینے کا قانون جاری فرمایا غزوہ تبوک میں جن تین صحابہؓ نے اقبال جرم کیا صرف ان کے بائیکاٹ کا اعلان فرمایا۔ ان کو اپنے عزیزوں اور بیویوں تک نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ خدا کی طرف سے معافی آگئی۔ آج ترقی یافتہ ملکوں میں بھی مجرموں کے بغیر کسی دوسرے بے گناہ کو سزا دینے کے خلاف احتجاج کیا جاتا ہے۔

(۴۸) فوج کا جذبہ جاں سپاری

... فوج کی اطاعت اور صحابہؓ کے ایثار و قربانی کا حال آپ پڑھ چکے ہیں مگر آپ اپنے کو خطرہ میں ڈالنا اور ماتحت و فادار ساتھیوں کے ہوتے ہوئے خود ایسے کام کے لئے جانا جس میں اغلب جان کا خطرہ ہے۔ یہ جذبہ جاں سپاری اور محبت موت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور جس قوم کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا یقینِ آخرت اور جذبہٴ محبت موت عطا کر دیا ہو اس قوم سے لڑنا آسان کام نہیں ہے۔

یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے:-

جب ابو رافع ابن ابی العقیق کی شہادتیں حد سے بڑھ گئیں تمام قبائل عرب

اور یہود کو ہر وقت اکساتا اور مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کرتا تھا اور خود سرور
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سخت عداوت اور دشمنی پر کمر بستہ رہتا اس
کے سوا چارہ نہ رہا کہ اس کے عظیم فساد برپا کر دینے سے پہلے پہل اس اکیلے ہی کا خاتمہ
کر دیا جائے۔ وہ تمام فساد اور شرارتیں کر کر خیر کے یہودیوں کے پاس جا کر آباد ہوا
تھا اور مضبوط قلعہ میں رہنشین تھی۔ آپ نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عقیل
خزرجی انصاریؓ کو پانچ ساتھیوں سمیت اس کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ مختصر
ساقاقلہ چند منزلیں طے کر کے خیر میں ابورافع کے قلعہ کے نزدیک پہنچا۔ حضرت
عبداللہ بن عقیلؓ (امیر وفد) نے ساتھیوں کو قلعہ سے دور ایک جگہ جمادیا اب
رات سو رہی ہے قلعہ کا صدر دروازہ دربان بند کرنے والا ہے۔ حضرت عبداللہ
بن عقیلؓ پاس ہی بیٹھ گئے جس سے دربان سمجھا کہ یہ نونی قلعہ کے اندر رہنے والا
آدمی ہے اس نے کہا جلدی کرو۔ حضرت عبداللہ بن عقیلؓ جلدی سے اٹھ کر قلعہ
کے اندر چلے گئے تب اس دربان نے پھاٹک بند کر کے کنجیاں پاس ہی ایک جگہ
حسب معمول رکھ دیں۔ جب وہ چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عقیلؓ نے اگرچہ ابیل
نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور خود قلعہ میں جا گئے۔ اب کیسے پہنچے کہ ابورافع
کہاں ہے۔ آپ نے اندر جا کر آواز دی ابورافع! اس نے جواب دیا کون ہے نیاجے؟
اسی آواز پر صحابی نے جا کر وار کیا وہ چلایا۔ حضرت عبداللہ نے پھر کہا ابورافع
کیا بات ہے اس نے کہا کسی نے مار دیا۔ صحابی نے پھر اسی آواز پر دوسرا وار کیا
اور نکلنے لگے۔ میڑھیوں سے گر کر آپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا پاؤں ٹک گیا۔ آپ اس کو
کپڑے سے باندھ کر اپنے ساتھیوں تک پہنچے۔ جب صبح کے وقت ناعی موت کی
خبر دینے والے نے پکارا کہ ابورافع مر گئے۔ یہ نکل کر چلتے چلتے بالآخر مدینہ آ پہنچے اور
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشخبری دی۔ آپ نے لعاب مبارک ٹانگ پر

لگایا وہ بفضلہ تعالیٰ اچھی ہو گئی۔ اس طرح اس مسعر (جنگ کی آگ بڑھانے والے) کا خاتمہ ہو گیا۔ اس میں آپ غور فرمائیں:-

(۱) امیر و فدا اگر کسی ساتھی کو حکم دیتا وہ کبھی انکار نہ کرتا۔ ساتھ لے چلتا تو وہ بھی جاتے، مگر صوابی نے اس خطرناک مقام پر یعنی موت کے خطرے کے منہ میں خود ہی جانا پسند فرمایا۔

(۲) اندھیرے میں ابو رافع کی قیام گاہ میں جا پہنچے اور آواز دی جیسے کہ آپ پڑھ چکے ہیں یہ سب باتیں موت کو دعوت دینے کے مترادف تھیں۔

(۳) پھر دوسری بار حمد کر کے نکلنا آسان کام نہ تھا اور اس سلسلہ میں پاؤں کا حادثہ اور اس کو استقامت کے ساتھ باندھ کر قلعہ سے باہر آ جانا اور فتناء سے مل کر سفر کرنا معمولی استقامت نہیں ہے۔

(۴) پھر صبح موت کی آواز سننے تک انتظار کرنا کہ کامیابی نہ ہوئی ہو تو پھر کسی حیلے کے لئے سوچنا اور جانیں خطرے میں ڈال کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منشاء پورا کرنا معمولی سرفروشی اور جاں سپاری کا جذبہ نہیں ہے۔

(۵) اس سے ہر معمولی سمجھ کا آدمی بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و صداقت پر کتنا یقین تھا۔ جس سے بڑھ کر یقین کا کوئی درجہ ہی نہیں ہو سکتا اور وہ موت سے دوسری بہترین زندگی کی خاطر پیار کرتے تھے اور ان کا یہ یقین اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھا اور اس کے مطابق اللہ تعالیٰ ان سے سلوک فرمایا کرتے تھے، چنانچہ جب واپس ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب مبارک سے ٹیک ہو جانا دوسری کامیابی اور یقین کی صفت میں مزید اضافے کا سبب

بنا۔ آپ کی فوج اور آپ کے ماتحتوں کا یہ جذبہ جان سپاری کتنا عظیم جذبہ تھا۔

(۴۹) ایک اصول کے فقدان کے وقت

جب مسئلہ اصول جنگ میں سے ایک پورا نہ ہو تو لائق فوجی افسر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ باوجود اس کے اس کمی کو دوسری طرح پورا کر دے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حملہ آور فوج کو اس فوج سے تین گنا ہونا چاہیے جس پر حملہ کیا جاتا ہے یہ دیتا کے بڑے بڑے کمانڈروں کی رائے ہے اس اصول پر فتح مکہ اور ایک آدھ مہم کے وقت آپ نے عمل فرمایا۔ مگر عام طور سے ہر وقت باقاعدہ منظم فوج موجود نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اس اصول کی جگہ اصول مفاد جتہ و مبادئہ سے کام لیا۔ مثلاً ایک قوم اسلام اور مسلمانوں کی دشمن ہے۔ اسلام کی بیخ کنی کے لئے موقع کی تلاش میں ہے یا تیاری کر رہی ہے ایسی صورت میں آپ نے اجتماع کی جگہ دوسرے اصول سے کام لیا اور جیشہ کامیاب رہے یعنی آپ نے فوج کی تعداد دو گنی یا تگنی کرنے کا خیال نہیں کیا بلکہ یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ دشمن کو خبر ہی نہ ہو کہ اچانک اس کا محاصرہ کر لیا جائے یا وہ تیاری ہی نہ کر پاسے اور نہ ہی ادھر ادھر سے فوجی قوت جمع کر سکے کہ اس پر حملہ کرنے میں پہل کر دی جائے۔ اس طرح وہ ہتھیار ڈالنے اور اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ نے فوج کی کمی تعداد کی اس طرح تلافی فرمائی اور اس میں آپ نے بڑی خوریز لڑائیوں سے دونوں فریق کو بچا کر حیدر فیصلہ کر دینے کا سامان فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تمام جنگوں میں مسلمان اور دشمنان اسلام ملا کر تقریباً ایک ہزار آدمی قتل ہوئے۔ جن میں چند سو آدمی ہی مسلمان تھے۔ اس طرح آپ نے عرب کے لاکھوں جنگجو بہادروں اور سرداروں کو مرعوب بلکہ اسلام کے ذہنیں اصولوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیا اور یہی وجہ

ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد ملک بھر میں بغاوت کی آگ پھیلنے کے باوجود جو لوگ ایمانی ہدایات کو دل سے سمجھ کر حق کے سامنے جھکے تھے۔ وہ آخر تک اسلام پر قائم رہے بلکہ انہوں نے تمام فتنوں کے مٹانے میں خلیفہ وقت کا ساتھ دیا اور کامیاب ہوئے۔

(۵۰) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یکتائی

(۱) آپؐ تاریخ اور مشاہدات کے بعد رائے قائم کریں گے کہ دنیا کے جتنے بڑے بڑے جرنیلوں یا کمانڈروں نے کامیابیاں حاصل کیں یا کارنامے نمایاں انجام دیئے وہ مختلف تربیتوں میں رہے درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور تجربے حاصل کرتے گئے۔ پھر وہ یا خود ہی بادشاہ و امیر تھے یا کسی بڑی طاقت کے ملازم تھے جو ان کو ہر طرح کا ساز و سامان بلکہ فوج تک مہیا کرتی اور اگر کوئی شخص ایسا ثابت ہو جائے جس نے سب کچھ از خود کیا ہو تو پھر اس نے ایک ہی شعبے کا کام کیا ہو گا اس کا مکارم اخلاق بلند کر دے۔ سیاسی و اعتقادی انقلاب سے کوئی تعلق نہ ہو گا بلکہ خاص فن حرب میں بھی اس کا کردار بہت سی خامیوں کا آئینہ دار ہو گا۔

(۲) آپؐ ان سب کے بالعکس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حربی اور جنگی اصول و کارنامے نمایاں کو پا میں گئے۔

آپؐ (رفیقِ حقائق کی حیثیت سے انتہائی رفیق و سہولت سے حق اُغات ادا کرتے ہوئے مسلسل تیرہ سال تک بعد اپنے ہم خیال خدام کے انتہائی مظہر دستم برداشت کرتے رہے۔ آپؐ کے مخلص وفادار اور کمزور فقہاء کار (صحابہ) نے ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا حتیٰ کہ آپؐ کو بعد اپنے رفقاء کے گھر بار چھوڑنا پڑا۔

۱۳۰ پھر آپ کی پشت پر کوئی بڑی سلطنت یا عظیم طاقت نہ تھی جس کے ایماء پر آپ نے لڑائیاں لڑیں اور جو آپ کو ہر طرح کی مدد سپلائی کرتی رہی۔ بلکہ حیرت کی بات ہے کہ اقول سے آخر تک ہر ہر معرکے میں آپ نے اتنی ہی طاقت استعمال کی جو آپ نے تجویز فرمائی یا ہمراہ رکھی۔ ملک کا سوال ہی کسی موقع پر پیدا نہیں ہوا نہ اسلحہ کی سپلائی کی گئی۔ آپ خود ہی امیر تھے خود ہی قائد لشکر تھے خود ہی منتظم اور ہر سرسپاہ تھے اور خود ہی تمام فیصلے فرماتے، اور خود ہی ہر طرح کی ضروریات کی سپلائی کا خیال فرماتے۔ آپ نے خود ہی منتشر افراد اور متحارب قبائلی کو ایک امت بنایا۔ خود ہی سپہ سالار تھے۔ خود ہی سب کو فوجی بنایا، خود ہی بہادر اور جنگ جو سا تھی ہم پہنچنے خود ہی افسر مقرر کئے، خود ہی روحانی و اخلاقی تربیت فرمائی، خود ہی عظیم سلطنت یا خلافت کی بنیاد ڈالی اور خود ہی بغیر کسی ٹریننگ یا سکھانے کے وہ اسالیب جنگ اختیار فرمائے جو آج تک مسلم ہیں۔

۱۳۱ پھر سب سے عجیب و غریب اور تمیز الحقول بات یہ تھی کہ اہل عرب ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم تھے، ہر ایک کا بت جدا تھا، ہر قبیلہ عصبیت کا شکار تھا۔ بیسیوں دھڑے تھے اور آپس میں برسرِ ہیکار یہاں تک کہ آٹھ ماہ تک راستہ بند ہوتے اور غارتگری جاری رہتی۔

ان حالات و ظروف میں

(۵) آپ نے ان کو شانہ روز کی، انتھک مساعی سے ایک دوسرے کے قریب کیا۔ ان میں اہل حق اور بلند کردار بزرگوں کی جماعت تیار کی۔ اس متفرق اور تشقت کی شکار قوم کو ایک ملت بنایا ایک امت قرار دیا۔ ایک اصول دیا، ایک تہذیب عطا فرمائی اور تمام برائیوں اور خاندانی نخوت و غرور

اور ہر قسم کی فرستیوں سے تائب اور صاف کر کے خدائے برتر کا سپاہی بنا ڈالا۔

(۷) ہجران ظاہری آرام و آسائش سے محروم اور فاقہ زدوں مگر فرشتہ میرت انسانوں کے ذریعہ آپ نے بڑے بڑے مخالفین کو رام کیا، بڑے بڑے فراعنہ کی گردنیں چلی گئیں اور بڑے بر خود غلط سرداروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں کیا۔

(۸) آپ کے مقابلہ میں مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر آپ کے مخالف متفق و متحد تھے، بدر کی لڑائی، احد کی چڑھائی اور خندق کا محاصرہ اس کا کھلا ثبوت ہے، ان کاراشن زیادہ اسلحہ مشکل اور بہادری مسلم تھی، انہوں نے آپ کے مقابلہ میں لڑنے مرنے اور کھلم کھلا موت کو دعوت دینے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا مگر اجازت قتال کے بعد یکا یک آپ نے جو اصول جنگ اختیار فرما کر ملک بھر کے مشترکہ دشمن پر قابو پا کر حق کا بول بالا کیا اور قبیل عرصہ میں سب کو خدائے وحدۃ لا شریک کا بندہ اور اپنا گرویدہ بنا ڈالا، یہ صرف آپ کا حصہ اور پیغمبرانہ اعجاز تھا جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔

(۹) نہ آپ نے اپنے کسی خاص اور مضبوط قبیلہ کی مدد سے دوسروں پر فتح حاصل کی بلکہ بیسیوں مختلف قبائل کے متفرق افراد حق اور راہ حق کی جستجو کرتے ہوئے اپنے اصلی مقصد کو پا کر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

(۱۰) نہ آپ سرداروں، امیروں، دولتمندوں اور مشہور بہادروں کی فوج تیار کر کے اور ان کو پورے سامان جنگ سے آراستہ کر کے دُنيا بھر سے لڑنے نکلے بلکہ اپنے انہی ستم زدہ غریبوں اور حسبِ ضرورت سامان جنگ اور بار برداری سے محروم اللہ والوں کو لے کر آٹھ سال یعنی مکہ فتح ہونے تک اپنا دفاع کیا یا بڑے اور یقینی دشمن کے تلوں کے پیش نظر اپنا ماحول درست فرمایا۔

۱۰) اور ایک طرف ایک مضبوط و ناقابلِ تسخیر نظامِ حکومت کی بنیاد اس قوم میں ڈال دی جو ترقی یافتہ اقوام و ملل کے مقابلہ میں ہر طرح کے ساز و سامان سے محروم تھی۔ دوسری طرف اس نو زائید جماعت کا تعلق اس درجہ اللہ تعالیٰ سے قائم کیا اور ان کو حق و انصاف اور انسانی اقدار کے قیام کا ایسا گرویدہ بنایا کہ ساری دنیا خلافتِ راشدہ کے زمانے کو بہترین زمانہ اعلیٰ نمونہ اور ان کی حکومت کو قدرتی حکومت کہنے پر مجبور ہے جنہوں نے اپنے دین میں کی آواز اطراف و اکناف اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دی۔ نہ دنیا ایسے بہترین مصلح اور اتنے کامل و مکمل شریعت کی مثال پیش کر سکتی ہے نہ ان کی طرح تیار کی ہوئی لاکھوں تربیت یافتہ باخدا اور حاملِ صدق و صفا صحابہ کی جماعت کا نمونہ بنایا جاسکتا ہے جس کی بل کوئی اور اخلاص و ولہیت پر سوائے خود غرض اور دشمن اسلام کے کوئی حرف گیری نہیں کر سکتا۔ انہوں نے حق کی خاطر ضروری سمجھا تو خود اپنے بھائی بیٹے اور باپ کے خلاف ممانعت نہ کیا اور حق سمجھا تو امیر کی اطاعت میں ہر طاقت سے ٹکر اکر جان کو جانِ آفریں کے سپرد کر دیا۔

انہوں نے ایک طرف علوم و معارف کے دریا بہا دیئے۔ دوسری طرف ایثار و قربانی کی لافانی مثال قائم کی۔ تیسری طرف وصول الی اللہ اور معرفتِ الہیہ کے اعلیٰ مراتب کی نشاندہی فرمائی۔ چوتھی طرف زہد و تقویٰ اور صبر و قناعت کا بلند ترین معیار قائم فرمایا۔ پانچویں طرف ان خدائی بندوں نے اس ٹھوس اور زبردست نظامِ سلطنت یا طرزِ خلافت کی بنیاد ڈال دی جس نے آگے چل کر دُیچ مسکوں کے غالب حصے کو صحیح آسمانی علوم سے روشناس کرایا اور مُمَنَّدُ خَلْقٍ لِّمَنَّةٍ اُجْرَتِ قَنَاسٍ تَامِرُوفٍ بِالْمَعْرِفَةِ وَتَمْنُوكُوفٍ لِّتَغْيَرِ کے مصداق بنے۔ اس طرح تخلیقِ عالم کا مقصد اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام حجت کا کام پورا کر دیا۔ فَوَاضَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی خَيْرَ الْعِزِّ، — آ صبیحت۔

مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد پیغمبرؐ انہ اقداما

مدینہ منورہ جس کو اُس وقت شرب پکیتے تھے پہنچ کر آپؐ نے جس ترتیب سے اور جس طرح لام کاغذ کیا یہ آپؐ کی شانِ نبوت کی جھلک تھی۔

ہجرت کے بعد پہلا بڑا کام

مسجد نبویؐ کی تعمیر | آپؐ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مسجد کے لئے جگہ تجویز فرمائی۔

تعمیر میں آپؐ نے خود بھی حصہ لیا۔ اس طرح آپؐ نے مسابوں کی برکت کے قیام اور دینی امور کے لئے اجتماع کی جگہ تیار کر لی۔ پھر آپؐ نے اپنے اہل و عیال کی سکونت کے لئے کچے اور مختصر مکان بھی تعمیر کئے جو مسجد ہی کے ساتھ تھے اس کے ساتھ ہی آپؐ نے مرقعہ فکر سے زوجہ محترمہ حضرت سودہؓ اور بناتِ طاہرات (بچیوں) کو گھلایا۔ حضرت صدیقؓ نے بھی اپنا اہل و عیال بعد حضرت عائشہؓ صدیقہ کے منگالیا جن کا نکاح سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو چکا تھا۔ مگر وجہی بھینس بھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح آپؐ نے مائنین کے حصوں اور طوفانی مائنینوں سے بننے سے پہلے پہل ضروری سامان اطمینان قلب کا فرمادیا۔

دوسرا بڑا کام

الصار و مہاجرین میں مواخات | آپؐ جانتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی بڑی تعداد

تھی جو مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے تھے۔ یہ مہاجرین آپؐ کے پہلے شاعر اور

عقبہ کے بیٹے اور اعزاز قبیلہ اشہل کے سردار تھے۔

(۲) حضرت سعید بن زیدؓ فضلہ صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ پر ان کے اسلام کا اثر پڑا تھا۔ ان کو حضرت ابی بن کعبؓ کا بھائی بنایا جو فنی قرأت میں مہتمم تھے جاتے ہیں اور حضرت عمرؓ ان کو تسبیح السہلین کہا کرتے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منصب الشاہد پر سب سے پہلے ان کو متنازع فرمایا تھا۔

(۳) حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو آپؐ نے مہینہ امت کا خطاب دیا تھا۔ یہ آگے چل کر فاتح شام بنے۔ ان پر اسلام کے مذاہب میں گریوٹ تھے اور تعلقات اشراردار نہ ہو سکتے تھے۔ جنگ بدر میں ان کو اپنے باپ کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ ان کا بھائی چارہ حضرت سعد بن معاذؓ سے کیا جو مدینہ کے قبیلہ کوی کے سردار تھے۔ ان کے اسلامی اختیار کا یہ حال تھا کہ عرب میں حلیف اور ہم جہد کو بھائی اور باپ کا طرح سمجھا جاتا تھا۔ قبیلہ اوس کے حلیف بنو قریظہ تھے۔ مگر جب بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم ماننے پر جنگ بندی قبول کرنے کا اعلان کیا۔ تو حضرت سعدؓ نے تمام تعلقات و روابط کو اسلام کے حکم پر قربان کر کے بنو قریظہ کے قتل کا حکم دیدیا۔ جیسے کہ آپؐ غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنو قریظہ میں پڑھیں گے۔

(۴) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جب مدینہ منورہ آئے تو پھر سر پر رکھ کر بیٹھے تھے۔ ان کا بھائی چارہ سعد بن ربیع سے کیا۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی دولت و ثروت کا یہ عالم تھا کہ ان کا مال تجارت سات سات سو اونٹوں پر لاد کر مدینہ منورہ آیا کرتا۔ اور اس دن تمام شہر میں دھوم مچ جاتی۔

(۵) اسی طرح حضرت بلالؓ اور حضرت ابو ریحہؓ

(۶) حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابوالوفاءؓ

(۷) حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو برداءؓ

(۸) حضرت عثمان بن عباسؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ

اور مواعیات کے دوسرے بھائیوں میں بہترین اتحاد مزاج تھا۔ شاگرد اور استاد دونوں نے ایک دوسرے کا اثر قبول کیا۔

انصار نے اس مواعیات کی وہ قدر دانی فرمائی کہ دنیا اس
مواعیات کا عجیب اثر کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اپنا آدھا مال مہاجر بھائی
 کو دیدیا۔ ان کو اپنی قیمتی دولت نعلستان میں شریک کر لیا اور قرآن پاک نے ان کو ایک دوسرے
 کا وارث قرار دے دیا۔ آخر کار جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأُولَٰئِكَ الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ الْفَالِاسِةُ
 تو جہنم اور رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ قریب اور بہتر ہیں
 تب جا کر انہوں نے ایک دوسرے سے وراثت یعنی بند کر دی۔

مواعیات کا انشا اثر تھا کہ بعض انصار نے مہاجر بھائی کو یہاں تک کہہ دیا کہ میری بیویوں میں
 سے ایک کو میں طلاق دے دیتا ہوں تم اس سے نکاح کر لو۔ مگر مہاجر بھائی بھی سرور عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ مالی مرولت اور
 سبب کچھ تم کو مبارک ہو۔ ہم کو بازار کا راستہ بتا دو تاکہ ہم مزدوری اور معمولی تجارت کیلئے
 گزراؤ قات کر سکیں۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ حضرات نے تجارت
 شروع کر دی۔

یہ تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ
صحابہ اور پیغمبروں میں فرق صحابہ کا حال تھا کہ انہوں نے خود تقاضا نہیں کیا بلکہ اللہ

کی درخواست بھی قبول نہ کی۔ پیغمبروں کا مقام تو بہت ہی اونچا ہوتا ہے، اس لئے ابوالاعلیٰ مروزی
 لاہری جامع زاد تفسیر تعلیم القرآن کے قصہ دعوہ علیہ السلام میں یہ لکھا قطعاً غلط ہے کہ دعوہ علیہ السلام
 نے جنتی سے فوس۔ واقع کے تحت یہ درخواست کی تھی کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اس
 سے نکاح کر لوں۔ یہ مودودی صاحب کے اقوال اجتہاد و تحقیقات کی مصیقت ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام

غلط رواجوں کو بدلنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ خود غلط رواج کی پیروی نہیں کرتے۔ خاص کر ایسے امور میں جن کا اثر اخلاق پر پڑ سکے۔ بہر حال اب سینکڑوں باہرین و انصار بھائی بھائی بن کر رہتے لگے اور اس طرح آپ ان کے معاشی حالات سے مطمئن ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوئے۔

تیسرا بڑا کام

تیسرا بڑا اہم کام جو آپ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کے بعد کیا وہ مدینہ کے مشرکوں مدینہ کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا۔ مدینہ منورہ یا اس کے آس پاس یہود کے تین گروہ آباد تھے۔ بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ۔ یہ سب صاحب ثروت، مسلح اور مضبوط قلعوں کے مالک تھے۔ باقی لوگوں میں اوس اور خزرج دو عرب قبیلے تھے جن میں بہت سے مسلمان ہو گئے تھے۔ جن کو انصار کہتے ہیں اور بہت سے ابھی تک مشرک تھے۔ ان مسلمانوں، مشرکوں اور یہودوں کے علاوہ مکہ معظمہ سے آئے ہوئے باہرین بھی تھے۔ آپ نے ایک معاہدہ کے ذریعہ ان سب کو آپس میں ملا کر ایک وحدت بنادی۔ معاہدہ کی بڑی بڑی دفعات یہ ہیں۔

معاہدہ

(۱) دیت و قصاص کا پڑانا قانون بحال رہے گا۔

(۲) ہم سب مل کر مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

(۳) کوئی آدمی قریش کے کسی آدمی کو پناہ نہ دے گا۔

نہ اس کے مال و اسباب کی حفاظت کرے گا۔

(۴) جنگ کے مصارف مل کر ادا کریں گے۔

(۵) کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

(۶) سب اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔

(۷) اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ خود

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

(۸) اس معاہدہ میں مدینہ کے یہود، مسلمان اور

مشرکین سب شریک ہوں گے۔ نیز ان کے بھی

اوتابع افراد بھی معاہدے کے پابند ہوں گے۔

(۹) اس معاہدے کے شرکاؤں میں دو سرے کے غیر خواہ اور

ہر مخالف کے مقابلہ میں متحد رہیں گے۔

چوتھا بڑا کام

فوجی دستوں کی روانگی | آپ نے چوتھا بڑا کام یہ کیا کہ قریش کے متوقع حملوں سے بچاؤ
کے لئے جو حملوں اور سرگرمیوں کو آپ ویدہ بصیرت سے دیکھ

رہے تھے، فوری انتظامات کئے۔ یعنی علاقے بھر میں فوجی دستے روانہ فرمائے۔ جن کے تفصیل ذکر
اور رقمہ صد سے پہلے یہ بتانا محرومی ہے کہ مسلمانوں کی جنگ کی غرض و غایت کیا ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک
نے ہجرت کے بعد جن مبارک کلمات میں جنگ کی اجازت دی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير ۵

الذين اخرجوا من ديارهم بغیر حق الا ان يقولوا ربنا الله ما ولولا

دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات

مساجد يذکون فیہا اسم کثیرا ۶ ولینصرن الله من یتصرک ۷

ان الله اقویٰ عزیز ۵ الذین ان مکنا هم فی الارض اقاموا الصلوة

واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر والله عاقبة الامور

ترجمہ: جن سے مقابلہ کیا جا رہا ہے ان کو جنگ کی اجازت دیدی گئی۔ اسی لئے

کہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو صرف اتنی بات

کے کہنے سے ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ بعض لوگوں

کے ذریعے بعض دوسروں کو دفعہ نہ کرنا۔ تو نصاریٰ کے گریہ اور خلوت خانے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں ڈھادی جاتیں۔ جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے اور جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا۔ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست طاقت والا ہے۔ یہ لوگ (جو گھروں سے نکالے گئے اور جن کو جنگ کی اجازت دی گئی) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیدیں تو یہ نازی قاتل کریں گے، زکوٰتیں دیں گے اور اچھے کاموں کا علم دیں گے۔ اور برائیوں سے روکیں گے، اقامت کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ان آیات میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیتے ہوئے اس کے چند اسباب بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ان پر مسلسل تیرہ سال ظلم ہوتا رہا۔ دوسرے یہ کہ وہ جنگ نہ بھی کریں تو بھی ان کو محاف نہیں کیا جاتا بلکہ جنگ جاری ہے بلکہ یقاتلون کے مبارک الفاظ سے آئندہ ان کی جنگوں کی ایک پشین گوئی ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کو ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا۔ اور جو ان کا جرم سمجھا گیا وہ بھی صرف یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے تھے۔ چوتھی عام وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس طرح بعض لوگوں کے ذریعے بعض دوسروں کی سرکوبی نہ کرتا تو مذہبی رہنمائی نہ کرتے نہ خلوت خانے اور عبادت خانے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے نیک لوگوں کو جو صرف اس کے دین کے لئے لڑیں گے وعدہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ گویا میری امداد کر رہے ہیں۔ میں ضرور ان کی مدد کروں گا۔ اور کیوں امداد نہ کریں وہ ہر طرح غالب اور قوت و طاقت کے مالک ہیں۔ آخر میں ان مسلمانوں کی بے نفسی، اخلاص اور لہبیت کا ذکر فرما کر ان کی لڑائی اور غلبہ حاصل کرنے کا اصل مقصد بیان فرماتے ہیں کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار دیدیں تو یہ نازی قاتل کریں گے، زکوٰتیں دیں گے، اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور برائیوں کو روک دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حکومت و اقتدار کے بعد یہ حکم نماز و زکوٰۃ بالفاظ دیگر عبادت و اقتصادیات کا اختتام کر دیں گے۔ تمام بُرے قوانین منسوخ کر کے عمدہ اور بہترین باتیں جاری کر دیں گے۔ آپ نے اجازت جنگ کے بعد مذکورہ بالا معاہدہ

کر کے اس کو مار سے ملک میں پھیلانا چاہا مگر چند مقامات پر کامیاب ہو جانے کے بعد نہ قریش نے بہت دیر اور نہ ان کا یہ ارادہ تھا۔

بادشاہوں کے مقاصد جنگ | لڑائی سے عموماً لوگوں کے مقاصد چار ہوتے ہیں۔
(۱) کسی جنگ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی مملکت کی توسیع کی جائے تاکہ اس کے حدود دور دراز تک جا پہنچیں۔

(۲) کوئی اقتدار کے حصول کے لئے لڑتا ہے تاکہ بند گان خدا پر اپنی خدائی کا سد بٹھا سکے۔
(۳) کسی کا مقصد دوسروں سے انتقام لینا یا حدود عدوت ہونا ہے۔

(۴) کوئی دوسری قوموں یا دوسرے لوگوں کے ذرائع معاش اور وسائل و آمدنی پر قبضہ کرنا اور دنیا بھر کے سامان معیشت کو صرف اپنا حق و مال تصور کرتا اور اس لئے دوسروں کو محروم کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ پھر وہ انہی خود غرضانہ مقاصد کے لئے اپنے جنگ جو باہر جذبات سے مجبور ہو کر لڑتا اور انسانوں کے خون سے جونی کھیتا ہے۔

بہر حال دنیا کے بادشاہوں یا جنگ بازوں کے مقاصد جنگ اسی طرح کے مادی، نفسانی اور غیبیہ انسانی ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک انسان مکان، دوکان پھینے یا عزت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے دوسرے انسان سے لڑتا ہے، اسی طرح ایک حکومت یا ایک قوم دوسری حکومت یا قوم سے انہی مادی، سبب کے لئے لڑتی ہے۔ یہ دونوں جنگیں حدود عدوت اور غیر شریعہ تقاضوں سے لڑی جاتی ہیں۔ البتہ پہلی جنگ انفرادی تھی یہ اجتماعی ہے۔ پہلی کا مجرم ایک انسان تھا۔ دوسری کا مجرم پوری قوم ہے۔ یہ ترقی یافتہ خود غرضی اور انسانیت دشمنی ہے۔

پیغمبرانہ جہاد | ان جنگوں کو پیغمبرانہ جہاد سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ان کی جنگ انسانوں کو برائیوں سے روکنے اور اخلاقی بلند یوں تک پہنچنے کے لئے ہوتی ہے تاکہ حق کا بول بالا ہو۔ ان کی یہ جدوجہد بھی صرف اپنے عقیدے، اخلاق اور انسانی

بلند صفات کی حفاظت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت، ان کے کردار کی بلندی، مکارم اخلاق اور انسانیت کبریٰ کی تبلیغ کی آزادی اور مقصد تخلیق انسانی کی راہ ہموار کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ گویا ان کی یہ پاک اخلاق و روحانی جنگ بھی انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام تمام بنی نوع انسان کو انسان یا انسان سے بھی کمتر چیزوں کے سامنے ذلیل ہونے سے بچالے اور ان کو عدل و انصاف اور انسانی مساوات کے اعلیٰ مراتب تک پہنچانے کے لئے اپنی جان جو کھوں میں ڈالتے ہیں۔ ان کو خالق کی معرفت اور مابعد الموت کی شاندار و پائیدار زندگی سنوارنے کے لئے تیار کرتے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہرگز یہ بندے رسول بنا کر بھیجے۔ انبیاء علیہم السلام نے متبعین کو کوئی جنگ لڑنی پڑے تو انہی متقاعد عالیہ کیلئے ہوتی ہے۔ اس لئے اس جنگ کو جنگ کی بجائے جہاد کہنا زیادہ مناسب ہے۔

جنگِ شامین جہاں غارت گریست

جنگِ مومن سنتِ پیغمبرِ یست

وہ اہل عالم کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائے ہیں۔ وہ تمام انسانوں پر کسی خاص فرد کے غلامانہ اقتدار اور غلام بنائے رکھنے کے اصرار کو ختم کرتے ہیں۔ تاکہ انسان آزادی سے اعلیٰ مرتبہ انسانیت کے حصول کے لئے ان طاقتوں کو بروئے کار لاسکے جو قدرت نے ان کے اندر ودیعت رکھی ہیں۔ ان اعلیٰ مقاصد کو وجہ سے انبیاء علیہم السلام نے انسانی قتل جیسے مذموم فعل کو عبادت بنا ڈالا اور مقاصدِ جنید کے لئے قربان ہو جانے والوں کو شہید کا اعلیٰ مرتبہ عنایت کیا۔ پیغمبروں کا مقصد تبلیغ اسلام کی آزادی اور حریت رہنے ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے سامنے حق و باطل واضح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اگر کوئی رکاوٹ ہو یا رکاوٹ بننے کے وجہ موجود رہوں اور وہ یا ان کے متبعین اس کے ازالے کی طاقت رکھتے ہوں، تو وہ آخری ہتھیار کے طور پر تلوار اٹھاتے ہیں۔ پھر بھی اگر دوسرا فریق مسلمان ہو کر اس خدشے کو دور

کر دیتا ہے تو اس کے ملک و املاک اور اراضی کو اسی کے پاس رہنے دیا جاتا ہے اور اگر اسلام نہ قبول کرے بلکہ جزیہ دے کر اور رعایا بن کر رہنا اور ان خدشات و خطرات کو دور کرنا چاہے تو بھی اس کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی اور اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی قوم اسلام کی پیروی ہی پر تلی ہو تو حسب ضرورت بقدر امکان طاقت استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ مگر اس وقت بھی اسلام نے یہ شرائط عائد کی ہیں۔

جنگ میں اسلام کی ہدایات

۱) عورتوں کو قتل نہ کرنا، بچوں کو قتل نہ کرنا،

بورہوں کو قتل نہ کرنا، راہبوں اور عبادت خانے والوں کو نہ مارنا، کسی کے اعضاء نہ کاٹنا، رات کو حملہ نہ کرنا، غیر مضافی آبادی پر رحم کرنا، کوئی عین حالت جنگ میں امان چاہے اس کو امان دیدو۔

وان احد من المشركين استجارك فاجره

ترجمہ :- اور مشرکوں میں سے کوئی پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دو

پھر ایک مسلمان بھی پناہ دیتا ہے تو سب پر اس کا قتل کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ اور اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو فوراً قبول کر لو۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتسكن على الله

ترجمہ :- اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مائل ہو جائیں اور (بد عہدی

کا خطرہ ہو تو پرواہ نہ کریں) اللہ پر بھروسہ کریں۔

بہر حال یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ خدائے احکام کے مقابلہ میں کسی انسان کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو غلام بنا کر ان کی جان و مال اور نمخت سے اپنے عیش و عشرت کا سامان بنایا کرے یا حتی و انصاف کا خون کر کے انسانیت کو رسوا کرے۔ انسانوں کو انسانی حقوق دلانا اور ان کو دائمی عذاب سے

نہایتنا بڑا مقصد ہے کہ اس کے لئے ہر ممکن کوشش ہر عقل مند آدمی پر لازم ہے۔ اور اگر ایک قوم یا چند افراد یا چند ہزار افراد ایسے ہیں۔ جو کروڑوں، اربوں انسانوں کی فلاح و نجات میں رکاوٹ اور ان تک فطری خدائی پیغام پہنچانے کی راہ روکے ہوئے ہیں تو ممکن طاقت کے استعمال سے اس سنگ راہ کو دور کرنا بالکل قرینہ انصاف اور فطرت سلیمہ کے تقاضا کے مطابق ہے تاکہ اسلام کے فطری قوانین پر عمل کرنے سے انسانی معاشرہ کو جنت نشاں بنایا جاسکے اور عارِ لاد نظام کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے۔

جو تھے بڑے کام کی تفصیل

اجازتِ جنگ کے بعد آپ ﷺ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ عہدِ کامل اور نبی مرسل رصل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس نے عرب گھرانے میں نشو و نما پائی۔ لڑائیوں کی مشق نہیں کی نہ کسی حربی کالج اور جنگی مدرسہ میں داخل ہوئے۔ نہ پڑھنا لکھنا سیکھا۔ نہ ہی کوئی تربیت کسی سے حاصل کی۔ بلکہ مکی زندگی کے تیرہ سال اس طرح سے گزرا کہ تبلیغ و شاعتِ حق کی پلاش میں آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو ظلم و عدوان کی چکی میں اس طرح پسیا گیا اور آلام و مصائب کے وہ پہاڑ توڑے گئے جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ مگر جب ہجرت کے بعد اذاتِ نازل ہوئے اور آپ کے مبارک کندھوں پر اسلامی جہاد کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا تو آپ نے کس شاندار طریقہ سے اسے نبھایا اور کس بے مثال طرز سے عربی قیادت فرماتے ہوئے فوجی فن کا وہ مظاہرہ کیا۔ کہ دنیا حیران ہو کر رہ گئی۔ اور آج تک حیران اور آپ کی کامیابی کے حساب لاکھوج لگاتے ہیں سرگرداں ہے۔ بہر حال آپ نے مسجد و مکان بنالینے۔ انصار و حجاجری میں موقوفات قائم کرنے پھر اہلِ مدینہ کو ایک معاہدے پر متفق کرنے کے بعد جو تھا بڑا کام یہ کیا کہ علاقہ بحر میں فوجی دستے روانہ فرمائے۔ جن فوجی دستوں یا جٹوں میں آپ بنفس نفیس شریک رہے۔ ان کو غزوہ کہتے ہیں، اور جن میں آپ خود شریک نہیں ہوئے۔ ان کو سریہ

کہا جاتا ہے۔ اب آپ کی ان آٹھ فوجی مہمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو جنگ بدر سے پہلے آپ نے پیغمبرانہ بصیرت، ایمانی سے اختیار فرمائیں جو ان عزائم اور مذموم ارادوں کے ہوتے ہوئے ضروری تھیں جن کا مظاہرہ استیعالیٰ اسلام کے لئے بعد میں قریش نے بدر - احد - اور خندق وغیرہ میں کیا۔

آپ کی سیاسی و فوجی مہمات

۱) سر یہ حمزہؓ | آپ نے حضرت امیر حمزہؓ کو تیس مہاجر سوار دیکر ابو جہل کے مقابلہ کے لئے مقام حیس کی طرف روانہ کیا۔ ابو جہل کے ساتھ تین سو سوار تھے۔ مگر عبید بن جراح الجہنی نے درمیان پرڑ کر پیچ بچاؤ کر دیا۔

۲) سر یہ عبیدہ بن حارث | آپ نے ان کو ساٹھ مہاجر سوار دے کر ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے مقام رابیع کی طرف روانہ فرمایا۔ جس کے ہمراہ دو سو سوار اور پیادے تھے۔ مگر جنگ کا موقع نہ ملا۔

۳) سر یہ سعد بن ابی وقاص | ان کو آٹھ مہاجر سوار دے کر قریش کے ایک قافلے کی مزاحمت کے لئے بھیجا مگر وہ آگے سے بھاگ گیا۔

۴) غزوہ ودان | آپ بنفس نفیس دو سو سوار اور پیادے لے کر مقام ودان تشریف لے گئے۔ کسی سے تصادم نہیں ہوا۔ آپ وہاں قبیلہ بنی ضمرہ سے معاہدہ کر آئے۔

۵) غزوہ بواط | آپ بذات خود دو سو آدمی لے کر امیہ بن خلف کے قافلے کو روکنے کے لئے تشریف لے گئے۔ امیہ بن خلف دوسرے غیر معروف راستے سے بھاگ گیا۔ مگر آپ نے بواط کے پہاڑی قبائلوں سے معاہدہ کر لیا۔

(۶) غزوۃ النضير

آپؐ بنفسِ نفیس دوسو سوار اور پیادے لے کر ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے مقامِ نضیر کی طرف روانہ ہوئے جس کے ساتھ قریش بنی مدلیج اور بنی ضمرہ کی طاقت تھی۔ ابوسفیان تو بچ نکلا۔ آپؐ نے قبائلی سے معاہدہ کر لیا۔

(۷) غزوۃ بدر اولیٰ

کرز بن جابر جو مکہ معظمہ کا رئیس تھا۔ مدینہ منورہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سریش لوٹ کر لے گیا تھا۔ آپؐ نے دوسو آدمی لے کر اس کا تعاقب کیا اور وادیِ سفوان تک لے کر وہ نہیں ملا۔

(۸) سریرہ عبد اللہ بن جحش

ان کو آپؐ نے اکٹھے آدمی دے کر قریش کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ اور ان کو خط لکھ کر دیا اور حکم فرمایا کہ دو دن کے سفر کے بعد اس کو کھول کر پڑھنا۔ جب دو دن کے بعد اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا کہ تم یہاں سے نکلے جا کر قریش کا حال معلوم کرو۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ آگے جانے کے لئے اپنے رفقاء میں سے کسی ایک کو مجبور نہ کرنا، مگر آپؐ کے ایک رفیق نے بھی علیحدگی پسند نہ کی سب ساتھ رہے۔ جب یہ آگے گئے اتفاقاً ان کے ساتھ دو ایک نجاتی فاقہ چند آدمیوں پر مشتمل آگلا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے ان پر حملہ کر کے ان کے سردار عمرو بن حفص کو قتل کر دیا اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر ان دو اسیروں اور مالِ غنیمت کو لے کر مدینہ منورہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ یہ اسام میں پہلے اسیر تھے اور پہلا مالِ غنیمت تھا۔ خدا کی شان کہ یہ واقعہ ماہِ رجب کی پہلی تاریخ میں پیش آیا جو چار متبرک مہینوں میں شمار ہوتا تھا جس میں قتل و خونریزی عربوں میں منع۔ معیوب تھی۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے اس تاریخ کو چادری الثانی کی آخری تاریخ سمجھا کر وہ یکم رجب تھا جو دو آدمی گرفتار ہوئے وہ بھی عثمان اور نوفل و سادہ مکہ میں سے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن جحش نے مالِ غنیمت اور اسیروں کو آپؐ کے سامنے پیش فرمایا۔

قریش نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا، جس کا جواب خود رب العزت جل و علا نے دیا۔

قُلْ قَاتِلْ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْأَخْرَاجُ

أَهْلُهُ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْقَتْلِ وَالْفِتْنَةِ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۝

ترجمہ :- آپؐ فرمادیجئے کہ شہر حرام میں لڑنا واقعی بڑی بات ہے (مگر اللہ کی راہ سے روکنا۔ اور خدا کے احکام سے انکار کرنا اور وہاں والوں کو وہاں سے نکالنا خدا کے ہاں قتل سے (بھی) بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پر دازی تو قتل سے بھی سخت ہے (کیونکہ فتنوں کے دامن میں ہزاروں قتل چھپے ہوئے ہوتے ہیں)

ان مہمات کے فوائد

بہر حال آپؐ نے ہجرت کے بعد من جملہ دیگر انتظامات کے یہ فوجی مہمات اس لئے روانہ فرمائیں، یا خود بھی ہمراہ تشریف لے گئے کہ آپؐ کو یقین تھا کہ قریش مسلمانوں کو کراہم سے جیشٹنے اور تبلیغ کرنے نہ دیں گے اور موقع ملتے ہی جادہ حادہ حملے بھی کریں گے تاکہ اسلام اور اہل اسلام کی بیخ کنی کر سکیں۔ اس لئے بحیثیت بہترین قائد و رہنما کے فرض تھا کہ اس کا فوری انتظام کیا جائے چنانچہ آپؐ نے ان مہمات سے مندرجہ ذیل فوائد و مقاصد حاصل کئے۔

(۱) آپؐ نے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاعات حاصل فرمائیں جس کے لئے آج کل لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔

(۲) آنے والی جنگوں کی پیش بندی کے لئے آپؐ نے صحابہؓ کی تربیت (ٹریننگ) بھی کر دی اور وہ بھی اس طرح کہ ٹریننگ کی نمائش نہ کی بلکہ ان کو اسفار و تکالیف کا غور بنانے کے سوا خدا تعالیٰ کے دُعا سے ثواب و اجر بھی دلایا اور ٹریننگ کے ساتھ ساتھ ان سے

حقیقی کام بھی لئے۔

(۳) تمام علاقے اور راستوں سے آگاہی حاصل کی اور کرائی۔

(۴) سب کے سامنے اس کا ثبوت پیش کیا کہ مسلمان اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ اس طرح قبائلی اور تمام غیر مسلموں پر اچھے اثرات ڈالے۔

(۵) آپ نے امن کے معاہدات میں بہت سے قبائل کو شامل کر کے اطمینان حاصل کیا، اور بہتوں سے غیر جانبداری کا یقین حاصل کیا یا خیر جنگی معاہدے کئے جس کو آج کل یقیناً باہمی کہا جاتا ہے۔

(۶) آپ نے دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی کی اور مکہ معظمہ سے شام تک ان کی تجارتی شاہروں کو خطرہ میں ڈال دیا تاکہ وہ جنگی استعداد بڑھا نہ سکے۔ آج کل تمام حکومتیں ہمیشہ دشمن کی جنگی طاقت پر نگاہ رکھتی ہیں۔ اور اس کی اقتصادی ناکہ بندی کی کوشش کرتی ہیں۔ آپ نے اس اصول پر چودہ سو سال پہلے عمل کیا۔ بعد کے واقعات نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احتیاطی تدابیر صحیح بلکہ ضروری تھیں۔ بلکہ یہ سب کچھ ایمانی بصیرت اور وحیِ غنی کے تحت ہو رہا تھا۔

(۷) آپ نے اپنے دائرہ اقتدار اور زیرِ حراست علاقے کے حدود میں ایک لحاظ سے مقرر کر کے سب کو متنبہ کر دیا کہ ان حدود کی خلاف ورزی برداشت نہ ہوگی۔ پھر یہ کہ سب کچھ اس طرح کیا گیا کہ عرب قبائلی کو ناگوار بھی نہ ہو۔ اور نہ وہ یہ تصور کریں کہ آپ ان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اس قرب و جوار میں مسلمان ہی سب سے بڑی اور منظم طاقت تھی اور انہی پر علاقے کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔

آج کل کسی علاقے پر دوسروں کے جوائی جہازوں کی پرواز بھی بلا اجازت نہیں ہو سکتی۔

جنگ بدر کے اباب

(۱) قریش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو نہ تو خدا کی عبادت کرنے دیتے تھے اور نہ ہی تبلیغ اسلام کی اجازت۔

(۲) جب مجبور ہو کر آپ نے صحابہ کرامؓ کو حبشہ کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی تو قریش نے وہاں بھی وفد بھیج کر وہاں کے بادشاہ نجاشی کو کہلا بھیجا کہ یہ مسلمان ہمارے مجرم ہیں ان کو پناہ نہ دو بلکہ ہمارے حوالہ کر دو۔ مگر اس نے طرفین کے دلائل سن کر مسلمانوں کو امن دیا۔

(۳) جب مکہ معظمہ میں عقبہ ثانیہ کے موقع پر اہل مدینہ منورہ نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور ہر طرح حفاظت و امداد کا یقین دلایا۔ اور قریش کو کسی نہ کسی طرح اس بات کی خبر ہو گئی تو انہوں نے اہل مدینہ کو سخت دھمکی دی اور کہا کہ ہم نے ایسا سنا ہے۔ اس کا نتیجہ تمہاری تباہی ہوگا۔

(۴) اس کے بعد جب آپ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو قریش نے اہل مدینہ کو خط لکھا کہ ہمارے مجرموں کو پناہ نہ دو ورنہ تمہاری اینٹ سے اینٹ بھاڑ دی جائے گی۔ اس پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک کے پاس جا کر ان کو سمجھایا کہ اگر تم کو قریش سے لڑنا پڑا تو باہر والوں سے لڑنا پڑے گا۔ لیکن اگر تم مسلمانوں سے الجھے تو اپنے بھائی بندوں اور اولاد سے لڑنا ہوگا۔ ان کی سمجھ میں آپ کی بات آگئی۔ اور انہوں نے قریش کی کوئی پرواہ نہ کی جس سے قریش اور بھی آگ بگولہ ہو گئے۔

(۵) اس پر مستزاد یہ ہوا کہ عمرو بن حفص قتل ہو گیا جو بڑا آدمی تھا اور اس کے حلیف مکہ معظمہ کے بڑے سردار تھے۔ ساتھ ہی یہ واقعہ چونکہ حرم میں ہوا تھا۔ اس لئے شاعروں نے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا اور ساتھ ہی ملک بھر میں اتقام

کی آگ بھڑکا دی۔

(۶) خدا تعالیٰ کی شان تھی کہ انہی ایام میں معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا تہارقی قافلہ شام سے بچہ پناہ سامان لے کر واپس مکہ معظمہ جا رہا ہے جس سے قریش کی جنگی استعداد اور اسلحہ کا توازن یقیناً اور زیادہ بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ تہارقی قافلے کے سوا قریش سے جنگ کا خیرہ بھی تھا۔ آپؐ تین سوتیرہ آدمی لے کر مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قافلہ تہارات اور فوج میں سے ایک عطا کر دینے کا وعدہ فرمادیا تھا۔ بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ قافلے کا تعاقب کیا جائے۔ فوج کو چھوڑ دیں۔ بعض کی رائے تھی کہ فوج سے ٹکرا کر جائے اللہ تعالیٰ نے اسی کی تائید فرمائی۔ ارشاد ہوا۔

كَمَا اخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۚ وَاِنْ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ

ترجمہ :- جس طرح آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کو آپ کے گھر سے صحیح کام کے لئے نکالا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کام کو پسند نہیں کر رہی تھی مگر حکم مان رہی تھی۔

يَعَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝

اِذْ يَدْعُوكَ كَمَا دَعَا اَحَدُ الظَّالِمِيْنَ اِنَّهَا لَكُم مَّوَدَّةٌ وَّتَوَدُّونَ اَنْ غَيِّرَ ذَاتَ الشُّوْكَ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يَحِقَّ الْحَقُّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ ۝

ترجمہ :- وہ ایک صحیح بات میں آپؐ سے بحث کر رہے تھے۔ جب کہ وہ بالکل واضح ہو چکی تھی۔ گویا ان کے دیکھتے دیکھتے ان کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور جب اللہ تعالیٰ تم کو وعدہ دے رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تم کو ہاتھ لگے گی اور تم پر چاہتے تھے کہ جس میں تکلیف نہ ہو وہ تم کو ملے۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ سچ کو بچ کر دکھائے اپنی باتوں سے۔ اور کافروں کی بیخ کنی کر دے۔

یہاں بعض حضرات نے یہ بے ضرورت بحث چھیڑ کر خواہ مخواہ قارئین کے دل داغ

کو پریشان کیا ہے کہ اسلامی لشکر قافلے کے لئے گیا تھا یا فوج سے لڑنے کے لئے مگر آیت کریمہ نے معاملہ صاف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ دو میں سے ایک چیز مسلمانوں کے ہاتھ لگے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا تا کہ لڑائی ضرور ہو جائے۔ (تَجِدُ مَا جِئْتُمْ) سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک بات متعین نہ تھی۔ بہر حال اگر قافلہ مل جاتا اس پر حملہ ہو جاتا۔ اگر اس کی بجائے لشکر قریش سے مقابلہ آپرے تو یہ ہو جائے ان باتوں میں خاص ٹکڑ نہیں ہے۔ غیر متعین حالت میں اگر ایک فریق بجائے جنگ کے دوسری صورت چاہے تو یہ فطری امر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے خطاب فرمائے ان کی اصلاح کرے۔ اور ان کے چھوٹی سی غلطی کو ان کی شان کے لحاظ سے بڑی بنا کر تنبیہ کرے۔ بعضوں کو یہ تصور کھائے جا رہا ہے کہ غیر مسلم یہ نہ کہیں کہ مسلمان قافلہ ٹوٹنے جا رہے تھے۔ بھلا یہ کوئی قابل اعتراض بات ہے جب دشمنی مسلم ہے اور جنگ سر پر منڈلا رہی ہے تو دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی یا اس کی طاقت کو کمزور کرنا کس اصول جنگ کے خلاف ہے۔ کیا آج کل ایسا نہیں ہو رہا۔ یہ کافروں سے سرعوبیت پر مبنی ہے ورنہ پہلے پہل کچھ ابہام تھا پھر بات متعین ہو گئی۔ ممکن ہے بعضوں پر اس کا بلوچہ پڑا ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے شاہانِ شان قرار نہ دے کر سخت الفاظ میں ذکر کر دیا۔

ابوسفیانؓ کو اطلاع

اس واقعہ کی ابوسفیانؓ کو اطلاع ہو گئی وجوہ اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور وہ مسلمانوں کی مزاحمت سے ڈرے اور فوراً ہی ایک تیز رفتار قاصد منعم غفاریؓ کو روانہ کیا کہ جلدی پہنچ ورنہ لاکھوں کا مال تجارت اور قافلہ تباہ ہو گیا۔ تیز رفتار قاصد بھیج کر ابوسفیانؓ دوسرے راستے سے نکل کر صحیح و سلامت مکہ معظمہ جا پہنچے۔ مگر قریش مکہ کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ وہ پہلے چلائے۔ جب ان کو خبر ہوئی کہ قافلہ خطرے میں ہے وہ بہت جلد تیاری کر کے عظیم لشکر بنا کر بدر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اگر مسلمانوں کے سامنے لوٹ کھسوٹ کا مقصد ہی ہوتا

تو ابوسفیانؑ کے نکل جانے کے بعد وہ واپس لوٹ جاتے۔ اسلمہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ وہیوں کی تعداد بھی تہائی کے برابر تھی۔ مگر جیسے کہ قرآن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ حق و باطل کی ٹکر ہو کر آج حق کا رعب قائم ہو جائے۔ اور تیرہ سال تک ظلم و ستم کی چلی میں پیسے ہوئے صحابہؓ کی دھاک بیٹھ جائے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی قافلے کے نکل جانے اور قریش کے آپہنچنے کا علم ہو گیا تھا۔ اور آیت مذکورہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب سب اللہ کے کو شکر کفایت سے مٹھ بھیڑ ہونے کا خیال تھا۔

جناب عاتکہ کا خواب

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک عمتہ (صحابہ بھی) مکہ معظمہ میں تھیں۔ انہوں نے ضمیمہ غفاری کے مکہ معظمہ میں پہنچنے سے تین رات پہلے خواب دیکھا۔ جس سے وہ گھبرا گئیں۔ اور اپنے بھائی عباسؓ کو بلا کر کہا۔ بھائی جان! آج رات میں نے خواب دیکھا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ کی قوم پر کوئی آفت آنے والی ہے۔ آپ اس کو راز میں رکھیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سوار مکہ معظمہ میں آکر اونچی آواز میں پکار رہا ہے۔ اے بدر والو! نین دن کے بعد اپنی موت کے ٹھکانوں کو چلو۔ پھر یہ شخص مسجد حرام میں آیا۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں اس نے کعبہ سے پھر بلند آواز سے آواز دی۔ اے بدر والو! نین دن کے اندر اپنی موت کے ٹھکانوں پر پہنچ جاؤ۔ پھر اپنا اونٹ بکلی قبیس پر چڑھا کر تیسری بار وہی آواز دی۔ پھر ایک بڑا پتھر لے کر پھینکا۔ جب وہ پتھر پہاڑ کے نیچے پہنچا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور مکہ معظمہ کے ہر گھر میں اس کا ایک ایک ٹکڑا جا پہنچا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ عاتکہ یہ خطرناک خواب ہے اس کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ لیکن خود حضرت عباسؓ نے اس خواب کو اپنے عظیم الشان دوست ولید سے بیان کر دیا جس نے اپنے باپ عتبہ

سے بیان کر دیا۔ وہ مکہ معظمہ کا رئیس تھا۔ جوتے بوتے خواب کا چرچا ہو گیا۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں دوسری صبح کو میں خانہ کعبہ کا طواف کرنے مسجد میں گیا وہاں ابو جہل قریش کے چند آدمیوں کے ہمراہ بیٹھا ہے مجھے کہنے لگا کہ طواف کر کے یہاں اگر بات سنا۔ حسب میں فادغ ہو کر اس کے پاس گیا۔ تو کہنے لگا اسے عبد المطلب کے بیٹو۔ یہ تمہارے اندر عورت کب سے نبی بنی ہے۔ میں نے کہا کیا بات ہے۔ اس نے کہا یہ تمہاری بہن عاتکہ نے جو خواب دیکھا ہے کیا یہ کم تھا کہ تمہارے اندر مرد نبی بن بیٹھے۔ اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں۔ دیکھو ہم تین دن انتظار کریں گے اگر یہ خواب سچی ہوئی تو خیزد رزم ایک اعلان کھو دیں گے کہ تمہارا گھر بڑا چھوٹا ہے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن جب رات ہوئی تو بنو عبد المطلب کے خاندان کی کوئی عورت نہ رہی جس نے اگر مجھ سے یہ نہ کہا ہو کہ تم نے اس نصیحت فاسق ابو جہل کو ہلکا کر رکھا ہے۔ پہلے تمہارے مردوں کی باتیں کرتا تھا اب تمہاری عورتوں کی باتیں کرنے لگا ہے۔ اور تم یہ سب کچھ دیکھ سن رہے ہو۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے عورتوں سے کہا کہ کل میں اس سے منٹ کہ تم کو اس سے چھڑا دوں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسری صبح میں مسجد حرام میں گیا اور ابو جہل کی طرف بڑھا کہ اس پر حملہ کروں۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ میں حیران ہوا کہ کیا یہ کچھ سے ڈر کر بھاگا۔ مگر بات اور تھی۔ میں نہیں سن رہا تھا لیکن اس کے کان میں ضمضم غفاری کی آواز آ رہی تھی۔ جو زعد سے پکار رہا تھا۔ کہ اسے قریش اپنے تجارتی قافلے کو بچاؤ۔ اس کو (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے روک لیا ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا۔ پھر نہ مجھے ابو جہل کا خیال رہا۔ نہ اس کو میرا۔ سب لوگوں میں افراتفری پیدا ہو گئی۔ بات یہ تھی کہ اس تجارتی قافلے میں قریش کے ہر ایک آدمی کا مال شریک تھا اس میں ہزار اونٹ اور لاکھوں روپوں کا مال تھا۔ اس لئے ہر شخص کو غم تھا۔ ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر جتنی نیاری میں حصہ لیا۔

قریش کی جنگی تیاری

قریش نے تین دن کے اندر اندر تیاری مکمل کر لی۔ تمام سردارانِ قریش ہمراہ ہیں۔ کم و بیش ایک ہزار بہادروں کا لشکر ہے۔ تقریباً سو شہسواروں کا دستہ بھی ساتھ ہے۔ ہزاروں اونٹ ہیں تیز ذریعہ تیز سے تلواریں کافی ہیں۔ بہادر سردار اور پہلوان بھی ہمراہ ہیں۔ جوش دہانے کے نئے عورتیں بھی ساتھ لے رکھی ہیں۔ شرابیوں کے ٹکے لے رہے ہیں۔

ابو جہل، عتبہ، ولید، ثیبہ، حوثلہ بن عامر، نضر بن حارث، عباس، امیہ بن خلف، سب سردار رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے سب کو شیر دل بنا رہے ہیں۔ یہ لشکر بڑی شان و شوکت سے مکہ سے روانہ ہوا تاکہ ہمیشہ کے لئے اسلام کی بیخ کنی کر دے۔ اور جاتے جاتے بدر کے مقام تک جا پہنچا۔ اس لشکر کے سٹافٹ ہاتھ اور غرور و تکبر کا ذکر قرآن پاک نے اس طرح فرمایا ہے۔

وَلَا يَتَكُونُوا لَدِينِ خُرُوجِهِمْ دِيَارَهُمْ بِطَرَاوِثِ النَّاسِ وَبِعِصْوَةٍ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

ترجمہ:- اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اکڑتے اترتے ہوئے نکلے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کی راہ سے روکنے ہوئے۔

آپ کو یہ چلا کہ ابوسفیان کا قافلہ بیچ کر نکل کر مکہ معظمہ جا پہنچا۔ اس نے اپنے پہنچ جانے کی اطلاع قریش کو دے کر یہ مشورہ بھی دیا کہ اب لشکر واپس آجائے۔ اب سردار عتبہ اور بعض دوسروں کی رائے ہوئی کہ جنگ میں کوئی فائدہ نہیں اب واپس چلا جانا چاہیے لیکن ابو جہل نے نہ مانا چنانچہ بعض قبائل ناراض ہو کر لوٹ گئے۔ ابو جہل

نے کہا کہ ہم بدلتک جائیں گے۔ وہاں چند دن رہ کر جتن منائیں گے۔ اونٹ ذبح کرکے شراہیں پیئیں گے۔ عورتیں نچائیں گے تاکہ رہتی دنیا تک ہمارا نام روشن ہو جائے۔ اس نے رئیس قریش کو ایک طرح بزدلی کا طعنہ بھی دیا۔ عقبہ کا بیٹا ابو حذیفہؓ مسلمان تھا اور مسلمانوں کے لشکر کے ہمراہ تھا۔ عقبہ نے طعن کے جواب میں کہا کہ کل پتہ لگ جائے گا کہ ہم جنگ میں کیا کرتے ہیں۔ یہ سردار تھا اور سامیہؓ لشکر کا علمبردار بھی تھا۔ اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید بھی شریک جنگ تھا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمانوں کا لشکر صرف تین سو تیرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ اس میں صرف دو گھوڑے تھے۔ تلواریں بھی صرف آٹھ تھیں۔ اسی میں سفر طے کرنے اور بار برداری کے لئے صرف ستر اونٹ تھے۔ تین سو تیرہ آدمیوں کے لئے یہ کس طرح پورے ہو سکتے تھے۔ آپؐ نے ایک ایک اونٹ پر دو دو چار چار آدمی باری باری سوار ہونے کا انتظام فرمایا اور اپنے ہمراہ بھی دو صحابی رکھے۔ جنہوں نے آپؐ کے آرام کے لئے بہت اصرار کیا کہ ہم پیدل چلیں گے۔ آپؐ اکیلے سوار ہوں مگر آپؐ نے نہ مانا اور فرمایا تم مجھ سے طاقت میں زیادہ نہیں ہو اور میں تم سے اجر و ثواب کے شوق میں کم نہیں ہوں۔ لشکر روانہ ہو کر بدر کے مقام تک جا پہنچا۔ یہ لشکر بے شک بے سرو سامان تھا مگر اس میں صدیقین، صالحین اور فرشتوں کے ہم پلہ بزرگ شریک ہیں۔ خود سرورِ عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہیں جن کے دیدار سے مسلمان سکون و اطمینان حاصل کرتے اور آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔

لشکر نے بدر کے ایک مقام پر ڈبرہ ڈالا۔
حضرت حباب بن منذر کا مشورہ | ایک صحابی حضرت حباب بن منذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس مقام کا انتخاب خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے اگر ایسا ہے تو ہم کو دم مارنے

کی گنجائش نہیں نہ ہم چوں و چرا کر سکتے ہیں یا آپ کی تدبیر جنگ اور رائے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صرف رائے اور تدبیر ہے تو صحابی نے عرض کیا پھر یا رسول اللہ لشکر کو آگے بڑھا کر پانی کے چشمہ پر قبضہ کریں اور اس پاس کے چشموں کا پانی بھی اس میں ڈال کر تالاب بنا دیں پھر دوسرے کنویں برباد کر دیئے جائیں تاکہ ہم کو پانی کی کمی نہ رہے اور دشمن کنویں استعمال نہ کر سکے۔ اس روایت سے دو باتیں ثابت ہو گئیں ایک یہ کہ صحابہ کرام جاننے تھے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن کے سوا وحی حق بھی آتی ہے اور آپ کے اکثر احکام خدائی رہنمائی پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے وہ مشورہ دیتے وقت پہلے احتیاط دریافت کر لیتے تھے۔ اسی طرح لا واقعہ غزوہ خندق میں بھی پیش آیا جو آپ اُندھ پڑھیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے مشوروں کو سنتے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرما کر ایسا ہی کیا مگر پانی پینے کی دشمنوں کو بھی اجازت دیدی گئی۔ ہاں ایک مشرک نے قسم کھائی تھی کہ نہ بردستی پانی پیوں گا۔ اس کو قتل کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی مزید مہربانی | اس پر اللہ تعالیٰ نے مزید مہربانی فرما کر بارش کر دی جس سے بیتل زمین ذرا سبست ہو گئی۔ گرد جم گئی۔ چلنا پانی بھی جمع ہو گیا۔ جو نہانے دھونے کے کام آیا۔ اس احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔

وَيَقُولُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ
ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ نے بادلوں سے پانی برسایا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک و صاف کرے۔

روانگی سے پہلے لشکر کا امتحان اور مشورہ

حضرت مقداد بن عمرو کی تقریر | مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اس کو آپ لشکر کا امتحان بھی کہہ سکتے ہیں۔

آپ کی گفتگو سننے کے بعد آپ کا اندازہ معلوم کر کے حضرت مقداد بن عمروؓ ایک مہاجر صحابی نے تقریر فرمائی۔ یا رسول اللہ! ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح نہیں ہیں کہ کہیں

إِذْ هَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَفَاتِنَا إِنَّا هُمْ نَحْنُ قَاعِدُونَ ۝

ترجمہ :- تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو ہم تو ہیں بیٹھے رہیں گے۔

ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑتے رہیں گے۔ اور اگر آپ ہم کو برک الغناد نامہ جانے کا حکم دیں تو ہم ساتھ چلیں گے (برک الغناد مکہ معظمہ سے یمن کی طرف کو چار پانچ منزل دور ہے)

اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا

یا رسول اللہ! شاید آپ انصار کی رائے معلوم

کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ بات یہ تھی کہ اہل مدینہ نے مکہ معظمہ میں مدینہ میں آپ کی حفاظت کا ذرہ لیا تھا اور مدینہ کے معاہدہ میں مدینہ کی حفاظت مشترک طور پر کرنے کا ذکر تھا۔ مدینہ سے باہر جا کر لڑنے کے وہ پابند نہ تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیغمبر تھے آپ نے ازراہ احتیاط ان کی رائے معلوم کرنی ضروری تھی۔ یہ آپ کی انتہائی دیندارانہ ترقی بات کا صاف کرنا ضروری تھا بہر حال پھر حضرت سعد نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ آپ کو اپنا نجات دہندہ سمجھا ہے آپ ہم کو حکم دیں گے کہ سمندر میں ٹھس جاؤ تو ٹھس جائیں گے۔ آپ خوش ہوئے اور دعا دی۔ (اوکا قال)

تابالغ بچوں کا شوق جہاد

آپ نے آگے چل کر فوج کا ہاتھ لیا۔ جو کم عمر تھے ان کو واپس کر دیا۔ مگر حضرت عمر بن ابی وقاص جو کس تھے جب ان کی واپسی کا حکم ہوا وہ رو پڑے۔ آپ نے ان کو اجازت

دیدیں۔ ان کے بھائی حضرت سعد بن وقاصؓ نے اس چھوٹے مجاہد کے گئے ہیں تلواریں مائل کی۔ اب فوج کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی۔ جن میں ساتھ ہاجر اور باقی انصار تھے۔ آپؐ نے جاتے وقت مدینہ منورہ میں ابولبابہ بن عبدالمذہب کو حاکم مقرر فرما کر واپس جانے کا حکم دیدیا اور مدینہ کے عسکری (بالاٹ حصہ) پر حضرت عاصم بن عدیؓ کو حاکم مقرر فرمایا۔ خبر رسائی کے لئے آپؐ نے چند آدمی آگے روانہ فرمادیئے اور خود جاتے جاتے بدر تک جا پہنچے۔

نقشہ جنگ اور انتظامات

اب دونوں لشکر میدان جنگ میں پہنچ چکے ہیں۔ قریش اتراتے اور اکڑتے پھرتے ہیں۔ مسلمان بھی اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے نقشہ جنگ تیار کیا۔ میدان جنگ کے کنا سے آپؐ کے لئے ایک اونچی جگہ پر ایک عارضی چھت ڈال دی گئی۔ جہاں سے آپؐ نظارہ جنگ دیکھ اور ہدایات دے سکیں۔ پانی کا انتظام کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دلی ہوئی ریت کو میدان جنگ بنایا جہاں پاؤں نہ دھس سکتے تھے۔ اور نقل و حرکت کی دشواری نہ رہی۔ فوج کے تین حصے فرمائے۔ (۱) مقدمہ المیش آگے پہننے والی فوج (۲) فوج اکبر اعلیٰ اور اصل فوجی طاقت (۳) مؤخرہ یعنی پیچھے رہنے والی فوج۔ ہاجرین کا علم آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے حوالے فرمایا۔ قبیلہ خزرج کا علم حضرت حباب بن منذر کو دیا۔ اور قبیلہ اوس کا علم بردار حضرت سعد بن معاذؓ کو بنایا۔ رات کو اسلامی لشکر نے انتظامات اور تھکانے سنبھالنے کے بعد آرام کیا۔ لیکن سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری رات اپنے رب کے سامنے گڑ گڑاتے اور دُعا میں مانگتے رہے۔ صبح ہوتے ہی اذان ہوئی نماز باجماعت ادا فرمائی۔ آپؐ نے صفوف درست کیں۔ جنگی صفوں کو تیسرے درست فرمایا۔ صفوں میں ڈیڑھ پانچ تھا۔ نہ شور و شغب۔ اللہ کے بندے کو ہدف قرار

سے کھڑے حکم کے منتظر تھے۔ ان کو پہلا حکم ملا۔ کہ جب تک دشمن زخمی نہ آجائے تیر نہ چلانا۔ صفیں ایسی مضبوط تھیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔ کتنے ہی صحابہ شہید ہوئے مگر صفیں نہ ٹوٹیں۔ صف بندی کے طریقہ جنگ سے عرب نا آشنا تھے۔ ان کو کوفہ کے طریقہ سے جنگ کرنے کی عادت تھی۔

کروفر کا طریقہ جنگ | کروفر کی جنگ یہ ہے کہ یکبارگی دشمن پر ٹوٹ پڑو اور لڑتے لڑتے ان کو بھگا دو۔ تنگ گئے تو آرام کرنے اور سکنے

کے لئے اپنے کیمپ کی طرف پیچے بٹ آؤ اور جب موقع ملے پھر تازہ توڑ حملہ کرو۔ اس طرح حملہ کرنے کو کر اور پیچے ہٹنے کو فرہتے تھے۔ اسی طرح حملے پر حملہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ جنگ کا فیصلہ ہو جائے یہ طریقہ جنگ کروفر کہلاتا ہے۔ اس میں صفیں نہیں ہوتیں۔ کمانڈر کانٹرول نہیں رہ سکتا۔ فوج منتشر ہو جاتی ہے اور فوجیں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ آپ نے عرب میں پہلی مرتبہ صف بندی کا طریقہ جنگ اختیار فرمایا۔

صف بندی کا طریقہ جنگ | آپ نے حکم دیا کہ صفوں میں پہاڑ بن کر کھڑے رہو۔ دشمن کے حملوں کو استقامت اور جان بازی سے روکتے رہو۔ زخمی ہوئے شہید ہو جانے کی پرواہ نہ کرو۔ جب دشمن قریب ہو کر زد میں آجائے۔ اس پر حملہ کرو اور جب وہ تنگ کر اور ہمت دار کر پسا ہونے لگے تو پوری ہمت اور جوا فروی سے اس کا تعاقب کرو۔ اس سے پہلے صفوں میں انتشار نہ ہونے پائے۔ اس طرح لڑو جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَيَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَفًّا كَمَا نَهَوْا مُنْبَانٍ مَّقْرُصُونَ

ترجمہ :- اور اللہ کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو۔ ثابت قدم صفوں کو ہر وقت حکم دیا جاسکتا ہے۔ آج ترقی یافتہ دنیا میں بھی فوج کا آگے بڑھنا یا پیچے ہٹنا افسر کے حکم کے تحت ہوتا ہے۔

شعار (وارورڈ) | اپنے اور دشمن کو پہچاننے کے لئے کبھی سنت ضرورت پیش آتی ہے۔ اس تعارف کے لئے تعارفی لفظ مقرر کیا جاتا ہے

اس کو شعار کہتے ہیں۔ آج کل اس کو وارورڈ کہہ دیتے ہیں۔ اس کا تعین خاص طور پر وہاں بہت ضروری ہوتا ہے۔ جب فریقین جنگ ایک قوم اور ایک معاشرے سے تعلق رکھتے ہوں بدر کے دن مسلمانوں کا شعار لفظ احد تھا۔

خد تعالیٰ سے التجاء | تمام انتظامات مکمل کر کے آپ اپنی مخصوص جگہ میں جا کر معروف عبادت ہوئے عاجزانہ دعائیں مانگنی شروع فرما

دیں۔ کفر و اسلام میں بھی فرق ہے کہ مسلمان فتح و نصرت اللہ تعالیٰ ہی سے سمجھتا اور اسی پر بھروسہ کرتا اور اسی سے مانگتا ہے۔ اسی موقع پر آپ نے وہ مشہور دعا مانگی۔

اللہم هذه العصابة ان تهلكها لن تعبد الله
ترجمہ :- اے اللہ یہ جماعت ہے اگر آپ اس کو ہلاک کر دیں تو پھر کبھی آپ کی عبادت نہ ہوگی
اس دعا میں آپ نے یہ حقیقت بھی واضح فرمادی کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی بن سکتا
ہے نہ شریعت آسکتی ہے۔ ورنہ آپ یہ کیوں فرماتے کہ پھر آپ کی عبادت نہ ہوگی۔ آپ
نے اتنی دعائیں مانگیں کہ عالم بے خودی میں چادر کندھے مبارک سے گری جاتی تھی حضرت
صدیق نے عرض کی: حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - یا رسول اللہ بس کیجئے آپ کے لئے یہ کافی
ہے۔ حضرت صدیقؓ پر صفتِ اُمید کا غلبہ تھا، اور سرورِ عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر صفتِ عبدیت کا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی شان خود مختاری اور شانِ بے نیازی کے
احساس کا غلبہ تھا۔ حضرت صدیقؓ کی درخواست کے بعد آپ اپنی قیام گاہ سے باہر تشریف
لائے۔ آپ صلابہ کو فتح کی خوشخبری سن رہے تھے، زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

سیدھز مال جمع ویولون الذبح
ترجمہ :- ابھی منقریب اس فوق کرتکتست ہوئی اور یہ بیٹھو دیکر بھاگ نکلیں گے۔

بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کو فرشتوں کی آمد کی خوشخبری سنائی اور فرشتہ کو یہ کہتے سنا کہ اقدم حسین دم۔ ترجمہ چیز دم آگے بڑھو۔

حیز دم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ باہر آکر آپؐ نے صفوف کا جائزہ لیا۔

دشمن کی خبروں کا انتظام | آپؐ نے اس سے پہلے ہی دشمن کے لشکر کے بارہ میں معلومات فراہم کرنے کے لئے کہ ان کی کتنی کتنی

ہے۔ راشن کیا ہے۔ کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ آپؐ نے صحابہؓ کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف اطراف میں بھیج دیئے تھے۔ ان میں سے ایک دستہ نے جس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شامل تھے۔ دور لڑکے پکڑ لئے جب یہ لائے گئے صحابہؓ نے ان سے پوچھ گچھ شروع کی۔ آپؐ نمازیں معروف تھے۔ جب وہ سچ کہتے تو صحابہؓ یقین نہ کرتے اور سختی کرتے اور جب وہ جھوٹ بولتے تو صحابہؓ ان کو چھوڑ دیتے۔ آپؐ نے فارغ ہو کر خود ان سے گفتگو فرمائی۔ پھر فرمایا کہ دشمن کا لشکر نو سو اور ہزار افراد کے درمیان ہے۔ روزانہ نو یا دس اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ اور یہ اونٹ مکہ معظمہ کا ایک ایک سردار باری باری ذبح کر کے سب کو کھلاتا ہے۔ آپؐ نے ان سے یہ چہ لگایا کہ دشمن کا لشکر ریلے ٹیلے کے اس طرف ہے۔

بِالْعَدُوِّ وَالْفُتُوِّ

وفاء عہد کی بے مثال تعلیم | آپؐ جانتے ہیں کہ ایسے وقت میں جبکہ اپنا لشکر دشمن سے تعداد۔ اسلحہ۔ راشن اور ہر طرح سے

کم اور کمزور ہو۔ ایسے وقت میں ایک ایک آدمی کا اضافہ بھی بہت بڑی امداد اور سہارا ہوتی ہے۔ دو صحابیؓ مدینہ منورہ آ رہے تھے۔ راستہ میں ان کو لشکر قریش نے پکڑ لیا کہ تم مسلمانوں کی مدد کرنے جا رہے ہو۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔ اس پر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ آئے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قصہ سنا کہ جنگ میں شریک ہونا چاہا۔ آپؐ نے اجازت نہ دی اور فرمایا تم وعدے پر قائم رہو۔ ہمارا بھروسہ

اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس سے آپ پیغمبرانہ تعلیم اور اسلامی اخلاق کی برتری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

لڑائی سے پہلے آپ نے میدانِ جنگ میں اپنے
مبارک ہاتھ سے ایک ایک سردار کی موت کی
جگہ بتائی، خدا کی شان کہ جنگ میں ہر آدمی اسی جگہ مرا جہاں کی آپ نے نشاندہی فرمائی تھی۔

قرآن پاک کا وعدہ
اسی طرح رب العزت جل وعلا نے قرآن پاک میں صحابہ کی
امداد کا وعدہ فرمایا بلکہ فرشتوں کے بھیجے کا ذکر کیا۔

ایک لطیفہ

ہجرت سے ایک دن پہلے دارالندوہ میں بیٹھ کر جن چودہ سرداروں نے سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ بدر میں ان میں سے گیارہ قتل ہو گئے اور تین بعد
میں مسلمان ہو گئے۔

میدانِ جنگ کا منظر

اب دونوں لشکر آمنے سامنے ہیں یہ تماشا آسمان نے کم دیکھا ہوگا جو صحابہ کرام کو
پیش آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواروں کی زد میں خود ان کے جگہ گوشے۔ جانی بچ گیا۔
ماموں باپ اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ مگر وہ اسلام کے مقابلے میں تمام رشتوں ناٹوں اور
قرابتوں کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔

بندہ عشقِ شدی ترکِ نسب کن حامی

کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

عشق کا بندہ ہونے کے بعد فلاں ابنِ فلاں کی حیثیت کیا ہے۔

دنیا مسلمانوں کے اشیاء پر عرشِ عشق کرتی ہے، بلکہ ان کی عقیدت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ساتھ کس درجہ کی ہمتی، عقبہ لشکر قریش کا سردار اور علمبردار ہے اور اس کا بیٹا ابو عبد اللہ
مسلمان لشکر اسلام کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ عبدالرحمن بن ابوبکرؓ اس وقت مسلمان نہ تھے یہ ابوجہل
کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور ان کے والد حضرت صدیقؓ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
جان نثار کر رہے تھے۔ جناب ابوطالب کے بیٹے حضرت عقیل جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے۔
کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے اور خود ان کے بھائی حضرت علیؓ اس کے سامنے سینہ سپر ہیں۔
حضرت عمرؓ خود اپنے ماموں کو تلوار مار رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے داماد حضرت ابوالعامر اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ کفار کے لشکر میں شامل ہیں۔
جو جنگ میں گرفتار ہوئے اور اوروں کے ساتھ رہائے گئے۔ حضرت عباسؓ سے پورا پورا
زرقہ دیہ وصول کیا گیا۔ مشہور روایت ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت عبدالرحمن بن
ابی بکرؓ مسلمان ہوئے۔ اپنے باپ صدیقؓ سے کہنے لگے کہ بدر کے دن آپ میری زد میں آگئے
تھے مگر میں لہجہ دعایت کی۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو خدا کی
قسم گردن مار دیتا تم اس وقت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے آئے تھے۔
بہر حال اسلام کے فدائیوں نے وہ تماشا دکھایا جو اس آسمان کے نیچے نہ کسی نے دیکھا نہ دکھایا۔

جنگ بدر کا آغاز کس طرح ہوا؟

جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ابوجہل نے حضرمی مقتول کے بھائی عامر کو جاکر حکم دیا۔
اس نے عرب کے قانون کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور گردا گرد اہل عہدہ و اہل علم کے
نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ پھر کیا تھا۔ کفار کے تمام لشکریں اکٹھا ہو گئی۔ بہادروں نے
تلواریں سونست لیں۔ نیزے سے بلند ہو گئے۔ تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ طرفین کے
کے بہادر دادِ شجاعت دینے لگے۔ کسی مقتول کے لئے لڑنے کو عرب شاکستہ تھے۔ اس
اعلان کے ساتھ رواج کے مطابق قوم آگ بگولہ ہو جاتی ہے۔

لڑائی کا ایک نظارہ

اسلامی لشکر کی صفوں میں حضرت
عبد الرحمن بن عوف ایک بہادر اور

دو بچوں کا جذبہ عشق رسول

مشہور صحابی تھے۔ ان کے دائیں بائیں دو نوجوان بچے محو و معاذ کھڑے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے دل میں خیال آیا کہ دونوں بچے تجربہ کار ہیں کہیں کمزوری نہ دکھائیں۔ یہ خیال آتا تھا کہ دونوں لڑکوں نے ان کی چٹل لے کر پوچھا: چچا جان ابو جہل کون سا ہے؟ انہوں نے کہا ابو جہل سے کیا کرنا ہے۔ کہا ہم نے سنا ہے کہ وہ سارے پیغمبر و در عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، ہم نے قسم کھا لی ہے کہ اس کو دیکھیں گے تو یاد رہے گایا ہم۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے اشارے سے بتایا کہ وہ لوہے میں ڈوبا ہوا سردار ابو جہل ہے۔ یہ سننا تھا کہ دونوں نوجوان باز کی طرح کھپٹے اور ابو جہل تک پہنچ کر اس پر وار کر دیا، معلوم نہ ہوا کہ کس کے وار سے وہ زخمی ہوا۔ بہر حال ابو جہل زمین پر ڈھیر تھا۔ دونوں بچے واپس آئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف مطمئن ہو گئے کہ بچے اچھے اور قابل اعتبار ہیں۔

ایک روایت میں بت کر ابو جہل کے بیٹے نے حضرت معاذ کا تعاقب کیا اور اس پر وار کر کے ان کا بازو کاٹ دیا۔ بازو کا صرف ایک تسمہ رہ گیا۔ جو لگتا تھا، حضرت معاذ نے بازو کو پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے دبایا، تسمہ علیحدہ ہو گیا اور اب وہ جہاد آسانی سے کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ نے لعاب مبارک نگایا اور وہ اچھا ہو گیا لیکن بعض دوسروں نے لکھا ہے کہ دونوں اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ بہر حال انہوں نے اپنی قسم پوری کر کے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی قربانی دے دی۔

جنگ کا دوسرا نظارہ

کفار کے لشکر سے ایک شخص مسمیٰ اسود بن عبدالدار جریر ا بہادر تھا نکلا اور مسلمانوں کے کنویں کی طرف بڑھا۔ اگرچہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ رحمت نے مخالفین کو بھی پانی پینے کی اجازت دے رکھی تھی لیکن اسود بن عبدالدار نے چونکہ قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کے کنویں سے ضرور پانی پیوں گا یا کنواں تباہ کر دوں گا یا مر جاؤں گا۔ اس چیلنج کی وجہ سے حضرت حمزہؓ اس کے مقابلے کے لئے نکلے وہ کنویں کی طرف بھاگا۔ حضرت حمزہؓ نے وہاں پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

جنگ کا تیسرا نظارہ

کفار کی طرف سے مسمیٰ ابو کرش نکلا اور اکڑتے ہوئے پکارا کہ کوئی مسلمان ہے جو مجھے مار کر دوزخ میں پہنچا دے یا میرے ہاتھ سے مر کر جنت میں چلا جائے۔ حضرت زبیر بن عوام اس کے مقابلے کے لئے نکلے وہ لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں محفوظ تھا۔ صرف آنکھ نظر آتی تھی، حضرت زبیرؓ نے اس طرح تاک کر برہنہ مارا کہ اس کی آنکھ میں پیوست ہو گیا اور وہ زمین پر ڈھیر تھا، حضرت زبیرؓ نے اس پر پاؤں رکھ کر برہنہ کھینچا اور نکالا۔

جنگ کا چوتھا نظارہ

اس وقت عربوں میں دستور تھا کہ عمومی جنگ شروع ہونے سے پہلے بہادر لوگ صفوں کے سامنے آکر لکارتے اور دشمن کو کہتے کہ تم میں کوئی مقابلہ کر سکتا ہے وہ آئے اس کو مبارزت کہتے تھے۔ چنانچہ لشکر قریش کی طرف سے تین مشہور بہادر

سردار عتبہ (علمبردار قریش) اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید میدان میں آئے مسلمانوں کو پکارا۔ ان کے مقابلہ کے لئے تین انصار نکلے۔ انہوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم مدینہ کے انصار ہیں۔ قریش بولے ہم اپنی تلواروں کو تمہارے قتل سے خون آلود نہیں کرنا چاہتے۔ ہم اپنے ہم سر ہم قوم مہاجر قریش چاہتے ہیں سردار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی تینوں انصار کو واپس بلایا اور حکم دیا۔

قَدْ يَاحْتَمِلُ :- یہ آپ کے حقیقی چچا تھے

قَدْ يَاعَلِي :- یہ آپ کے مشہور چچا زاد تھے

قَدْ يَاعَبِيد :- یہ بھی آپ کے چچا زاد تھے

سبحان اللہ پیغمبر نے سب سے پہلے اپنے گھر کے اصلی افراد کو اللہ کی راہ میں لڑنے

کے لئے آگے بڑھایا۔ حضرت حمزہؓ نے جاتے ہی شیبہ کو جہنم دے سید کر دیا۔ حضرت

علیؓ نے وار کر کے ولید کو ٹھکانے لگا دیا۔ مگر حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اور عتبہؓ میں

لڑائی ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ

نے جا کر عتبہ کا کام بھی تمام کر دیا اور اپنے زخمی حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر آپ

کے پاس لے آئے انہوں نے سردار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آتے ہی کہا آج

ابو طالب زندہ ہوتے تو میں کہتا کہ ان کے اس شر کا مصداق میں ہوں۔

وَنَذْهَلُ عَنْ ابْنِائِنا وَالْحَلَالِ

وَنَسْلَمُهُ حَتَّى نَفْرَعُ حَوْلَهُ

ترجمہ :- اور ہم ان کو اس وقت دشمن کے حوالے کریں گے جب ہماری لاشیں ان کے

گروہ پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔

آپؐ کا مہاجرین میں سے اپنے تینوں قریشی رشتہ داروں کو بہادر سرداروں

کے مقابلہ میں بھیجنا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ پیغمبر اللہ کی راہ میں لڑنے مرنے

کو نجات و جنت کا یقینی ذریعہ سمجھتے اور اس کے لئے اپنے خاص آدمیوں کو قربان کرنے پر خوش ہوتے اور اس نعمت کے حصول کے لئے ہر قربانی کی خاطر دوسروں پر اپنوں کو مقدم سمجھتے ہیں۔ پھر صریح کاشہادت پر سرت و اطمینان کس زبردست یقین کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے آمین۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں شہید ہوں آپ نے فرمایا کہ بے شک تم شہید ہو۔ انہوں نے نہایت اطمینان سے جان جان افریں کے حوالے کر دی۔

جنگ کا پانچواں نظارہ

کفار اپنے سرداروں کا یوں خاتمہ ہوتے دیکھ کر آپ سے باہر ہو گئے اور انہوں نے یکدم عمومی حملہ کر دیا۔ اب کیا تھا میدان جنگ میں یا نیزے سینوں کو پرور سے تھپتھپاتے یا تیروں کی بارش ہتی یا تلواروں کی جھنکار کفار کی یلغار اہل اسلام کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکی اور چودہ مسلمان شہید ہو کر بھی صفیں بدلتور قائم اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں۔ مسلمان لڑتے رہے اور تھوڑا تھوڑا حکم کے تحت آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ دشمن تنگ کر چور چور ہو گیا۔ جب وہ مسلمانوں کی زد میں آیا آپ نے حملہ کرنے اور تیروں سے بارش کر دینے کا حکم دیا۔ گھسان کارن پڑا مگر کفار کے قدم جم نہ سکے۔ آپ نے فوج کو دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ دشمن میں پر اُسنده ہو کر بھبا گشت گئی تھی۔ چنانچہ ستر چوٹی کے افراد قتل ہوئے اور ستر سہ داران قریش وغیرہ گرفتار کر لئے گئے۔ مالِ غنیمت بھی جمع کیا گیا۔ اور اس طرح جنگ کا خاتمہ ہوا۔

جنگ کا چھٹا نظارہ

مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے واقعہ بیان فرمایا کہ بدر کے دن میں ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک ایک کوڑا مارنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی یہ آواز کا قدم جیڑم چیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کافر آگے پڑا تھا اس آمنہ اور ناک پھٹا ہوا تھا اور وہ مرا ہوا تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فرشتہ تیسرے آسمان کا تھا جو امدادی فرشتوں کے ساتھ آیا تھا۔

نام صحابیؓ کا ابو نعیم اور ابنِ کثیر نے حنفی ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین میں سے دو آدمی بدر کے پہاڑیوں میں سے ایک مقام پر یا پہلے سے موجود تھے یا جنگ کا تماشا دیکھنے آئے تھے۔ ان میں سے ایک بیان کرتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک جیوٹا سا بادل ہمارے سروں پر سے گزرا۔ اس میں سے گھوڑے کے بٹھنہانے کی آواز آئی وہ ایسی وحشتناک تھی کہ میرا دوست یعنی چچا زاد بھائی وہ سن کر موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ یہ بادل میدانِ جنگ کی طرف جا رہا تھا اور اس میں سے آواز آئی (اقدام حیزوم) حیزوم آگے بڑھو۔ حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی لڑ رہے تھے جن کو نہ پہلے دیکھا گیا تھا نہ بعد میں یعنی جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام۔

جنگ کا ساتواں نظارہ

گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ ایک صحابیؓ کی زد میں ابو البختری نام مشہور

قریشی آگیا۔ صحابی نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمہارے بارہ میں ہم رعایت کریں۔ اس نے ساتھی کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو بھی کچھ نہ کہا جائے گا۔ صحابی نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہو سکتا صرف تمہاری رعایت کی جاسکتی ہے۔ اس نے جواب میں شعر پڑھا

لن یتعلم ابن حیرۃ زمیله حتی یسوت او یزلی سبیلہ

ترجمہ :- شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا، یہاں تک کہ مر جائے یا اپنا راستہ دیکھ لے۔
اس نے حضرت مجذہر پر حملہ کر دیا اور خود بھی مارا گیا اور اس کا ساتھی بھی۔

جنگ کا اٹھواں نظارہ

جنگ بدر میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی شریک تھا۔ اس نے حضرت بلالؓ پر بڑے مظالم کئے تھے۔ اس امیہ سے کسی زمانہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف نے معاہدہ کیا تھا کہ امیہ مدینہ میں آئے گا تو وہ اس کی جان کا ضامن ہوگا۔ اس دشمن خدا سے انتقام لینے کا خوب موقعہ تھا مگر اسلام میں جد کی پابندی لازمی ہے اس لئے عبدالرحمن بن عوف اس کو بچانے کے لئے اس کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اتفاقاً امیہ پر حضرت بلالؓ کی نگاہ پڑ گئی۔ انہوں نے کہا (لا یجوت ان ینجا) کہ یہ بچے نکلے تو میرا میدان بے کار ہے اور ساتھ ہی انصار کو خبر کر دی۔ دفعتاً لوگ امیہ پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر امیہ کی طرف بڑھے۔ حضرت عبدالرحمن نے اس کو نشانہ دیا خود اس پر چھا گئے تاکہ لوگ مارنے نہ پائیں۔ معاہدہ نے ان کی ٹانگوں

کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اسکو قتل کر دیا۔ اس طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی زخمی ہوئے اور مدتوں یہ نشان باقی رہا (بخاری شریف کتاب الوکال)

فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت کی تقسیم

آپ نے فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے عبداللہ ابن رواحہؓ کو مدینہ منورہ روانہ کیا جہاں حضرت رقیہ (بنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی حضرت عثمانؓ کی زوجہ مبارکہ کے تجہیز و تدفین سے اس وقت مسلمان فارغ ہوئے تھے۔ آپ نے مالِ غنیمت میں ہر پیدل غازی کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دئے۔ مدینہ منورہ میں بعض حضرات جو جہاد میں ترغیبی کام کرتے یا حصے رہے تھے ان کو بھی حصہ دیا۔

بدر میں قیام اور شہداء کی تدفین

آپ نے فتح کے بعد بدر میں تین دن قیام فرمایا۔ وہاں مسلمان شہداء کو دفن فرمایا اور مشرک مقتولین کو بھی ایک گڑھے میں دفن کرایا۔ سوائے ایک آدمی کے کہ اس کی لاش اتنی خراب ہو چکی تھی کہ دوسری جگہ منتقل نہیں کی جاسکتی تھی اس پر وہیں خاک ڈال کر دفن کر دیا۔ اسی طرح آپ نے مشرکین کے زخمیوں کا بھی علاج فرمایا۔

ابو جہل کا انجام

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر ابو جہل کا پتہ کرے اس کا کیا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے۔ لاشوں میں اس کو دیکھا۔ ابھی زندگی کی رمت باقی تھی۔ پوچھا کیا حال ہے کہنے لگا کیا ہوا ایک سردار کو اس کی قوم نے لڑائی میں مار ڈالا۔ پوچھنے لگا لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ صحابی نے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح عطا فرمائی۔ پھر اس کا سر تن سے جدا کرنے لگے تو بولا۔ دیکھنا گردن ذرا نیچے سے کاٹنا۔ سردار کا سر بے اوپنجا دکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلند شان ظاہر کرنے کے لئے کیسے فرعون مخالف پیدا فرمائے تھے بلکہ فرعون نے توڑ دیتے ہوئے توبہ کا اعلان کیا جو اس وقت منظور نہ ہوئی مگر اس فرعون نے مرتے وقت بھی اپنی مکمل فرعونیت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سر کاٹ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے آئے

قیدیوں سے سلوک

آپؐ نے ستر قیدیوں کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا اور اچھے سلوک کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے اتنا اچھا سلوک کیا کہ خود کھجور اور دودھ پر گزارہ کر لیتے مگر ان کو روٹی کھاتے۔

قیدیوں کی رہائی

آپؐ نے صحابہؓ سے قیدیوں کے بارہا میں مشورہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ہر قیدی کو اس کا رشتہ واد قتل کر دے۔ حضرت صدیقؓ وغیرہ نے مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ نے اسی پر عمل فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے پہلی رائے پر پسندیدگ کا اظہار فرمایا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم آنے کے بعد بہت پچھتائے اور روئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر پہلے سے میرا فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا تو تم کو مال لینے پر سخت مواخذہ کیا جاتا۔

بہر حال مکہ معظمہ کے لوگ دو دو ہزار چار ہزار درہم یا کم و بیش بھیج بھیج کر اپنے قیدی رہا کرتے رہے۔ حضرت عباسؓ مالدار تھے ان سے زیادہ وصول کیا گیا۔ حضرت

ابو العاص جو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان کی بیوی حضرت زینبؓ نے اپنا قیمتی غار خاوند کی رہائی کے لئے بھیج دیا۔ آپؐ نے دیکھا تو ابدیدہ ہو گئے۔ آپؐ کو پرانا زمانہ یاد آگیا۔ یہ مار حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا چاہو تو ماں کی نشانی بیٹی کو واپس کر دو۔ سب صحابہؓ نے فوراً برضا و رغبت اس کو واپس کر دیا اور حضرت ابو العاص کو صرف اس شرط پر رہا کر دیا کہ آئندہ مسلمانوں سے لڑنے نہ آئیں۔ دوسرے حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیں۔ حضرت ابو العاصؓ نے دونوں باتیں قبول کر لیں پھر پورسی بھی کر دیں اور بالآخر خود بھی مسلمان ہو گئے۔

تعلیم کی حوصلہ افزائی

آپؐ نے ان قیدیوں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے یہ کام لیا کہ ان کے ذمہ مسلمانوں کے دس دس بچے لگا دے کہ ان کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ انہوں نے سکھایا اور آپؐ نے ان کو رہا کر دیا۔ یہ تعلیم حاصل کرنے والے آئندہ وحی لکھنے اور دوسرے تمام کاموں کی بنیاد بنے۔

شانِ رحمت

بعض قیدی جو فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مفت ہی رہا کر دیا۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کے بہترین طرزِ عمل اور انسانی شفقت و ہمدردی ایسی نفعی جو اثر کے بغیر نہ جائے چنانچہ اس کا گہرا اثر ہوا اور بہت سے آدمی مشرف باسلام ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں کیا اثر ہوا

قریش کی شکست و تباہی اور قید و بند کی خبر مکہ معظمہ پہنچی تو وہاں کھرام مچ گیا۔ گھر

گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ جناب عاتکہ کے خواب کی تعبیر سنا دی گئی۔ اس ذلت و درویشی سے بچنے بچانے کے لئے قریش نے فیصلہ کیا کہ ماتم قطعاً نہ کیا جائے۔ بلکہ بدلہ لینے کے لئے تیاری کی جائے۔ حضرت ابوسفیانؓ کے مال تجارت کا سارا نافع جنگ کے لئے وقف ہو گیا۔ ابھی سے انتقام کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ابوسفیانؓ نے قسم کھائی کہ جب تک بدلہ نہ لوں گا غسل نہ کروں گا۔ مشہور بہادری سردار عمرؓ کو دیکھ کر قسم کھائی کہ جب تک بدلہ نہ لوں گا سر میں خوشبو نہ لگاؤں گا۔

عمرؓ و حبشہ قریش میں اسلام کا سخت دشمن تھا وہ ایک دن صفوان ابن امیہ کے ساتھ مسجد حرام میں اکٹھے بیٹھا تھا۔ دونوں بدر کے مقتولین پر رو رہے تھے۔ صفوان نے کہا بخدا اب جینے کا کوئی سزا نہیں ہے۔ عمرؓ نے کہا اگر تجھ پر قرعہ نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جا کر (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کر آتا۔ میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے۔ صفوان نے قرعہ اوڑھ لیا۔

عمیرہ اپنی تلوار نہر میں بچھا کر چل رہا۔ جب مدینہ میں داخل ہوا، حضرت عمرؓ اس کے تیور دیکھ کر پکڑ کر آپ کے سامنے لے آئے۔ آپ نے فرمایا عمر چھوڑ دو اور ساتھ ہی فرمایا عمیرہ قریب آؤ۔ بناؤ کس نیت سے آئے ہو۔ بولا کہ بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تلوار کیوں تھامی ہے۔ کہنے لگا بدر کے دن تلواریں کس کام آئیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے اور صفوان نے قتل کی سازش نہیں کی؟ عمیرہ بات سن کر حیران ہو گیا کہنے لگا۔ محمد! واقعی تم خدا کے پیغمبر ہو۔ میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی۔ قریش منتظر تھے کہ آپ کے قتل کی خبر سنیں گے۔ انہوں نے عمیرہ کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر عمیرہ نے ملک معظمہ اکبر بہت سے آدمیوں کو مسلمان کیا۔

مدینہ منورہ میں اس کا اثر

مدینہ منورہ اور علاقے میں بلکہ عرب بھر میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔ لوگ مڑے

ہونے لگے۔ مدینہ کے بہت سے مشرک اب مسلمان ہو گئے اور بہتوں نے مسلمانوں سے معاہدات کر لئے۔ مگر بعض قبائل پر یہ بڑا اثر پڑا کہ قریش کی تجارت بند ہو گئی تو ان کی آمد و رفت سے جو فوائد ہم کو حاصل ہوتے تھے ان سے ہم محروم ہو جائیں گے۔ اسی طرح یہودیوں نے بھی اس کا الٹا اثر کیا۔

یہودیوں کی آبادی

مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنی قینقاع یہ گویا مدینہ منورہ کا ایک محلہ تھا بہت ہی قریب تھے ان کا بڑا بھی تھا۔ یہ دوبارہ ترزرگری اور صرافہ کا کام کرتے تھے۔

دوسرا قبیلہ بنو نضیر تھے یہ ذرا فاصلے پر تھے مگر یہود مدینہ ہی کہلاتے تھے میرے بنو قریظہ تھے یہ بھی قریب ہی تھے مگر تھوڑا فاصلہ تھا۔ ان تینوں قبائل یہود کے مضبوط قلعے تھے اور سب زردار اور متول تھے۔ جنگ سے بھی واقف تھے۔ پہلے تو یہ عرب قبائل سے کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان ظاہر ہونے والا ہے۔ جب وہ آئیں گے ہم ان کے ساتھ مل کر تم مشرکوں پر فوج پا کر غالب آئیں گے۔ مگر جب آپ تشریف لے آئے اور اسلام کی ترقی شروع ہوئی یہ حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ اور سوائے چند آدمیوں کے سارے مخالف ہو گئے۔ جب ان کو بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ تو یہ جل بھی گئے کہنے لگے کہ قریش جنگ کرنی نہ جانتے تھے۔ مسلمانوں کو کبھی ہم سے پالا پڑا تو ان کو قدر عافیت معلوم ہو جائے گی۔ اس طرح یہ مجاہدین و انصار کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی بھی کوشش کرتے رہتے۔ اب یہ مسلمانوں کے خلاف مستقل جاسوس و فتنہ کلام کر رہے تھے۔

یہود بنی قینقاع کی جلاوطنی

اتنے میں ایک افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بارادری

گئی۔ اس کو کسی یہودی نے چھڑا اس کے محتاج پر مسلمان اکتھے ہو گئے اور یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے جب پوچھا اس مسلمان کو قتل کر دیا یہ تمام خبریں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچیں۔ آپ نے یہودیوں کو بہت سمجھایا کہ خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ کفارِ بدر کی طرح تم پر بھی عذاب آجائے مگر وہ زیادہ ہی اگرتے گئے آخر کار آپ نے اہل مدینہ کو ساتھ لے کر بنی قینقاع کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جان و مال اور اول و عیال کو بغیر شرط کے مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

یہ غداروں اور لڑائی کے جرم میں قتل کئے جاسکتے یا مکی دستور کے تحت غلام بنائے جاسکتے تھے۔ ان کے مالی ضبط کئے جاسکتے تھے۔ مگر مدینہ منورہ کا مشہور منافق عبد اللہ بن ابی اسد سے آیا جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا اور خزرج کا بنی قینقاع کے ساتھ اسلام سے پہلے معاہدہ تھا۔ یعنی ایک دوسرے کے علیف تھے۔ ہر چند سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے یہود کے بارہ میں سخت تھی مگر عبد اللہ بن ابی نے سخت اصرار کیا اور آپ سے ان کی جان بخشی کی درخواست کی۔ آخر میں آپ نے اس شرط پر ان کو رہا کر دیا کہ جو سامان سوائے ہتھیاروں کے اپنے ساتھ لے جاسکیں گے کہ یہاں سے نکل جائیں چنانچہ وہ اونٹوں پر سامان لاد کر شام کے غطف اذریعات میں جا آباد ہوئے مگر خدا تعالیٰ کی شان تھی کہ کہیں بھی وہ جم کر نہ رہ سکے آخر اصرار دھڑک کر پر اگندہ اور ہلاک ہو گئے۔ اور ان کو نفقہ عہدہ اور اسلام دشمنی کی سزا مل گئی۔ یہودی کی یہی بڑی قوت تھی جو مدینہ سے نکل گئی اور اس سازش گروہ (فتنہ کالم) سے مدینہ محفوظ ہو گیا۔ باقی یہود مدینہ سے اتنے قریب نہ تھے۔

جنگِ بدر پر تبصرہ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فوجی قیادت کا منظر بارہ

غیبی امداد

اس جنگ میں آپ نے دیکھ لیا کہ خدائی امداد غیبی نصرت فرشتوں کی شرکت اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں کا خاص اثر اور دخل تھا۔ اور اس کا اندازہ آپ حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ان پیشگوئیوں سے کر سکتے ہیں جو مشرکین کے گھر پڑنے اور ہلاک ہونے کے مقامات کے بارہ میں فرمائی تھیں بلکہ زمین میں ایک ایک کے مصرع (جائے ہلاکت) کی نشاندہی فرمائی تھی۔ اور عریش سے نکلنے کے وقت خوشخبری حضرت جبرئیل کے بارے میں بھی سنائی تھی۔ پھر یہ آیت کہ میری زبان زود تھی۔

سیہزم الجمع ویولون الدبر

ترجمہ :- عنقریب وہ گروہ شکست کھا جائے گا اور پیچھے دکھا کر بھاگ جائیں گے۔ یہ باتیں دلیل ہیں کہ جنگِ بدر کی فتح اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے ہوئی اور تمام لڑائیوں میں یہی ہوتا ہے مگر کہیں سامان و اسباب کا دخل نمایاں نظر آتا ہے کہیں غیبی امداد کا اثر۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت اور اصول پر عمل

مگر ہر صورت میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحیثیت قائد لشکر اسلام جو کردار ادا فرمایا وہ تاہم بچی تھا اور رہتی دنیا تک رہنمائی کے لئے کافی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے آپ کو چنا اور تمام طرح کی استعداد فرمائی اور پھر ہر ہر موقع پر حکمت و مصلحت کے تحت رہنمائی اور امداد فرمائی۔ یہ کامل استعداد جامع قابلیت اور بروقت خدائی امداد

ہدایت اور رہنمائی دلیل ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سپرے رسول ہیں۔ چنانچہ اس جہت بدر
میں آپ سے بڑھ کر اس وقت کوئی بھی فوج کمانڈر کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا تھا۔

(چنانچہ اس جنگ میں)

(۱) آپ نے دشمن کی اطلاعات اور خبریں حاصل کرنے کی سعی فرمائی۔

(۲) پانی پر پہلے قبضہ فرمایا۔

(۳) ماتحتوں کے مشوروں پر غور کرنے کا نود قائم فرمایا اگرچہ ماتحتوں کے دل و دماغ کا
مبلاد و صفائی بھی آپ ہی کی برکت تھی۔

(۴) فوج کو احکام دینے اور تمام حالات جنگ کے معائنہ کے لئے اونچی جگہ تجویز فرمائی۔

(۵) فن مباحثہ (چالک نئی صورت حال دشمن کے سامنے پیش کر دینے) کا مظاہرہ فرمایا
اور اسلوب جنگ میں جدت پیدا فرما کر صف بندی فرمائی۔ جب کہ عرب میں عام
رواج کرو فرما تھا۔

(۶) فوج کے حوصلے بڑھائے ان کو فتح کا یقین دلایا۔

(۷) فوج کو بہترین مقصد اور منبسط و صحیح عقیدے کی خاطر لڑنے مرنے پر آمادہ کر رکھا۔ چنانچہ
مسلمان موت کو اس زندگی سے ہزاروں درجے زیادہ بہتر زندگی تصور کر کے شوق
سے لڑے۔

(۸) بے ضرورت اسلحہ جنگ (تیروں) کو ضائع کرنے سے بچایا اور علم دیا کہ جب دشمن زہیں
آئے تب تیروں کی بادش کریں۔

(۹) اپنے رشتہ داروں کو مبارزت (جنگ طلبی) کے وقت سب سے پہلے پیش فرمایا۔

(۱۰) خود کبھی کبھار جنگ میں حصہ لیتے اور آؤ کو شریک ہوتے رہے جن سے شرکاء جنگ
کے حوصلے اور بلند ہو جاتے تھے۔

(۱۱) ڈسپلن (منضبط) قائم رکھا کہ حکم کے بغیر جنگ اور حملہ شروع نہ کیا جائے۔

(۱۲) اپنی صفوف میں رخصت نہ پڑنے دیا۔

(۱۳) درست وقت پر بہادروں کو عام حملہ کی اجازت دی۔ یعنی جب دشمن کا زور گھٹ گیا وہ اپنے سرداروں اور بہادروں سے محروم ہو گیا۔ مسلمانوں نے یکدم تیز حملہ کر کے پیش قدمی شروع کر دی۔

(۱۴) جب حوٹھن کے پاؤں کھڑ گئے۔ ان کے تعاقب میں کوئی ٹکی نہیں ہونے دی۔ اور بہترین طریق سے ان کو گرفتار کیا۔

(۱۵) مقتولین حوٹھن کی صورتیں نہیں بگاڑیں بلکہ ان کو ایک بڑے گڑھے میں دفن کرنے کا انتظام فرمایا۔

(۱۶) اپنے شہیدوں کے لئے دُعا سے مغفرت کی اور ان کو عزت سے دفنایا۔

(۱۷) اسیرانِ جنگ سے حسن سلوک کا نمونہ قائم فرمایا۔ جن میں سے بہت سے بعد میں مسلمان ہو گئے۔

(۱۸) اسیرانِ جنگ سے جو فائدہ حاصل ہو سکتا تھا حاصل فرمایا۔ کسی سے فدیہ لیا کسی سے تعمیلی خدمت لی کسی کو پونہی آئندہ جنگ نہ لڑنے کے وعدے پر رٹا کر دیا۔

(۱۹) قریش کے تجارتی قافلہ نکل جانے کے باوجود دشمن کی اطلاع پا کر بہت ہی معمولی طاقت اور دشمن سے تقریباً تہائی افراد ساتھ ہونے اور بہت ہی کم اسلحہ رکھنے کے باوجود جنگ کے لئے اس طرح ڈٹ گئے کہ دنیا کا کوئی بہادر سے بہادر جرنیل اس کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ پیغمبرؐ انہ معجزہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوشخبری سنانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری سے ایک کا وعدہ کر دیا ہے۔ تجارتی قافلہ یا مشرکین، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کا سامنا کر دیا تاکہ تیرہ چودہ سال کے مظالم کی کسر نکل جائے اور باطل کی کمر توڑ دی جائے۔ دراصل یہ فتح ان مظلوموں کی استقامت اور فریادوں کا نتیجہ تھی جو مکہ معظمہ میں آگ کی سبھی میں جل جل کر تمام طرح ظاہری و باطنی میل کیلی سے صاف

ہو کر اس قابل ہو چکے تھے کہ فرشتے ان کے ہمراہ لڑیں (اللہ اکبر کبیرا)
 (۶۱) آپ نے اس فتح سے جو جو فوائد حاصل ہو سکتے تھے حاصل کئے۔ اسلام کی حقانیت
 کا چرچا ہوا۔ علاقہ بھر میں دوست و دشمن کی تیز ہو گئی۔ بعض لافعن اور عداوت کھل
 کر سامنے آ گئی اور آپ نے ان سے نمٹا لیا۔ اور آئندہ کے لئے مدینہ منورہ کو
 محفوظ قلعہ بنالیا۔

(۶۲) جنگ سے پہلے آپ نے ستر معتمر تک صحابہ کو مختلف ٹولیوں میں معاہدات و اخلاعات
 یا اقتصادی ناکہ بندیوں کے لئے بھیج کر فوجی ٹریننگ کرائی۔ ایسی ٹریننگ جو ٹریننگ بھی
 تھی اور خاص خاص مقاصد کا حصول بھی تھا۔

(۶۳) آپ نے جنگ سے پہلے انصار و مہاجرین کا امتحان بھی لیا ان کے ارادے اور حوصلے بھی
 معلوم کئے۔ دعائیں بھی دیں، حوصلے بھی بلند فرمائے۔

بہر حال اس وقت کے زمانہ سے آپ نے وہ تمام امور اختیار کئے جو بڑے سے بڑا ماہر
 جنگ اختیار نہیں کر سکتا۔ آپ نے اس سے یہ تعلیم دی کہ کچھ بھی ہو اور چاہے اللہ تعالیٰ
 کا قطعی وعدہ بھی ہو لیکن عہدیت اور بندگی کے تقاضوں کو بروئے کار لا کر تمام طرح کے
 اسباب و تدابیر اختیار کرنے میں کمی نہ کی جائے۔

عہدیت کا کمال

باوجود اس کے کہ آپ کو قرآن پاک نے فتح کی خوشخبری دی تھی۔ خود آپ نے اکابر قریش
 کی موت کی جہنیں ہاتھ سے بتادی تھیں۔ فرشتوں کی امداد آپ کو معلوم تھی۔ دین کے غالب کرنے
 کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر دکھا تھا مگر آپ نے ہر موقع پر مکمل عہدیت اور بندگی کا مظاہرہ کیا۔
 تمام اسباب و تدابیر اختیار فرمائیں جو کسی لائق قائد کو اختیار کرنا چاہیئے اور عجز و انکسار نیز
 مشورے اور مساوات کا وہ مظاہرہ کیا جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ یہ آپ کے مقام عہدیت

کے کمال اور نمودِ عمل ہونے کی دلیل تھی تاکہ رہتی دنیا تک آپ کا اسوۂ حسنہ تمام شعبہ جات زندگی میں رہنا ہو سکے

جنگِ بدر کے بعد

جنگِ بدر کے بعد مسلمانوں کا عام رعب بیٹھ گیا۔ مگر امدادِ گرد کے بعض قبائل نے سرکشی کی۔ آپ نے ان کی سرکوبی فرمائی۔ مگر خاص شہر مدینہ منورہ میں مخالف اسلام دو فریق تھے۔ مشرکین اور یہود۔ مشرکین تو اکثر انصار کے رشتہ دار تھے۔ ان سے ان کے تعلقات قائم تھے۔ اس لئے انہوں نے مخالفت نہ کی بلکہ اسلام کا غلبہ دیکھ کر آہستہ آہستہ مسلمان ہو گئے۔ باقی یہود کے تین قبائل تھے۔ یہود بنی قریظہ یہ مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر تھے۔ دوسرے یہود بنی نضیر یہ بھی خاصے دور تھے۔ مگر ان کے مضبوط قلعے تھے اور بڑی قوم تھے۔ تیسرے بنو قینقاع۔

غزوۂ بنی قینقاع

یہ تقریباً مدینہ کے اندر ہی رہتے تھے۔ یہ مارا ستین تھے۔ جب بدر میں سردارانِ قریش قتل ہوئے یہ بڑے جبریز ہوئے۔ آپ نے ان کو کھلا بھیجا کہ جو جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے اس پر قائم رہیں یہیں ایک قبیلہ نے جو اب دیا۔ تم کو قسَمِ ش کے مارنے سے دھوکہ نہ ہو۔ وہ جنگ نہ جانتے تھے ہم سے پلا پٹے تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم بھی مرد ہیں۔ یہ کھلا ہوا چیلنج تھا۔ ادھر ایک واقعہ ہو گیا۔ ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار میں ایک زیور پہنے لگی۔ یہودی سارنے اس عورت کو پھینٹا جس پر اس نے احتجاج کیا۔ اس پر مسلمانوں نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کو ساتھ لے کر بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد یہودیوں نے تنگ ہو کر درخواست کر دی کہ ہماری جان و مال بچوں، عورتوں وغیرہ کے بارے میں جو

نوٹ ہو جنگِ بدر کے بعد غزوۂ بنی قینقاع کا ذکر تکرار نہ سمجھا جائے ربط کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا۔

فیصلہ حضور فرمایا ہم کو منظور ہے۔ اس پر محاصرہ ختم کر دیا گیا۔ اب یہودیوں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ ایسا فیصلہ جو ایسے غداروں کے مناسب حال ہوتا ہے جو کفار کو بھڑکانے کے لیے مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے اور خود مدینہ میں بیٹھ کر فتنہ کالم (جاسوسی) کا کام انجام دیتے اور تمام حالات سے قریش کو واقف کرتے تھے۔ فیصلے سے پہلے مدینہ کا مشہور منافق عبد اللہ بن ابی آحاضر ہوا اور حضور سے درخواست کی کہ یہ یہودی میرے دوست ہیں بات سولو اکنے جو ان ہیں تمام دنیا سے میری حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کل صبح ان سب کا خاتمہ کر دیں گے۔ ان کو معاف کر دیں۔ آپ نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اس نے آپ کی ذرہ پکڑی اور اصرار کرتا رہا کہ جب تک آپ نہ مانیں گے میں نہ چھوڑوں گا۔ آخر کار آپ نے فرما دیا، جاؤ ان کی جانیں تمہاری خاطر بخش دیں مگر یہ مدینہ میں نہ رہیں چنانچہ وہ سب یہودی یہاں سے نکل کر شام کے پاس آباد ہو گئے۔ آخر کار وہاں بھی اجر کر تباہ و برباد ہوئے اور اس طرح اس (فتنہ کالم) جاسوسی گروہ اور مار آستین سے مسلمانوں کو نجات مل۔

غزوہ بنی سلیم

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ غطفان اور بنی سلیم کی جماعت نے مسلمانوں پر حملہ کا منصوبہ کیا ہے۔ آپ دو سو آدمیوں کو ساتھ لے کر قرقرۃ الکدر (ایک مقام ہے) تک تشریف لے گئے تاکہ ان کا راستہ روک لیں مگر وہ اونٹ وغیرہ چھوڑ کر بجائے گئے تھے۔ آپ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کیا اور تین دن وہاں قیام کر کے واپس تشریف لائے۔

غزوۃ السویق

جنگ بدر کے بعد ابو سفیان نے نذرمانی تھی میں جنابت کا غسل نہ کروں گا جب تک بدر

ڑے لوں۔ چنانچہ وہ ہجرت کے دوسرے سال ماہ ذی الحجہ میں دو سو سوار لے کر مدینہ کے اطراف میں رات کے اندھیرے میں بنی نغیر یہودیوں کے پاس ٹھہرا حالات معلومات کئے۔ پھر مدینہ کے قریب بئر لعین نامی جگہ پر حملہ کر کے وہاں دو گھروں کو گھوڑی جلا دی۔ ایک انصاری اور ایک ان کے ساتھی اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے دونوں کو قتل کر کے بھاگ گیا۔ آپ نے صحابہ کو ساتھ لے کر اس کا تعاقب کیا مگر وہ دور بھاگ چکا تھا اور کھانسنے پینے کا بھاری سامان بھی پھینک گیا تھا۔ جن میں زیادہ تر ستوں کی بوریاں تھیں چنانچہ اس غزوہ کا نام ہی غزوۃ السویق پڑ گیا۔ (سویق ستوں کو کہتے ہیں)

غزوۃ ذوامر

ذی امر ایک جگہ ہے نجد کے علاقہ میں۔ آپ کو اطلاع ملی کہ وہاں پر بنی ثعلبہ اور محارب قبائل جمع ہوئے ہیں تاکہ مدینہ کے ارد گرد حملہ کریں۔ آپ چار سو پچاس آدمی لے کر وہاں گئے مگر وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ آپ وہاں ان کے علاقہ میں ایک ماہ تک قیام کر کے پھر واپس ہوئے۔

غزوہ بجران

آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ بنی سلیم میں لا بڑا حصہ جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ آپ رازداری سے تین سو آدمی لے کر مقام بجران کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کا سن کر منتشر ہو گئے ہیں۔ آپ وہاں تقریباً دو ماہ قیام کر کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

زبید بن حارثہ

قریش ملک کی زندگی کا دار و مدار تجارت پر تھا اور مسلمانوں نے شام کا راستہ بند

کر دیا۔ ایک دن صفوان بن امیر نے قریش سے کہا کہ ساحلِ بحر پر مسلمانوں کا قبضہ ہے اور دوسرے لوگوں سے انہوں نے معاہدات کر رکھے ہیں۔ اب ہم کدھر جائیں۔ بیٹھ کر گھائیں سارا ذخیرہ ختم ہو جائے گا۔ اسود بن عبد المطلب نے کہا شام کا راستہ چھوڑ کر عراق سے تجارت کرو۔ پھر اس کو راستہ بتانے والا فرات بن طیان بھی بتا دیا کہ اس کو ساتھ لے جاؤ صفوان تقریباً لاکھ درہم کا سامان تیار کر کے قافلے کر چل پڑا یہ سارا قصہ مدینہ منورہ کا ایک باشندہ نعیم بن مسعود سن رہا تھا اس نے مکہ معظمہ سے مدینہ آکر راز فاش کر دیا آپؐ نے فوراً زید بن حارثہ کو تلو سوار دے کر روانہ کر دیا۔ انہوں نے اس قافلہ کو فردہ کے مقام پر جالیا۔ مشرک بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے قافلہ کی دولت پر قبضہ کر لیا بلکہ رہنما فرات بن طیان کو گرفتار بھی کر لیا جو مدینہ پہنچ کر مسلمان ہو گیا۔ اس طرح قریش پر شام کے بعد عراق کی تجارت کا راستہ بھی بند ہو گیا۔

مقاصد

جنگ بدر کے بعد ان ہمت سے آپؐ کا مقصد اہل علاقہ کو اس بات سے روکنا تھا کہ وہ مسلمانوں کو چھڑیں یا حملہ کریں۔ دوسرا مقصد شام و عراق کے راستوں پر قبضہ تھا۔ تاکہ قریش کی اقتصاد کی تباہی ہو سکے۔ اس اقتصاد کی تباہی اور دیگر اقتصادی تدابیر کو آج کل سرور جنگ کہتے ہیں۔ جو آپؐ نے چودہ سو سال پہلے اختیار فرمائی۔ آپؐ کا مقصد صرف مال و فتنہ نہ تھا ورنہ لوٹ گھسٹ کرنے والے اموال لوٹ کر واپس لوٹ جاتے ہیں تاکہ کوئی حملہ کر کے ہم سے مال واپس نہ لے سکے۔ مگر مسلمان ایک ماہ دو ماہ تک وہاں قیام فرماتے اور کہیں تین دن تک رہے۔ ان ہمت کے پیش نظریہ بات حق کہ مادی اور اخلاقی اثرات ڈالیں تاکہ قریش مسلمانوں کے بارہ میں اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور ان کی دعوت و اشاعت آزاد ہو سکے۔

فوج لاوہ جرنیل کیسے لائق کہلا سکتا ہے کہ جو اچھی طرح سمجھے کہ عبور و عبور قوم قریش دینے والی نہیں ان کو اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہے۔ پھر وہ پیش بندی کر کے دشمن کو زنج کرنے اور اپنے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی تدابیر نہ کرے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ساری ہمت اُنے والی جنگ کی خاطر تھیں۔

یہودی کعب بن اشرف کا قتل

ربیع الاول سہ ہجری

یہ کٹر یہودی اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ شاعری کی وجہ سے علاقہ بھر پر اثر تھا۔ اس کا باپ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ بنو نضیر کا حلیف بن کر مدینہ منورہ میں آیا اور بنو نضیر یہودیوں کے سردار ابو رافع بن ابی الحقیق کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے کعب بن اشرف پیدا ہوا۔ یہ عربوں اور یہودیوں دونوں سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ شاعر اور بڑا امیر و مالدار آدمی تھا۔ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ مخالف یہودی علماء کو تنخواہیں دیتا تھا۔ جب بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ پہنچی تو آپسے باہر ہو گیا۔ اور کہنے لگا اب زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ پھر بیکہڑ کہ معقر پہنچا اور بدر کے مقتولین کے وارثوں کے پاس گیا مرثیے پڑھے اور ملک بھر کو تصویر ماثم بنا دیا۔ عربوں میں یہی پروپیگنڈے کا ذریعہ تھا۔ پھر یہ مدینہ منورہ واپس آکر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہنے لگا اور مسلم خواتین کی بھی برا بھلائی شعروں میں کہنے لگا۔ آخر کار قبیلہ اوس کے رؤساء کے مشورے سے محمد بن مسلم نے جاکر ربیع الاول سہ ہجری میں اس کو قتل کر دیا۔ محمد بن مسلم نے جاکر رات کو پکارا۔ بیوی نے کہا کہ آواز میں خون کی بو آتی ہے اس نے پرواہ نہ کی یا ہر آیا مسلمانوں نے کہا ہم پر بُرے دن آگئے ہیں کچھ غلہ قرض دو۔

اس نے بیویاں رہن رکھنے کا کہا، انہوں نے نہ مانا اور ہتھیار رہن رکھنے پر راضی ہو گئے۔
 محمد بن مسلم نے اس کے سر کی خوشبو بو لگی اور تعریف کی دوبارہ سو گھنٹے ہی اس کو
 قتل کر دیا۔ اس طرح اس خطرناک جنگاری سے نجات مل گئی جو سارے عرب کو اجاد کر
 حق و صداقت کے خرمین کو ہمیشہ کے لئے بھسم کر دینے والی ہو سکتی تھی۔ یہ واقعہ جنگ
 اُسد سے پیشتر ہوا جو سوالِ سلسلہ جبری میں ہوئی۔

دوسری عظیم جنگ

جنگِ احد

جنگ بدر نے مشرکین مکہ اور قریش کی عزت خاک میں ملا دی تھی اور غزوہ سویق میں ابوسفیان کے فرار اور سر یہ زید بن حارثہ میں قافلہ قریش پر قبضہ کرنے سے ان کا رہا سہا وقار بھی تباہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے ابوسفیان کے قافلہ تجارت کا چوتھا حشد مسلمانوں سے بدر لینے کے لئے وقف کر رکھا تھا اور دوسری تیاریاں بھی کر رہے تھے۔ ان کے سامنے بدلہ لے کر اپنا وقار دوبارہ بحال کرنا تھا۔

اس لئے انہوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔ مسلمانوں کا مقصد مدینہ منورہ کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت تھا۔

مشرکین تین ہزار کا لشکر تیار کر کے چلے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پانچ ہزار کا لشکر تیار کیا جس میں دوسو شہسوار تھے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اکثر زعماء قریش نے جو بیاں ساتھ رکھیں تاکہ قوم میں جوش پیدا کریں اور بہادری سے لڑنے مرنے کے لئے حوصلے بڑھاتی رہیں۔ امیر لشکر ابوسفیان تھا۔ مینہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ علیہ دارطلحہ بن ابی طلحہ و بنی عبدالدار تھا۔ بہتوں نے بہت سے غلاموں کے لئے انعام مقرر کئے تھے اگر وہ ان کے بدر کے مقتولوں کے عوض مسلمانوں کو قتل کریں۔ چنانچہ جبر بن مطعم نے وحشی نام غلام کو کہا تمہارا حمزہ کو قتل کرو تو تم آزاد ہو۔ لشکر بڑے جوش و خروش غزوہ فتح مکہ کے ساتھ مدینہ کی طرف چل پڑا۔

حضرت عباسؓ کا مراسلہ

حضرت عباسؓ نے مکہ معظمہ سے ایک خط لکھ کر مدینہ منورہ روانہ کر دیا جس میں قریش کی روانگی ان کی فوج اور وقت روانگی سے مطلع کیا تھا۔ قاصد نے مدینہ تک کا راستہ تین دن میں طے کر کے خط سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد قبا میں پیش فرمایا حضرت ابی بن کعب نے خط پڑھ کر سنایا۔ آپؐ نے خط کا حال سنانے سے روک دیا اور فوراً مدینہ تشریف لے آئے۔

آپؐ کی تیاری

- (۱) آپؐ نے دو معالیٰ فوراً روانہ فرما دیئے کہ دشمن کہاں تک پہنچ گیا ہے۔ آپؐ کو معلوم ہوا کہ دشمن مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر اہل مدینہ کی فصلوں میں گھوڑے اور اونٹ چھوڑے ہوئے ہے۔
- (۲) مسلمانوں کو اس جنگ کے نتیجے کی فکریاتی وہ حضورؐ کے حکم سے ہتھیار باندھ کر مسجد نبویؐ میں جمع رہے اور مدینہ منورہ کے راستوں کی پہرہ داری کرتے۔
- (۳) آپؐ نے مجاہد کی بیع کو یعنی ہجرت سے تیسرے سال ۵ اشوال کو اہل رائے حضرات کو مشورہ کے لئے جمع کیا کہ جنگ کی کیا صورت اختیار کی جائے۔ آپؐ کی اپنی رائے یہ تھی کہ ہم مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اس طرح مسلمان لگی کوچوں سے واقف ہو گئے۔ دشمن ناواقف ہو گئے۔ مسلمان ان سے زیادہ محفوظ رہیں گے اور دیواروں اور پھبتوں کی آڑ سے بھی لڑ سکیں گے۔ اس طرح ان کو عظیم نقصانات پہنچا سکیں گے۔ بڑے بڑے اہل الرائے حضرات کی بھی یہی رائے تھی۔ مگر فوجی اہل حصہ اور خاص کر جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ باہر میدان میں باکر لڑیں گے۔ بعض

صاحبزادگی بھی یہی رائے تھی تاکہ کافر سہم کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم ڈر کر شہر میں ڈر رہے ہیں۔ اکثریت انہی کی تھی چنانچہ آپ مکان میں تشریف لے گئے۔ تلوار وغیرہ سامان جنگ لے کر باہر تشریف لائے اب صاحبزادہ کو خیال ہوا کہ آپ کو اس رائے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے آپ کی رائے پر عمل کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر آپ نے نہ مانا اور فرمایا کہ نبی کی یہ شان نہیں کہ سہتیار باندھ کر پھیرا تا رہے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ آپ نے بار بار رائے بدلنے کو کمزوری کا مظاہرہ سمجھا۔ کہ کبھی یہ تجویز کرو کبھی وہ۔

(۳) آپ ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے احمد پھاڑ کی طرف چلے جو مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ میں لشکر کا جائزہ لیا اس میں بعض غیر معروف آدمی تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ عبداللہ بن ابی (منافق) کے حلیف یہودی ہیں۔ آپ نے فرمایا یا مسلمان ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ ہمیں ان کی مدد نہیں چاہیے۔ چنانچہ وہ واپس ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن ابی بھی تین سو آدمی لے کر واپس ہو گیا کہ ہم مرنے کے لئے مسلمان نہیں ہوئے۔ اب حضور کے پاس سات سو صاحبزادہ گئے جن کو تین ہزار یا پانچ ہزار ہزار فوج سے لڑنا ہے۔ آپ نے احمد پھاڑ کے سامنے فوجوں کو ٹھہرایا۔ احمد پھاڑ کی طرف پیچھے کر کے صغیراتی فرمائی۔ پہاڑی پر پچاس تیر اندازوں کو مقرر کر دیا تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ بعضوں نے ان تیر اندازوں کی جگہ خود احمد پھاڑ کو قرار دیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ احمد پھاڑ کے سامنے مدینہ منورہ کی طرف کو ایک چھوٹی پہاڑی ہے جہاں اب ملاقات تعمیر ہو چکے ہیں مگر پہاڑی کا ایک حصہ اب بھی نمایاں طور پر موجود ہے۔ اس کے نیچے سے چکر لگا کر دشمن اچانک آکر عقب سے حملہ کر سکتا تھا۔ آپ نے اس پہاڑی پر ان پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرما کر سخت الفاظ میں حکم دے دیا کہ ہم غالب ہوں یا مغلوب تم یہاں سے نہ ٹھکا۔ دشمنوں کے سواروں کو تیروں سے پرونا

اس لئے کہ گھوڑے تیروں کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے۔ اس پہاڑی پر ڈٹے ہوئے مسلمان یہ نگرانی بھی کر سکتے تھے کہ دشمن اس پہاڑی کی آڑ میں اوچل ہو کر مدینہ منورہ پر نہ چڑھ دوڑے۔ یہاں کے تیر انداز بہر صورت اونچی جگہ سے مدینہ منورہ کی دیکھ بھال بھی کر سکتے تھے۔ آپ ان کو ویاں مقرر کر کے خود سارے چھ سو صحابہؓ کو لے کر دشمن کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ آپ نے بھنڈا حضرت مسعب بن عمیر کے حوالہ کیا جو ایک بہادر نوجوان مجاہد صحابی تھے۔ جنرل محمد ابن زناں صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے ایسا نقشہ جنگ تیار فرمایا جو بڑے سے بڑا جرئیل بھی تیار کرتا تو اس سے بہتر نہ ہو سکتا تھا۔

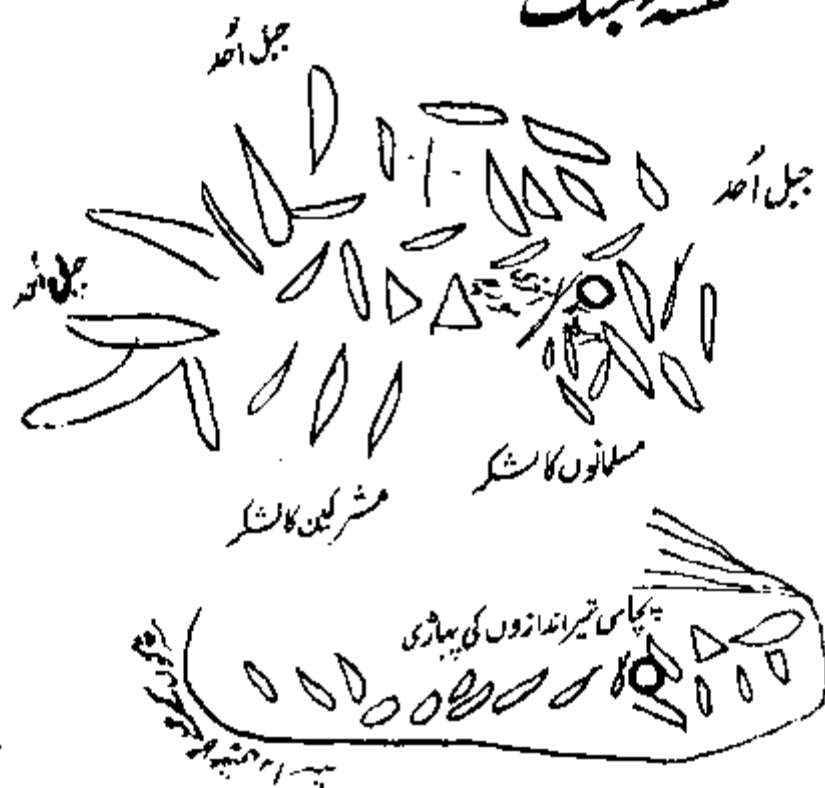
(۶) آپ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اجازت کے بغیر جنگ شروع نہ کرے۔ پھر صحابہؓ کو بہادری سے لڑنے اور قتال میں صبر و استقامت کا ثبوت دینے کی ترغیب دی۔

(۷) آپ نے جہاد کی پر اٹھانے کے لئے اپنی تلوار نکال کر فرمایا کہ اس تلوار کا حق کوئی ادا کر سکتا ہے کہ اس کو لے کر لڑے۔ بہنوں نے خواہش ظاہر کی۔ آپ نے مذہبی حشی کہ حضرت زبیر بن عوام کو بھی مذہبی جو آپ کی بھونچھی حضرت صفیہ کے بہادر فرزند تھے۔ اتنے میں حضرت ابو دجانہ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ اس تلوار کا حق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا دشمنوں پر اس طرح چلائی جائے کہ اس کی دھار مڑ جائے۔ حضرت ابو دجانہ نے آپ کی تلوار سنبھال اور سر پر سرخ پٹی باندھی۔ جب وہ یہ سرخ پٹی باندھ لیتے تھے سب سمجھ جاتے تھے کہ اب یہ خونریز جنگ کرنے والے ہیں لوگوں نے اس پٹی کا نام عصابت الموت (موت کی پٹی) رکھا تھا۔ حضرت ابو دجانہ میدان میں نکل کر دونوں صفوں کے درمیان اکڑ کر ٹہلنے لگے۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ یہ چال اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں مگر صرف ایسی ہی جگہوں میں پسند ہے۔

(جہاں کفار سے مقابلہ ہوا)

شمال

نقشہ جنگ



جنوب

مدینہ منورہ

جنگ کا پہلا دور

سب سے پہلے قریش کی فوجوں میں سے ایک دستہ لے کر ابو عامر اوسؓ کے بڑھا یہ مدینہ کا رہنے والا قبیلہ اوس میں سے تھا۔ مدینہ چھوڑ کر مکہ جا آیا دھڑا تھا۔ قریش کو حضورؐ سے لڑنے پر اسکا تارہتا تھا۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جب میں اپنے قبیلہ اوس کو بلاؤں گا تو وہ سرور عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میرے پاس آجائیں گے۔ اسی امید پر آگے بڑھا اور آواز دی کہ اے قبیلہ اوس میں ابو عامر ہوں اس کو کیا خبر تھی کہ قبیلہ اوس کے دلوں میں ایمان ایسا رائج کیا تھا کہ باپ بیٹے اور سارے بہانہ اپنی جان سے بھی پیارا تھا۔ قبیلہ اوس والوں نے اس کو جواب دیا وہ غلطی ہے۔ یہ کار تجھے خدا غارت کرے۔ اور پھر اس پر حملہ کر دیا اور اب حضورؐ کے حکم سے میدان جنگ گرم ہو گیا۔ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ اور ابو عامر نے مسلمانوں کے دستوں کو گھیرنا چاہا مگر پتھروں کی بارش سے شکست کھا گئے۔

مشرکین کے علمبردار طلحہ ابن ابو عمرو نے پکارا ہے کوئی جو میرے سامنے آئے یا نئے دوزخ میں دھکیلے یا خود جہنم میں چلا جائے یہ صحن سمٹھا، مگر حضرت نعلیؓ گئے بڑھے اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت ابو دھانہؓ تلوار سے کر دشمنوں کی صفوں میں جا گھسے اور بہتوں کو جہنم رسید کیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں میں ابو دھانہ کا تاشاد لیکر رہا تھا کہ اچانک ان کا گز رہند پر ہوا۔ ابو سفیان کی بیوی اور عقبہؓ کی بیٹی بھی جو بدر میں مارا گیا تھا۔ تلوار اٹھا کر پھر پیچھے لڑ دیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلوار کی بے عزت ہے کہ ایک عورت پر چلائی جائے۔

بنی بکر نے شدت اختیار کر لی حضرت حمزہؓ دشمنوں میں دوڑ تک جا گھسے جن کی

تاک میں وحشی چھپا بیٹھا تھا جس کو اس کے آقا جبریل مطعم نے کہا تھا کہ حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ اس نے تاک کر نشانہ لگایا اور اپنا حربہ (ایک قسم کا نیزہ ہے) حضرت حمزہ پر پھینک دیا جو ان کے پیٹ میں ناف کے نیچے لگا جس سے وہ شہید ہو گئے اب باوجود حضرت حمزہ کے شہید ہونے کے میدان جنگ پر صحابہ کانسروں اور غلبہ رہا۔ مشرکین کا علمبردار حضرت علیؑ کے ٹکڑے سے قتل ہوا تو فوراً اس کو عثمان بن ابی طلحہ نے مقام لیا۔ جب وہ قتل ہوا بھنڈا ابو سعید بن ابی طلحہ نے بلند کر دیا عرض کیا اسی طرح بنی عبد المذہب کے نو بہادر علمبردار کیے بعد دیگرے قتل ہو گئے۔ سرداران قریش کی عورتوں نے وفی بھانا اور بہادری کو ٹھٹھانے مرنے پر آکسانے کے لئے یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا۔

نخن بنات طارق منشی حلی الخمارق
ان تقبلوا نغانق ان تدبروا انفارق

ترجمہ :- ہم آسمانی تاروں کی بیٹیاں ہیں اور قالینوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم آگے بڑھو گے ہم گلے لگائیں گی، پیچھے ہٹو گے تو قریب نہیں پھٹکنے دیں گی۔ لیکن مسلمان جاں نثاروں کے مقابلہ میں ان کے پاؤں نہ جم سکے، حتیٰ کہ ان کا بھنڈا زمین پر گر پڑا۔ آخر کار ایک بہادر مشرک خاتون نے پھر اس کو بند کیا اور قریش کو لٹکارا۔ چنانچہ بعض مشرکین کو پھر کچھ جرأت ہوئی، لیکن مشرکوں کی صفیں اٹھنے کے بعد مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا، اونٹ پر لاد کر جوہت تبرک کے لئے لائے تھے زمین پر اونٹ گر پڑا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا یہاں تک کہ میدان جنگ سے ان کو باہر نکال دیا، پھر لوٹ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔

جنگ کا دوسرا دور

بہادری پر سے پچاس تیر اندازوں نے جب یہ حالت دیکھی انہوں نے کہا جاؤ انڈو

ہم بھی مالِ غنیمت جمع کریں۔ ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر نے منع کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکیڈی حکم ہے کہ کسی حالت میں یہاں سے نہ جانا مگر ساتھیوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ تو جنگ میں فتح کے لئے تھا اب فتح ہو گئی یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے وہ اپنے امیر کی حکم عدول کر کے نیچے اتر آئے۔ مشرکین کے سواروں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہو چکی ہے۔ خالد بن ولید نے جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے سواروں کو لے کر کچھ سے چکر کھا کر حملہ کر دیا اور پہاڑی پر رہے جب چند آدمیوں کو قتل کر کے مشرکین کو آواز دی کہ لوٹ آؤ ہم نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے چنانچہ وہ آئے سے لوٹ آئے اور انہوں نے پیچھے سے بے پناہ حملہ کر دیا اور یہ سب کچھ اچانک تھا اُن کے مسلمان حواس پر قابو نہ پاسکے۔ اور نرغہ میں آکر ستر آدمی شہید ہو گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر مسلمانوں کے علمبردار بھی شہید ہو گئے جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ یہ خبر آگئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس افواہ نے مسلمانوں کے حوصلوں پر سخت اثر ڈالا۔ وہ حیران و پریشان کچھ سے ہوئے تھے۔ حضرت انصرون انسؓ نے حضور کو پہچان کر آواز دی کہ یہ رسول اللہ موجود ہیں پھر دشمنوں میں جا گھسے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب بعد میں ان کے جسم کو دیکھا گیا۔ اس پر ستر کے قریب تیروں اور تلواروں کے زخم تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بنا کردند خوش رستمے بر خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

چونکہ مسلمانوں کی صفیں قائم نہ رہی تھیں کہ وہ پھر جم کر لڑیں مالِ غنیمت اور تعاقب کے سلسلے میں بکھر چکے تھے اس لئے اب دشمنوں کا سارا زور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آ پڑا چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ دشمن یہاں تک قریب آ گئے کہ ایک نے پتھر مار کر آپ کے چہرے مبارک کو زخمی اور دندان مبارک کو شہید کر دیا۔ اسی طرح مغز (لوہے کی ٹوپی) کی دو گزیاں آپ کے چہرے مبارک میں گھس گئیں۔ زیادہ خون جانے سے آپ ایک گڑھے میں گرنے لگے کہ

چند صحابہؓ نے آپؐ کو تمام لیا۔ مشرکوں کی یہ کوشش دہی کہ بے پناہ دھاوا بول کر حضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کا فیصلہ ہی کر دیں۔ ایک نے اعلان بھی کر دیا کہ میں نے آپؐ کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس وقت جو دس بارہ صحابہؓ آپؐ کے ارد گرد جمع تھے، ان کی جانثاری قابلِ دید تھی۔ زیادہ بن سکن پانچ انصاء کو ساتھ لے کر دشمن کو روکنے کے لئے آگے بڑھے اور ایک ایک کے شہید ہو گئے۔ حضرت زیادہ زخم لگنے سے چور چور ہو کر گرے، چپے اٹھ بیٹے پس منگایا۔ آپؐ کے قدموں میں انہوں نے جان دے دی، کیا خوش قسمت تھے کہ حضورؐ کا جمال دیکھتے دیکھتے جاں بحق ہو گئے۔

بچہ ناز رقتا باشد ز جہاں نیاز مند سے

کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

اب تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ حضرت ابوذرؓ تیروں کے وار اپنی پیٹھ پر لے رہے تھے اور حضورؐ پر ٹھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو حضورؐ تیر دیتے جاتے اور وہ دشمنوں کی طرف پھینکتے جاتے، حضورؐ نے فرمایا :

ارمیتا سعد فداک افی وائی

ترجمہ: تیر چلاتے جاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ حضرت سعد ساری عمر ان مبارک کلمات پر فخر فرماتے رہے۔

حضرت طلحہؓ اپنے سے ذوال کاکم لے رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ کاٹ گیا۔ آخر کار کعب بن مالکؓ نے حضورؐ کو پہچان کر کہا کہ مسلمانو! رسولؐ غدیر ہیں یرش کر چاروں طرف سے پروانے اس طرف کو دوڑے اور لڑتے بھڑتے آپؐ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ دشمنوں نے بھی پورا دباؤ ڈال دیا، حضورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چاروں طرف پروانوں کی لاشیں پڑی ہیں، گھمسان کی جنگ جو رہی ہے اور مجھے ہر مسلمان دشمنوں کی صفوں کو چیر کر پہاڑ پر چڑھنے کا راستہ بنانے کی کوشش میں معروف ہیں۔ آخر کار صحابہؓ کی جاں سپاری اور جذبہ شہادت

نے اثر دکھایا۔ کفار کے هجوم و شدت میں مثنوی سی لی آئی مسلمانوں نے مشرکین کو تھکا دیا اور راستہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان مثنوی نصرہ ساتھیوں کو لے کر آمد پہاڑ کے ایک قلعہ پر چڑھ گئے۔

جنگ کا تیسرا دور

ابھی جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا، اور مشرکین کو یہ بات کھانتے جا رہے تھے کہ غیر قطعی فیصلہ کئے گئے کیونکہ وہاں واپس جائیں۔ چنانچہ ابی بن خلف کھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی طرف بڑھا کر حملہ کیا، وہاں پہنچے اور آج وہ پہنچے جاتے ہیں تو میری زندگی کا کیا فائدہ ہے۔ صابریہ مارتے کی بات چاہتے ہیں۔ آپ رو کر فرماتے ہیں قریب آنے دو، جب وہ قریب آئے آپ نے ایک صابریہ سے نیزہ لے کر اس کو زخمی کر دیا، وہ بھاگا اور رو کر کھڑا ہو کر کھوڑے سے اتر گیا۔ وہ شور و دوا بولا کر رہا تھا، مشرکین ہر چند تسی دت رہے تھے کہ معمولی زخم سے خیر ہوگا، اس نے کہا یہ مجھ کے ہاتھ کا زخم ہے میں بچ نہیں سکتا، چنانچہ مشرکین اس کو لے گئے۔ یہ سن وہ مر گیا۔

اب مشرکین کے ایک سوار دستے نے پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کی، مگر مسلمانوں نے حملہ کر کے ان کا حملہ ناکامیاب بنا دیا۔ وہ واپسی پر مجبور ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے مشرکین کے حملے پر بار بار نالام بنا دیئے اور وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ہاتھوں کا صاف کر کے قطعی فیصلہ باوجود اتنی طاقت کے نہ کر سکے۔ حالانکہ صحابہ کی صفیں دشمن کا مقابلہ کر رہی تھیں سے ٹوٹ چکی تھیں اور مایہ غیبت جمع کرنے اور تیر اندازوں کے آتر کرنے سے بھی ان میں انتشار پیدا ہو چلا تھا۔ اپناک دشمن کے حملے اور چاروں طرف سے گھیرنے کے باوجود کامیاب نہ ہونے سے دشمن ہمت ہار گئے۔ جنگ بندی کا فیصلہ کر لیا اور مسلمانوں کے نقصانات جی کو کافی سمجھ کر واپس ہو گئے۔

شرکین تھکے ہوئے تھے، وہ بھی علمبردارِ مٹا کر چلے گئے، جنگ سرد پڑ گئی۔
 ابوسفیان پہاڑی کی طرف آیا اور پکارنے لگا کہ خندقِ زندہ ہے ہاں یہ نے کہا جواب نہ دیا اس
 نے کہا: "نہ پکڑ زندہ ہے ہاں یہ نے جواب دینے سے روک دیا۔ اس نے کہا عمرِ زندہ ہے ہاں
 نے جواب نہ دیا۔ ابوسفیان بولا یہ سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضرت عمرؓ پکار
 آئے تو کو کھیر کر دانت تک پہنچانے کے لئے سب زندہ ہیں اور حضورؐ خود تمہاری باتیں سن
 رہے ہیں، اُس نے نعرہ لگایا اُغْلِ قَهْلَیْ اُغْلِ قَهْلَیْ کیجئے۔ یہ سن کا بُت تھا، آپؐ نے فرمایا
 جواب: **وَاللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُ اللّٰهِ بَیْتُ بَلَدٍ اَوْ بَرَاةٍ**۔

ابوسفیان بولا: **لَنَا الْعِزَّةُ وَلَا عِزَّتِيْ لَكُمْ**
 شرح: ہمارا عزت ہے اور تمہارا عزت نہیں ہے
 (عمرؓ ان کے بڑے بُت کا نام تھا)

آپؐ نے حکم دیا جواب دو: **لَا الْمَوْتِ وَلَا مَوْتِيْ لَكُمْ**
 شرح: ہمارا موتی آقا ہے، تمہارا کوئی آقا نہیں ہے۔
قَتَلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَكُمْ فِي النَّارِ
 شرح: ہمارے مقتول جنتی اور تمہارے جہنمی ہیں۔

ابوسفیان نے کہا یہ بدر کا بدلہ ہے، آئندہ سال بدر کے مقام پر پھر لڑیں گے آپؐ
 نے اس کا صلح قبول کر کے اعلان کر دیا کہ آئندہ سال بدر میں پھر مقابلہ ہوگا۔

جنگ کا خاتمہ اور آپ کی فراست

ابوسفیان یہ کہہ کر مکہ معظمہ کو واپس لوٹ جاتا ہے لیکن سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحقیق کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجتے ہیں کہ قریش کا حال معلوم کریں کیا نہ رہے ہیں۔ پھر اونٹوں پر پالان باندھتے ہیں تو مکہ معظمہ جا رہے ہیں۔ اگر ٹھکڑوں پر سوار ہیں تو مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس خطا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان لوگوں نے مدینہ کا قصد کیا تو میں ان پر حملہ کر کے ان کو پوری پوری سزا دوں گا۔ (ادکما قال)

حضرت علیؓ نے دیکھی کہ قتارہ لدا کر مکہ معظمہ کا رخ کئے ہوئے تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر شہیدوں کو بغیر غسل کے کپڑوں سمیت دفنایا۔ ایک ایک قبر میں دو رہ شہید دفن کئے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اسکو پہلے آگے رکھتے دوسرے کو بعد میں۔ بے سرو سامانی گایہ عالم تھا کہ جب حضرت مصعبؓ نے نبیؐ کو دفن کرنا چاہا تو ان کی ایک ہی چادر تھی۔ جس سے سر ڈھانکتے تو پاؤں بھیج دیتے۔ پاؤں ڈھانکتے تو سر بھلا دیتے۔ آخر پاؤں کو اذخر گھاس سے ڈھانک دیا گیا۔

بغیر سبز نہ پلہ شد کسے مزار مرا
کہ پردہ پوش غریباں میں گیاہِ دلست

کفار کی واپس اور آپ کا تعاقب

حضرت علیؓ کی رپورٹ کے عین مطابق کفار مکہ واپس لوٹ گئے مگر جب وہ مقام مدینہ پہنچے وہاں مکہ کے ملعونوں سے ڈر رہے تھے کہ وہ کہیں گے تم نے مدینہ پر کیا کیا۔ تم نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بھائی۔ تم تم کوئی مسلمان قیدی ہمارا لائے۔ نہ مالی غنیمت ہے۔ پھر مسلمان میدان جنگ میں رہے اور تم میدان چھوڑ کر واپس آ گئے۔ مانا کہ مسلمانوں کا نقصان زیادہ ہوا مگر تم نے اپنے بائیس ہزار سردار اور علمبردار قتل کرنا یہ سوچ کر وہ دوبارہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے کہ انہوں نے انوارِ سنی کو مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ مرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ ابوسفیانؓ ڈرا سا دانا آپؐ مدینہ سے تازہ دم فوج لے کر آجائیں اور دوبارہ جنگ میں ہم مغلوب ہو جائیں۔ اس طرح یہاں شخی بھی کر کرسی ہو جائے گی اور فتح کے شکست میں تبدیل ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ اس اثناء میں اس کو راستہ میں ایک آدمی معن نامی ملا۔ بعضوں نے اس آدمی کا نام معبد بن معبد لکھا ہے۔ ابوسفیانؓ نے اس سے پوچھا کہ تم پیچھے کیا دیکھ آئے ہو؟ اس کو مسلمانوں سے ہمدردی تھی اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوا تھا۔ وہ بولا کہ آپؐ بڑا الشکیناؓ ہیں ابوسفیانؓ اور بھی خوفزدہ ہوا، اور اس نے اس میں خیر سمجھی کہ مکہ کو بھاگ جاتے چنانچہ وہ مکہ ہی کو واپس لوٹ گیا۔ البتہ قبیلہ بنی عبدالمطلب کا ایک قافلہ مدینہ منورہ جا رہا تھا۔ ابوسفیانؓ نے حید بن کربلہؓ کو اس کے ذریعہ کہنا بھیجا کہ اس نے مسلمانوں کے استقبالی اور پیغامی کے لئے دوبارہ مدینہ کے فیصلہ کر لیا ہے۔

مقصود یہ کہ مسلمان ڈر کر تعاقب نہ کریں یہ کہہ کر خود مکہ معتقل کی طرف پس ہٹیں۔

تعاقب کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم

ادھر آپؐ مدینہ منورہ پہنچے تو فیصلہ کیا کہ سرکین کا تعاقب نہ کرے۔ نہ پڑے۔ نہ

نے عالم دین کو تعاقب میں صرف وہی آدمی شریک ہیں جو کہ جنگ میں شریک تھے چنانچہ
 نکلے ماندے اور نہ نئی مسلمان بڑی تعداد میں فوراً تیار ہو گئے۔ آپ نے ان کوئے نہ
 مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور حراء السد کے مقام پر جا کر پڑاؤ کیا۔ یہاں تین دن تک
 آپ نے انتظار کیا مگر لشکر قریش کو نہ آتا تھا نہ آیا۔ آپ تین دن کے بعد مدینہ منورہ
 کو واپس ہو گئے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف فرمائی ہے جو زخموں
 کے باوجود پیغمبرؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دشمن کے تعاقب کے لئے تیار ہو گئے۔

الذین استجابوا للہ ورسولہ من بعد ما اصابہم القرع للذین احسنوا

منہم واتقوا احسن عظیم

ترجمہ :- جنہوں نے خدا اور رسول کی بات پر لبیک کہہ جبکہ ان کو زخم پہنچ چکے تھے۔
 ان میں سے جنہوں نے سب سے بہتر اور تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

نقصانات کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں جتنی نقصان مسلمانوں کا زیادہ ہوا۔ حالات جنگ
 پڑھنے سے آپ کو اس کے اسباب معلوم ہوئے ہوں گے۔

پہلا سبب

سب سے بڑا اور پہلا سبب تو یہی ہے کہ پہاڑی کے تیر اندازوں میں اختلاف
 ہوا اور چند آدمیوں کے سوا باقی کی رائے یہ ہو گئی کہ اب فتح ہو چکی ہے مسلمان
 مالی غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں چلیں ہم بھی جمع کریں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے یہاں سے نہجہ کی ناکہد جنگ میں فتح کے لئے فرمائی تھی۔ اب توفیق ہو
 گئی۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حکم عدوانی کتنی ہی نیک نیتی سے کیوں نہ ہو۔

ابتلا کا سبب بن گئی۔ آپ کے صاف واضح ارشاد کے مقابلہ میں قیاس کا نتیجہ کیسے اچھا ہو سکتا تھا۔ خاص کر جبکہ آپ کا ارشاد بالمشافہ اور تاکیدی تھا اور اس میں بعض روایات کے مطابق تصریح تھی کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ چنانچہ اس حکم عدولی کے بارہ میں قرآن پاک میں ارشاد رہا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ أَذْ تَحْسُونَهُمْ بِأَذْنٍ حَتَّىٰ إِذَا قُتِلْتُمْ
تَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّا آتَاكُمْ مَا يَحْتَبُونَ مَكْرَهُم بَرِيدَ الْمَوْتِ
مَنْ يَدُ الْآخِرَةِ ثُمَّ صَرَقَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ
وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تمہارے ساتھ سچ کر دکھایا۔ جب تم ان کفار کو اللہ کے حکم سے کاٹ رہے تھے حتیٰ کہ تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے اس کام میں اور حکم عدولی کر بیٹھے۔ اس کے بعد کہ تم کو تمہاری پسند کی چیز اس نے دکھادی۔ (فتح) تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے خواہاں تھے پھر تم کو کفار سے پھیر ڈالا تاکہ تمہاری ابتلا ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معافی دیدی ہے۔ وہ خدا ایمانداروں پر بڑا ہی فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جنگ کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا تم دشمنوں کو تباہ کر رہے تھے اور نتائج کو اپنی پسند کے مطابق دیکھ رہے تھے مگر جب تم نے بزدلی اور کمزوری دکھائی۔ اور آپس میں اختلاف ہو گیا اور حکم عدولی کر ڈالی اس وقت حالات بدل گئے اور ابتلا پیش آیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے نقصان کی وجہ کمزوری اور بزدلی بتائی اور اس کا سبب اختلاف کو قرار دیا اور اختلاف مبطل عدولی کو قرار دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ اختلافات و بے اتفاقی سے بزدلی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے اور اختلاف رفع کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسلام پر سب

متفق ہو جائیں۔ رسول کے احکام کے سامنے تھک جائیں۔ ورنہ فکر ہر کس بعد رہمتِ اوست۔
 اختلافات ہوں گے۔ چہر کمزور۔ می آسنے کی اور بزدل چھپا جائے گی، اور تم جیتی ہوئی بازی ہار
 جاؤ گے۔ آخر میں تمام مسلمانوں کی معافی کا بھی اور ان پر اپنے بے پایاں فضل و کرم کا اعلان
 بھی کر دیا۔ ان اعلانِ معافی کے بعد صحابہؓ پر تنقید کرنا یا ان کے کاموں میں کیڑے نکالنا
 کسی صحیح مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔

دوسرا سبب

اصلی اور بڑا سبب تو یہی تھا جو ذکر ہوا، اب عالمِ اسباب پر نظر کریں تو
 دوسرا سبب مسلمانوں کا انتشار اور پراگندگی تھی۔ بعض مالی غنیمت کے بیع کرنے
 میں مصروف تھے اور بعض دشمنوں کا تعاقب کر رہے تھے، اور یہ کسی کے وہم و گمان
 میں بھی نہ تھا کہ جنتِ دوبارہ ہوگی۔

تیسرا سبب

ظاہر بیویوں کے لئے تو بڑا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد سات سو
 تھی جب کہ دشمن کی تعداد اگر پانچ ہزار مان لی جائے تو سات گنا زیادہ تھی اور اگر
 تین ہزار ہی مان لی جائے تو چار گنا زیادہ تھی، پھر حملہ بھی اچانک اور بے خبری میں
 ہوا۔ راشن کی کمی اور اسلحہ کی قلت تو ظاہر ہی ہے۔

چوتھا سبب

میران جنگ میں موجود مسلمانوں کا محصور ہونا تھا کہ خالد بن ولید نے سواروں
 کے دستہ سے پیچھے سے حملہ کر دیا اور لڑکے نے ہر جاکنے والے دشمن واپس آگئے انہوں

نے دوسری طرف سے تیروں کی بارش کر دی۔ اس ناگہانی افتاد کی تاب لانا عام شہرت کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ یہ حملے اچانک اور خلاف توقع تھے۔ اس طرح منتشر مسلمانوں پر بے خبری میں پزل پڑنا کون سی بڑی بات تھی۔

پانچواں سبب

چونکہ حضرت مسعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلمانوں کے علمبردار تھے، ہر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہہ تھے ان کے شہید ہو جانے سے یہ افواہ اڑادی گئی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر وحشت اثر نے بہتوں کے اوسان خطا کر دیئے۔ چنانچہ جب حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہؓ کو حیران بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا کہ کیوں بیٹھے ہو جو اب میں کہا گیا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے اب ہم کیا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ پھر جس راہ میں آپؐ شہید ہوئے اسی راہ میں تم بھی شہید ہو جاؤ۔ بہر حال ان حالات میں ایک صحابیؓ کے پکارنے پر صحابہؓ کا حضورؐ کے پاس پہنچنے کی کوشش اور آپؐ کا چند ہمارا بیوں سمیت محاصرہ کی حالت میں جنگ چارے رکھتے ہوئے دشمن کو تھکا کر پہاڑ میں مورچہ بنالینا پھر دشمنوں کو مایوس ہو کر واپس جانے پر مجبور کر دینا کس طرح شکست نہیں کہلائی جاسکتی۔

جنگ میں فتح ہوئی یا شکست

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی یہ قطعاً غلط ہے جانی نقصان بے شک زیادہ ہوا۔ اور جنگ میں نقصانات کی کمی و زیادتی کو نہیں دیکھا جاتا۔ یہاں مقصدی فتح مسلمانوں کی ہوئی۔

مطابق جواب دیا ہرگز نہیں ہوتا تو نافی الجنۃ وموتاکم فی النار بدل کیے ہو سکتا ہے، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے دوزخ میں۔ اس پر ابوسفیان خاموش ہو گیا۔

رابعاً

جب قریش واپس ہوئے نہ ان کے پاس کوئی مال غنیمت تھا نہ جنگی قیدی تھے۔ نہ ہی وہ قریب مدینہ منورہ پر حملہ کر کے تباہی مچا سکے اور نہ ہی وہ مسلمانوں اور اسلامی طاقت کی تیغ کھنی کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ اپنے بیس بائیس سردار اور علمبرداروں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اسی لئے راستہ سے ابوسفیان نے لوٹ کر پھر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر اسہم کا رعب تھا آخر کار وہ مسلمانوں کے عشق رسول اور جذبہ جان سپاری سے ڈر کر واپس بھاگ گیا اور مکہ معظمہ میں جا کر دم دیا۔ وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا۔ جان بچی لاکھوں پائے۔

خامساً

پانچویں یہ کہ جنگِ احد کے دوسرے دن سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحتاً کوئے کرکھار مکہ کا تعاقب کیا اور حبراء الاسد تک جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور ہے تشریف لائے اور تین دن تک دشمن کا انتظار کیا۔ جب یقیناً معلوم ہوا کہ دشمن مکہ معظمہ چل دیا ہے تو آپ واپس مدینہ منورہ کو لوٹ آئے۔ کیا ان حالات و واقعات کے بعد بھی کوئی شخص اس جنگ میں مسلمانوں کی شکست کی بات کر سکتا ہے یہ صحیح ہے کہ نقصان مسلمانوں کا زیادہ ہوا۔

سادساً

جنگ کے پہلے دور میں بڑے بڑے بہادر دشمن قتل ہوئے۔ عورتوں کو بھی

جوش دلانے کے لئے ہمراہ لائے تھے۔ مگر حضرت حمزہؓ کے شہید ہو جانے کے باوجود دشمن کو پسپا ہو کر بے ترتیبی سے بھاگنا پڑا۔

سابعاً

ساتویں یہ کہ دوسرے دور میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محصور اور زخمی ہیں، بعض جاں نثار و وفادار صحابہؓ ک لاشیں آپ کے ارد گرد تڑپ رہی ہیں، حضرت عمار بن یزید بن اسلم انصاری پانچ ساتھیوں سمیت دشمن کو آپ کی طرف آنے سے روکتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں، جن کو آپ نے اپنے قریب لانے کا حکم دیا اور انہوں نے آپ کے قدموں میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی۔

پچھ تا زرفستہ باشند زیرِ جہاں نیاز مند سے

کہ بوقتِ جاں سپردی بسرش رسیدہ باشتی

اس نازک صورتِ حال کو دیکھ کر ایک انصاری خاتون نے توار چلانا اور دشمن کو قریب آنے سے روکنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں جنگ جاری رکھنا اور دشمن کے محاصرے کو توڑنے اور پہاڑی پر چڑھ جانے کو کون آدمی شکست کہہ سکتا ہے۔ آپ کے اس عمل سے دنیا میں شجاعت و استقامت کا ریکارڈ قائم ہوا۔

ثامناً

انھوں باتِ جنگ کے تیسرے دور میں پہاڑی سوہرے پر حملوں، دشمن کے ناکام رہنے اور آخر کار واپس ہو جانے کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان حالات میں ان کو شکست کہنا تعصب اور نادانی ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔

خاص بات

خاص بات یہ ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ آج دشمن کے تعاقب کے لئے وہی لوگ ہمارے ہمراہ چلیں جو کل جنگ میں شریک تھے چنانچہ پھٹکے ماندے اور زخمی مسلمان فوراً بڑی تعداد میں تیار ہو گئے جیسے کل کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ ان تمام باتوں کا اثر یہ پڑا کہ مسلمانوں کے نقصانات سے مسلمانوں کے رعب میں جس کمی کا خضر و تنہا وہ کمی نہ ہو سکی اور دکھو یا ہوا وقار آپؐ کی فراست سے دوبارہ بحال ہو گیا۔

جنگ کے بعد نقصانات کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی

ایک صحابیؓ خاتون کا واقعہ

جب جنگ ختم ہوئی مسلمانوں کے نقصانات کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچی اور یہ افواہ بھی کہ آپؐ شہید یا زخمی ہو گئے ہیں، پھر کیا تھا، رسولؐ مقبول کے پروانے میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے۔ ان میں ایک انصاری خاتون بھی تھی جس کے باپ، بھائی اور خاوند اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے لیکن اس کو صرف سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غم کھائے جا رہا تھا، اس کو دیکھ کر ایک صحابیؓ بولے۔ تمہارا خاوند جامِ شہادت نوش کر چکا ہے اُس نے کہا: اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اَبِیْہِ وَابِیْہِمْ۔ مجھے میرے آقا کی خبر سناؤ۔ دوسرے نے کہا تمہارا بھائی خون میں نہا کر شہید ہو چکا ہے۔ اس نے کہا اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اَبِیْہِ وَابِیْہِمْ۔ مجھے میرے پیارے رسولؐ کی خبر سناؤ۔ تیسرے نے کہا بہن! تمہارے باپ نے داعیِ اجل کو بییک کہہ کر موت کا پیالہ چکھ لیا ہے۔ اس نے کہا اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اَبِیْہِ وَابِیْہِمْ۔ میرے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیریت بتاؤ۔ انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی

کہ آپ صبح و سالم موجود ہیں، مگر جب تک اس کی آنکھیں آپ کے دیدار سے ٹھنڈی نہ ہوئیں وہ پریشان تھیں جب آپ کو دیکھا بے ساختہ بول اٹھیں۔

کل مصیبتہ بعد کجل

ترجمہ :- آپ کے صبح و سلامت ہونے بعد سب مصیبتیں آسان ہیں۔

سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ۔ کتنا سچا عشق تھا۔ کتنا مضبوط ایمان تھا اور کیسی خدا داد انتقامت تھی۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا

اسے شہر دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

آج کروڑوں مسلمانوں کا ایمان ترازو کے ایک پڑے میں رکھیں اور اس صحابیہ خاتون کا ایمان دوسرے پڑے میں۔ تو یقیناً اس خاتون کا ایمان بہت ہی وزنی ثابت ہوگا۔ صحابیہ کرام کا یہی جذبہ اور یہی اخلاص تھا جس کی وجہ سے ان کے ایک صبر پر نصفیر جو کا صدقہ ہمارے پہاڑ بھر سونے کے صدقے سے زیادہ ہے۔ جیسے کہ حدیث شریفہ کے مضمون سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت صفیہؓ کی آمد

لڑائی کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر (پچھو بھی) حضرت صفیہؓ شریف لائیں تاکہ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھے۔ آپ کو ان کا دیکھنا پسند نہ تھا بلکہ کوئی بے صبری کے کلمات زبان سے نکل جائیں مگر حضرت صفیہؓ نے جا کر بھائی کی لاش دیکھی۔ جن کے اعضاء کاٹے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ سبحان اللہ کیا ایمان تھا۔

حضرت حنظلہ کا قصہ

حضرت حنظلہؓ ایک صحابی ہیں تازہ شادی کی ہوئی ہے۔ بیوی کے پاس جانے کے بعد غسل نہیں کیا کہ کان میں جہاد کی آواز پڑ گئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے میں دیر کرنا صحابہؓ سے ناممکن تھا۔ بغیر وضو کے میدانِ جنگ کو چل دیئے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا۔ جب دریافت کیا گیا ان کی بیوی سے حقیقتِ حال کا پتہ چلا اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے یہ جذبہ ہم کو بھی نصیب فرمائے۔ آمین

نقصانات کی حکمت

جنگِ بدر میں آپؐ مسلمانوں کی عظیم الشان فتح کا حال پڑھ چکے ہیں۔ اگر جنگِ اُمد میں بھی اسی طرح ہو جاتا تو پھر جہاد فی سبیل اللہ میں اجر کیوں ملتا اور اللہ کی راہ میں جہاد اور قربانی کی حیثیت کیا رہ جاتی؟ یہ ابتلاء و امتحان کیسے کہلاتا؟ ہر شخص سمجھتا کہ فتح تو یقینی ہے اور وہ جہاد کو آسان اور معمولی بات سمجھتا۔ بلکہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے اور ان کو اسلام کے اعلیٰ اقدار کی دعوت دینے کی بھی ضرورت بہت کم رہ جاتی۔ دو چار لڑائیوں کے بعد ساری دُنیا کو اسلام کی حقانیت اور خدا کی امداد کا یقین ہو جاتا۔

کفار کی بدسلوکی کا شکوہ اور ربّانی ہدایت

حبیبِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجَرُوا وَجْهَ رَسُولِهِمْ
ترجمہ :- وہ قوم کیونکر فلاح پاسکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کے چہرے کو زخمی کر دیا۔
اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ
ظَالِمُونَ ۝

ترجمہ :- آپ کو اس کام میں کوئی اختیار نہیں چاہیے خدا تعالیٰ ان پر مہربانی فرمادے چاہے سزا دے دے ظالم تو وہ ہیں ہی۔
کتنے پیارے الفاظ و کلمات ہیں۔ جو حکمت و مصلحت کے موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم اردو میں محاورے کے مطابق اس کا یوں مطلب بیان کر سکتے ہیں کہ آپ داخلِ مذہب چپ رہیں، جو کچھ ہو رہا ہے ہم دیکھ رہے ہیں ہمارے سامنے ہوا ہے، ہمارے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، ہم چاہیں تو ان کو بدایت دے کر مسلمان کر دیں اور ان ہی سے اسلام کی خدمت لیں، اور چاہیں تو ان کو سزا دیدیں، ظالم تو وہ ہیں ہی۔ سبحان اللہ العظیم کتنی بروقت ہدایت ہے، اگر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیتے تو سارے قریش کی تباہی کا خطرہ تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولؐ کے الفاظ کی لاج رکھنی تھی، وہ سب کے سب نامراد ہو کر مر جاتے، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت و حکمت کا تقاضا اور تھا، جہاں ایک طرف اس واقعہ سے اس نے اپنے رسولؐ کے جوہر ظاہر فرمائے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی ہجرت صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے مثال استقامت اور قوتِ یقین سے ہوئی، پھر آپؐ کی عبدیت و عبودیت کا جلوہ، بل غلام کو تباہ، دوسری طرف اس نے اسی قوم قریش کو ہذا ب سے بچا کر مسلمان کرنا تھا، اسی خاک و بن و لید کے در پر عراق و شام فتح کرانے تھے۔

ابھی عمرو بن العاصؓ ہی کے ذریعہ مصر فتح کرنا تھا اور یہ دکھانا تھا کہ جو جن کے بیٹے حکمران تھے تارک حال
 دیکھ کر اپنے چاد سو بہادر سوار ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر کے یرموک
 میں نقشہ جنگ بدل ڈالا۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔
 اور ابوسفیانؓ کو اتنا پکا مومن بنانا تھا کہ ان کی ایک آنکھ محاصرہ طائف میں ضائع
 ہوئی دوسری آنکھ جنگ یرموک میں جس سے یہ بتانا تھا کہ عمر بھر کا مخالف جب کلمہ
 پڑھتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ کرم سے اللہ تعالیٰ اس
 کی دل کی دنیا بدل دیتے ہیں اور وہ جنگوں میں ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔
 یہ تمام صورت حال آپؐ کے پیغمبرانہ اعمال کا نتیجہ تھی۔

اسی طرح قریش مکہ کو اتنا پکا مومن بنانا تھا کہ حضرت صدیقؓ کے دور میں جبکہ ہر طرف فتنے
 کھڑے ہوئے تھے قریش مکہ نے اہل مدینہ اور اہل طائف کی طرح ثابت قدم رہ کر خلیفہ وقتؓ
 کا ساتھ دیا اور سارے عرب میں نئے سرے سے اسلام کا بول بالا کیا۔ پیچھے اللہ تعالیٰ
 کی رحمت اس کے غضب سے سبقت کرتی ہے۔

جنگِ اُحد کے بعد کے واقعات

سُورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فوجی اقدامات

اور

پیغمبرِ اُستِ ثد ابیر

(۱) جنگِ اُحد کے بعد مشرکین نے مکہ کے خوب گیتیں بائیں اور مسلمانوں کے نقصانات اور اپنی فتح کا خوب پروپیگنڈا کیا، حالانکہ فوجی نقصانات کے لحاظ سے ان کو کامیابی ہوئی تھی۔ لیکن مقصد کے لحاظ سے ان کو قطعاً ناکامی ہوئی تھی، اس لئے کہ اتنی عظیم جنگ اور عظیم فوج کے باوجود نہ قلیل التعداد مسلمانوں کا صفایا کر سکے اور نہ ہی مدینہ منورہ پر حملہ کر سکے بلکہ مسلمان میدانِ جنگ میں پہاڑ پر مورچہ سنبھال کر ڈٹے رہے۔ اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر واپس ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کے نقصانات اور ظاہری فتح سے انہوں نے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کی۔

(۲) مدینہ منورہ کے ارد گرد کے دیہات بھی مسلمانوں کے خلاف دیر ہو گئے اور اب وہ مسلمانوں کو اپنا مال غنیمت سمجھ رہے تھے اور اس لئے مدینہ منورہ کو لوٹنے اور مار دھار کے منصوبے بنا رہے تھے۔

(۳) منافقین مدینہ کے حوصلے بھی بڑھ گئے اور وہ اب علانیہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عوام کو بھڑکاتے اور پروپیگنڈا کرتے۔

(۴) یہودیوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور انہوں نے ہر طرح کا زور لگا کر اسلام

اور اہل اسلام کی بیخ کنی کے لئے ملک بھر میں دوڑ دھوپ شروع کر دی۔

(۵) اسی تیس واں توں میں ایک زبان کی حیثیت والے مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کی سب سے بڑی قابلیت یہ تھی کہ چاروں طرف کے دشمنوں پر نگاہ رکھیں اور ان کو لکھا ہو کہ مدینہ منورہ پر متفقہ حملہ کرنے سے پہلے ہی ان کی طاقت منتشر کر کے ان کے حوصلے پلٹ کر دیں اور بڑی قابلیت یہ تھی کہ دشمنوں کو پہلے سے خبر نہ ہو کہ اچانک ان کے منصوبے خاک میں ملانے کے لئے آپ ان کے سر پر جا پہنچیں۔

بنابریں آپ نے نہایت قابلیت سے تمام ہمدردی گنڈوں، افواہوں اور دشمنوں کی ٹوٹیوں اور بلند حوصلگی کے باوجود چاروں طرف نگاہ رکھی اور مدینہ منورہ کو محفوظ اسلامی قلعہ بنانے کی تدابیر شروع کر دیں۔

سریہ ابن سلمہؓ

چنانچہ جب غزوہ اُحد سے دو ماہ کے بعد آپ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنی اسد کے خویلد کے دو بیٹے طلحہ اور سلمہ مدینہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے ڈیڑھ سو سوار اولمپیدل فوج ابوسلمہ کی قیادت میں حملے سے پہلے ہی بنی اسد کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمادی جس میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ رات کو سفر کریں اور دن کو آرام کریں اور بنی اسد کو حملے سے پہلے خبر نہ ہونے پائے۔ ابوسلمہ نے صبح کے وقت ان کو جاگھیرا وہ سب بھاگ گئے۔ ابوسلمہؓ نے دودھتے ان کے تعاقب میں بھیجے جو مالِ فہیمت لے کر لوٹے اس کے بعد ابوسلمہؓ مدینہ منورہ واپس ہوئے

عبداللہ بن انیسؓ کی مہم

آپ کو خبر ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی مدینہ پر حملے کے لئے دیہاتوں کو جمع کر رہا ہے۔

تو آپ نے تنہا عبداللہ بن انیسؓ کو معلومات کے لئے روانہ فرمایا کہ صحیح واقعات کا علم ہو سکے۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن انیسؓ چلے تو ان کو یہی خالد بن سفیانؓ راستے ہی میں مل گئے جس کے ساتھ چند عورتوں کے بغیر مردوں کی طاقت نہ تھی۔ اس نے پوچھا تم کون ہو۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے جواب دیا عرب کا ایک باشندہ ہوں۔ سنا ہے تم مدینہ پر حملے کے لئے لوگ جمع کر رہے ہو میں بھی آگیا ہوں۔ اس نے مطمئن ہو کر ان کو ساتھ جانے دیا۔ اور جب ان کو موقع ملا اس کو قتل کر کے مدینہ منورہ واپس آگئے اور خالد بن سفیانؓ کی جماعت اپنے لیڈر کے قتل کی وجہ سے منتشر ہو گئی۔ آپ کا اس دشمن کے مقابلہ کے لئے تنہا ایک صحابیؓ کو بھیجا دلائل نبوت میں سے ایک ہے۔

غزوہ بنی نضیر

آپؐ کو معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت عمرو بن امیہؓ نے لاعلمی کی وجہ سے بنی عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے جن کا حضورؐ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ ان بنی عامر کا یہود بنی نضیر سے بھی معاہدہ تھا اس لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی نضیر کے گھروں کی طرف گئے تاکہ ان سے ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے میں شریک ہونے کا اور اپنا حصہ ادا کرنے کا مطالبہ کریں۔ یہود سے جنگ اور صلح میں شرکت کا معاہدہ تھا، لہذا ہر یہودیوں نے ہاں کر دی مگر آپؐ کو ایک مکان کی دیوار کے سائے میں بٹھا کر عمرو بن جماش کو مقرر کیا کہ پیچھے سے جا کر مکان کے اوپر سے چلی کا پاٹ آپؐ پر پھینک کر آپؐ کو شہید کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو خبر کر دی۔ آپؐ وہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے اور محمد بن مسلمہؓ کو بلا کر یہود بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا کہ تم نے عہد شکنی کر دی ہے۔ اب تم کو دس دن کی مہلت ہے اس کے اندر مدینہ منورہ سے نکل جاؤ ورنہ بعد میں جو حملے کا قتل کر دیا جائے گا وہ گھر کر نکلنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین مدینہ نے ان کے حوصلے بڑھائے

کہ لڑو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انکاری جواب کہلا بھیجا کہ جو چاہو کرو ہم نہیں نکلیں گے۔ پھر اپنے قلعوں میں محفوظ ہو کر بیٹھ گئے۔ سال بھر کی خوراک اندر جمع کر لی، پانی کی بھی ان کو سہولت تھی، تمام جنگی تیاری کر لی۔ ایک بار کہلا بھیجا کہ حضور اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ آکر ہمارے علمائے گفٹگو کرو اگر آپ کی بات صحیح ثابت ہو جائے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے، چنانچہ آپ تیار بھی ہو گئے، مگر پھر خبر ملی کہ وہ ہتھیار سنبالے جنگ کے لئے تیار بیٹھے ہیں، آپ لوٹ گئے۔ دراصل بنو نضیر کو قریش مکہ کی دھمکی بھی پہنچ گئی تھی کہ تم نے حضور کا ساتھ دیا تو ہم تمہارا تباہ پانچا کر دیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو لے کر ان کا محاصرہ کیا آج یہ راستہ فتح ہوا اکی وہ۔ اسی طرح ایک ایک کر کے تمام راستوں اور گھروں پر قبضہ کر لیا۔ بیس دن کے محاصرہ کے بعد جب ان کو منافقت کی مدد بھی نہ آئی مجبور ہو کر جان بخش چاہی اور آپ کی ساری شرطیں قبول کر لیں۔ آپ نے ہر تین آدمیوں کو ایک ایک اونٹ کی اجازت دے دی کہ تمہاروں کے بغیر جو چاہو لاؤ۔ چنانچہ ان میں سے کوئی خیبر کو گیا کوئی شام کو گیا یہ لوگ پچاس زرہیں۔ تین سو چالیس تلواریں اور بڑا غلہ چھوڑ کر چلے گئے، ان کی زمینوں پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ ان کے سردار جحش بن اعطب، ابورافع بن ابی حقیق اور کناء سب خیبر چلے گئے۔ وہاں کے یہودیوں نے ان کو اپنا سردار بنالیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک مائتک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔

غزوۃ ذات الرقاع

اس اثنا میں اللہ علی کریم غطفان کی شاخیں بنی محارب اور بنی ثعلبہ شرارت پر آمادہ اور جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آپ حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے چار سو صحابہؓ کے ہمراہ ان کے مقابلہ کے لئے گئے وہ ایک نخلستان میں جتے تھے۔ آپ

کی خبر سن کر وہ سب بھاگ گئے۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع ہے۔ رقاہ کپڑے کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ پتھری زمین تھی اس لئے صحابہؓ کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے اور انہوں نے پاؤں پر چمڑیاں پیٹ رکھی تھیں۔ بعض معجزات نے کہا ہے کہ ذات الرقاع اس مقام کا نام ہے جہاں تک آپ تشریف لے گئے تھے۔

غزوۃ السویق

یہ سفر علاقہ نجد کا تھا اس کے بعد آپ تین ماہ تک مدینہ منورہ میں رہے۔ ابوسفیان غزوہ اُحہ کے اہتمام پر اعلان کر چکا تھا کہ اُٹھ سال مقام بدر میں پھر لڑیں گے۔ آپ نے اس کا یہ چیلنج قبول کر لیا تھا۔ منافقین مدینہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آؤا رہے تھے انہوں نے نعیم بن مسعود کو مکہ معظمہ بھیجا تاکہ قریش کو جنگ پر اکسائے۔

اس سال مکہ معظمہ میں قحط کے کچھ آثار تھے۔ ابوسفیان نے نعیم کو کہا کہ تمہارا یہ کام ہے کہ جا کر مدینہ میں چرچا کرو کہ قریش جنگ کی عظیم تیاریاں کر رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان ڈر کر اس سال مدینہ سے جنگ کے لئے نہ نکلیں تاکہ اس سال جنگ ٹل جائے اگر تم یہ کام کرو تو تم کو میں اونٹ انعام دیا جائے گا۔ نعیم نے پروپگنڈا زور سے کیا حتیٰ کہ صحابہؓ کو پریشان کر دیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ جائے تو میں تنہا مقابلے کے لئے حسب اعلان بدر تک جاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے تیار ہی فرمائی اور ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کا لشکر لے کر بدر کو روانہ ہوئے۔ اس دفعہ مسلمانوں کے پاس دس گھوڑے تھے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ ابوسفیان کو جب اس کا علم ہوا تو مجبوراً دو ہزار کا لشکر تیار کر کے مکہ معظمہ سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ چار سو اسوار تھے۔ مقام عسفان تک پہنچا۔ ان کے پاس راشن (کھالے کو) سوائے ستوکے کچھ نہ تھا۔ اس لئے اس لشکر کا نام مکہ معظمہ میں عیش السویق مشہور ہوا۔ جب ابوسفیان کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ڈیڑھ ہزار لشکر صحابہ کی خبر معلوم ہوئی وہ گھبرا یا اور ستو چھوڑ کر مکہ معظمہ لوٹ گیا۔ کہ ہم قحط کے سال جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ وہاں عورتوں نے خوب بے دہی کی کہ تم لوٹنے نہیں گئے تھے بلکہ ستو کھانے گئے تھے۔ جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے مقام حسفان سے واپس مکہ معظمہ جانے کی خبر پہنچی۔ آپ بدر میں آٹھ دن قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ یہ واقعہ آخر حبيب سکنہ کا ہے۔ اسی سفر کا نام غزوہ بدر موعود اسی طرح غزوہ بدر ثانی اور غزوہ بدر صغریٰ بھی ہے۔

غزوہ دومۃ الحبذل

یہ مقام مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے حاکم مسی اکید بن الملک عیسائی کے بارہ میں معلوم ہوا کہ وہ شام کے راستے حجاز کے تجارتی قافلوں پر ڈکے ڈالتا ہے اور حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ آپ ایک ہزار لشکر لے کر وہاں تشریف لے گئے وہ اپنا ک اسلامی لشکر کے آنے کی خبر پا کر بھاگ گیا۔ آپ نے چند دن قیام فرمایا اور ادھر ادھر فوجی دستے بھیج کر سرحدات شام پر محب ڈال کر مراجعت فرمائی۔ اور ان خطرات کا انسداد فرمایا جو عیسائی مملکت روم کی سرحد کے قریب شام کے پاس ایک عیسائی حاکم کی شرارت سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

غزوہ بنی المصطلق

آپ کو اطلاع پہنچی کہ بنی مصطلق جو قبیلہ خزاعہ کی شاخ ہے مکہ معظمہ کے قریب بمقام مرلیع مدینہ پر حملے کے لئے اپنے لوگ جمع کر رہے ہیں۔ آپ نے خبر پاتے ہی پہل کی اور ہزار لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے۔ بنی مصطلق کا سردار حارث بن ابی مرزوق تھا سب شرارت ہی اسی کی تھی۔ حارث نے ایک جاسوس بھیجا تھا جس کو مسلمانوں نے گرفتار کر کے

قتل کر دیا۔ جب حادثہ نے جاسوس کے قتل اور اسلامی لشکر کے قریب آ جانے کی خبر سنی وہ بدحواس ہو گیا۔ رٹائی میں حضرت ابو قتادہ کے ہاتھ سے مارا گیا پھر کیا تھا۔ لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کی پانچ ہزار بکریاں دو ہزار اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اور تقریباً چھ سو مرد و زن بھی گرفتار ہوئے جو اس وقت کے قانون کے مطابق لشکر میں تقسیم کر دیئے گئے۔ قیدیوں میں دشمن فوج کے سردار حادثہ کی بیٹی جویریہ بھی تھیں جو حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں۔

جویریہ کی رہائی اور برکت

جویریہ نے حضرت ثابت بن قیس سے مکاتبت کی درخواست کی یعنی کچھ مال کے عوض آزاد کر دینے کا فیصلہ کر دیں۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ جویریہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میری امداد کی جائے تاکہ میں حضرت ثابت کو مال ادا کر کے آزادی حاصل کر سکوں۔ اس زمانہ میں یہ بات دوست اور دشمن اور کافر سب کو معلوم تھی کہ آپ غریبوں اور غلاموں کی مدد کرتے ہیں۔ آپ نے اس کی امداد کی وہ آزاد ہو گئی۔ ادھر اس کا باپ حادثہ بھی چند دن کے بعد حاضر خدمت ہوا کہ میری بیٹی سردار کی بیٹی ہے اس کو کمینہ بنایا جائے۔ آپ نے کہا کہ یہ جویریہ کا اختیار ہے، باپ نے بیٹی سے کہا میری عزت بچانا۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاملہ تیرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔ اس نے کہا میں حضور کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپ نے آزاد ہونے کے بعد جویریہ سے نکاح کر لیا۔ صحابہ کرامؓ کو اس نکاح کی خبر ہوئی تو صوب نے اپنے غلام اور لونڈیاں آزاد کر دیں کہ حضورؐ کے سسرال سے ایسا سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ حادثہ جو بیٹی کو رہا کرانے آیا تھا خود حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ صحابہؓ نے مالی غنیمت بھی واپس کر دیا۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اپنی قوم کے لئے جویریہ سے زیادہ برکت

والی عورت میں نے نہیں دیکھی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) :

غزوہ بنی مصطلق میں ابن ابی کی شہرت

منافقہ راہیوں میں شریک نہ ہوا کرتے تھے لیکن مسلسل مال غنیمت دیکھ کر مال کے تابع سے اس سفر میں عبداللہ بن ابی منافق بمعہ دیگر منافقوں کے شریک ہو گیا۔ راستہ میں ایک انصاری اور ایک مہاجر کے درمیان معمولی سی جھڑپ ہوئی تو دونوں نے اپنے اپنے لوگوں کو بلایا اس طرح مہاجر اور انصار کا سوال بڑھ سکتا تھا اس کو ہوا دینے کے لئے ابن ابی منافق نے بہت سی باتیں کہیں کہ تم انصار نے خود مہاجرین کی یہ مصیبت اپنے سرسوار کی ہے نہ تم مال و دولت اور ٹھکانا دیتے نہ یہ تمہارے سر چڑھتے۔ مدینہ پہنچ کر وہاں عزت و غلبے والا دوسروں کو نکال دے گا۔ اس کی یہ باتیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچیں۔ آپ نے فوراً کوچ کا حکم دیا اور تقریباً تیس گھنٹہ مسلسل سفر کرایا جس سے عبداللہ بن ابی کی ساری بکواس اور اشتغال انگیزی بے اثر ہو گئی اور طبقاتی سوال آگے نہ بڑھ سکا۔ یہ آپ کا پیغمبرانہ علاج تھا جو کارگر ثابت ہوا۔ بحمت اور ثبوت و اثبات سے تکلم پیدا ہو سکتا تھا۔ جس کا موقع ہی آپ نے نہ آنے دیا۔

ابن ابی کا قصہ

ابن ابی منافق نے آپ کے پاس آکر قہیں کھا کر ان باتوں سے انکار کر دیا۔ آپ نے چشم پوشی فرمادی۔ صحابہؓ کا خیال تھا کہ مدینہ پہنچ کر آپ اس کو قتل کرنے کا حکم دیں گے۔ عبداللہ ابن ابی کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ بن ابی یحییٰ مسلمان اور غلص مومن تھا۔ اس کو پتہ لگا کہ میرا باپ اب واجب القتل ہو گیا اور اس نے یہ یہ باتیں کہیں وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنے باپ کی گردن

مارنے کی اجازت دیجئے وہ اسلام سے چاربا نہیں ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے اس نے کہا کہ کسی اور سے قتل کرانیں گے تو مبادا لہجے اس قاتل کو دیکھ کر غلط خیال آنے لگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہم اس کو قتل نہیں کریں گے بلکہ جب تک ساتھ رہے گا۔ رکھیں گے منافق دل سے مسلمان نہ تھے صرف ڈر کے مارے کلمہ پڑھ لیا تھا اور ظاہری طور پر روزہ نماز ادا کر لیتے تھے اور شریعت ظاہر ہی کو دیکھ سکتی ہے۔ اس لئے ان کو مجاہد جانے سے نہ روکا گیا اور یہی ان کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس کا بیٹا پہلے آکر مدینہ منورہ کے باہر کھڑا ہو گیا۔ جب باپ آیا تو روک کر کہنے لگا جب تک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہ ہوں تم نہیں آسکتے۔

منافقوں کی ایک اور شرارت

اسی سفر کے دوران ایک اور افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ اس سفر میں حضرت عائشہ صدیقہؓ ہمراہ تھیں۔ ایک پڑاؤ میں وہ فتنائے حاجت کو گئیں وہاں کسی جھاڑی سے الجھ کر ان کا ہار بکھر گیا۔ موتیوں کو چننے میں دیر لگ گئی ادھر لشکر اسلام روانہ ہو گیا۔ حضرت صدیقہؓ بالکل پھلکی تھیں ہودج کو اونٹ پر رکھتے وقت صحابی یہ نہ سمجھے کہ اس کے اندر ام المومنین میں یا نہیں چنانچہ وہ خالی ہودج اونٹ پر رکھ کر قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

حضرت صدیقہؓ واپس آئیں تو نہ لشکر ہے نہ اونٹ حیران رہ گئیں پیچھے سے حضرت صفوان بن معطلؓ اونٹ پر سوار آ رہے تھے۔ ان کو آخر میں آنے کا حکم تھا کہ لشکر سے کوئی چیز نہ لے کر آئے۔ وہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ آہستہ سے اونٹ بٹھایا اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس پر سوار ہوئیں اور وہ ہمارے پکڑ کر چل دیئے حتیٰ کہ لشکر میں پہنچا دیا۔

بس اتنی سی بات تھی جس سے منافقین اور ناجبرہ کار لوگوں نے جتن بٹا ڈالا۔ طرح طرح کی چیمگیوں بولنے لگیں جس سے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی۔ اور حضرت ام المومنین کم و بیش ہینہ بھر میکے میں رہیں۔ اس وقت کے علم و اندوہ کا اندازہ ہر شخص نہیں لگا سکتا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ان سے نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے یا خود بخود آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ پاؤں کے لئے پاک ہی تجویز کرتے ہیں وہ آپ کے لئے کیسے نامناسب جوڈا تجویز کر سکتے ہیں۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ

وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ

ترجمہ: ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کیلئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کیلئے ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پہلے ایک اور صدیقہ حضرت مریم علیہا السلام پر بھی یہودیوں نے بہتان باندھا تھا جن کا منہ آخر کار کاٹ دیا گیا۔

بالآخر قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں حضرت صدیقہؓ کی صفائی اور پاکدامنی بیان کی گئی۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ضرور حقیقت حال سے واقف کر دیں گے لیکن اس سعادت کا تو خیال ہی نہ تھا کہ میری برأت کے لئے قرآن کی آیتیں نازل ہوں گی (اولکما قال)

آپ نے حضرت صدیقہؓ کی برکت کے گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی۔ حضرت صدیقہؓ کی والدہ نے کہا عائشہ! تھو حضور کا شکر یہ ادا کرو۔ جو ی خاوند کا بھی خاص تعلق ہو تا ہے وہ بولیں میں اس خدا کا شکر کیوں ادا نہ کروں جس نے میری صفائی اور برأت نازل فرمائی (اولکما قال)

آپ کے اقدامات کی نوعیت

(۱) ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف دشمن قبائل آباد تھے اور اب ان کے حوصلے بھی بلند تھے۔ اگر آپ ان کو جمع ہونے دیتے تو مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ آپ نے معمولی معمولی تعداد سے علیحدہ علیحدہ سب کو بے بس کر دیا۔

(۲) آپ نے ان ہمت و اقدامات میں رات کا سفر اختیار کیا تاکہ دشمن کو خبر نہ لگ سکے اور آپ کا حملہ چانک ہو سکے۔

ورنہ ان کے حلفاء اور انصار و اعوان موجود تھے اگر ان کو ان کے اٹھا کرنے کا موقع مل جاتا ہر جنگ آپ کو ہنگامی پڑتی۔

(۳) پہلی فتح کا اثر انسانی فطرت پر ہمیشہ زیادہ پڑتا ہے۔ احمد کے نقصانات کے بعد آپ نے مختلف فتوحات حاصل کیں۔ اس لئے جب بھی باقی قبائل آپ کی فتوحات کی خبریں سنتے مرعوب ہو کر پسپا ہوتے ہو جاتے اسی لئے آپ نے ہر ہر مخالف و محارب قبیلہ کو سراٹھانے اور بھٹلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اور ہر ایک کو شکست دے کر اوروں پر اثر ڈالا۔

(۴) رات کو سفر کر کے صبح سویرے دشمن پر حملہ کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے یا تو دشمن سو رہا ہوتا ہے، سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں ہو کر جلدی مقابلہ کا انتظام نہیں کر سکتا۔ مگر اس دھندلکے میں جنگ کرنا آسان نہیں اس میں کامیابی کے لئے ایک تو سخت قابلیت و احتیاط کی ضرورت ہے کہ کہیں آپس ہی ہیں ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے لگیں۔ دوسرے انتہائی ضبط (ڈسپلن) کی ضرورت ہے۔ مکمل کنٹرول کے بغیر اندھیرے میں فوج کو نہیں لڑایا جاسکتا۔ پھر اس حالت میں بچوں، عورتوں اور

بوڑھوں کو بچانے کا کام بھی خاص مشکل ہے۔ بہر حال آپ نے ہر طرح کامیابی سے اس کو نبھایا۔

(۵۱) یہودی بنی نیر نے راستوں میں پتھروں کے ڈھیر لگا کر ان کو اپنی ڈھال بنادیا تھا پتھروں اور پتھروں کے ڈھیروں کی آڑ میں سختی سے جانیازوں کی طرح ٹڑکے تھے اور شہروں کے اندر لڑائی اسی لئے حملہ آور کو بہت جلدی پڑتی ہے اور شہری دفاع کرنے والوں کو کوچوں اور راستوں کا علم ہونے کی وجہ سے بڑی سہولت ہوتی ہے۔ ایسی لڑائیوں میں آپ کا ہر ہر راستے کو صاف کر کے آہستہ آہستہ آگے کو بڑھتے جاتا اور ایک ایک گھر پر قبضہ کر کے ان کے محفوظ قلعوں تک پہنچ کر ان کو اپنی شرائط ملنے پر مجبور کرنا آپ کے انتہائی قابلیت اور اعلیٰ کنٹرول کی دلیل ہے۔

(۶) ابداع کافن بھی عجیب ہے کہ ایسی نئی چال چلی جائے کہ دشمن سمجھ ہی نہ سکے اور وہ آپ کے مقاصد ماننے پر مجبور ہو جائے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس کے طریق کار کو دیکھا کہ دشمن سمجھ ہی نہ سکا اور صرف اس کے قتل سے ہزاروں انسانوں کی ہولناک جنگ ٹل گئی۔ اسی طرح آپ نے دیکھا کہ غزوہ بنی مصطلق کے بعد عبداللہ بن ابی منافق نے انصار و ہاجرین کا فتنہ کھڑا کرنے کے لئے کتنی شرارت کی۔ آپ نے بالکل نیا علاج تجویز فرمایا۔ اس بحث ہی میں نہ پڑے اور کوئی کاظم دے دیا۔ مسلسل تیس گھنٹہ کے سفر سے تھکے ماندے مسلمان خوب سوئے اور جب جاگے تو سوائے منظر و منظر اور کامیاب یا مراد لوٹنے کے کوئی بات بھی نہ تھی۔ دلوں سے سب کچھ ختم ہو چکا تھا نہ ان باتوں کا چرچا ہو سکا۔

بہر حال آپ نے جنگ احد کے اندر بھاری نقصانات کے باوجود قریش کے پروپیگنڈے پر دوسری قبائل کی شرارت پسندی، یہودیوں کی سازشوں اور منافقوں کے کڑوتوں کے جواب میں جس بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے مدینہ منورہ کو مضبوط کر کے

بنانے کی سعی کی۔ یہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ ان باتوں سے پیغمبرانہ برکات کے سوا عالم اباب میں آپ کی بے مثال جنگی قیادت کا ثبوت ملتا ہے۔ اب مدینہ اور اس کے آس پاس سولے یہود بنی قریظہ کے کوئی قابل لحاظ طاقت اسلام کے مقابلہ کی نہ رہی اور بنو قریظہ مدینہ منورہ سے قریب ہی تھے مگر ان سے معاہدہ کی تجدید ہو گئی تھی۔ جس پر وہ آخر تک قائم رہے البتہ غزوہ خندق کے موقع پر دیگر روساء یہود نے ان کو یقین عہد پر مجبور کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

جنگِ خندق

جنگِ احد کے بعد مشرکین - منافقین اور یہودیوں کی خفیہ کوششیں اور سازشیں جاری رہیں کہ اس نومولود (تازہ) مسلم قوت کو کچل دیا جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحیثیت ایک اعلیٰ مدبر اور بہترین سیاست دان کے اس سے غافل نہ تھے۔ آپؐ نے پہلے تو جنگِ احد میں مسلمانوں کے نقصانات سے جو اثرات پیدا ہوئے تھے یا مخالفین کے حوصلے بڑھے تھے یا اس جنگ کو فاسری نقصانات کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست قرار دے کر جو پروپیگنڈا کیا گیا تھا۔ آپؐ نے پڑھ لیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح اس کو ختم کیا۔

- (۱) پہلے تو آپؐ نے چند ہمایوں سمیت ہزاروں محاصرین کا محاصرہ توڑ کر ان کے درمیان سے راستہ بنا کر پہاڑ میں مورچہ منہمال لیا۔
- (۲) جب وہاں دشمن کے سوار دستوں نے پے درپے حملے کئے مٹھی بھر مسلمانوں نے ان کا منہ موڑ دیا۔

(۳) اور جب ابی بن خلف حضورؐ کا نام لے کر آپؐ پر حملہ آور ہوا۔ آپؐ کے دستِ مبارک سے زخمی ہو کر بھاگا اور مکہ پہنچے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا اور یہ ایک ہی بد بخت شخص ہے جو آپؐ کے دستِ مبارک سے قتل ہوا۔

- (۴) آپؐ نے ابوسفیانؓ کا آئندہ سال بدر میں لڑنے کا اعلان جنگ خود قبول کیا۔
- (۵) دشمن کی فوجیں نہ مٹھی بھر مسلمانوں کا صفایا کر سکیں نہ مدینہ پر حملہ آور ہو سکیں جو دو تین میل کے فاصلہ پر پاس ہی تھا۔

(۶) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹی بھر دستوں کو ساتھ لے کر جنگِ جاد کی کھی اور ان نازک حالات میں سائنس و مصائب میں سے صرف دس فی صد کی قربانی دیکر

فوج کو بچایا۔

(۷) دشمن میدان جنگ چھوڑ کر خشک کر واپس ہو گیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد میں ہشیدوں کو دقتا کر آرام سے مدینہ کو لوٹے۔

(۸) دشمن نہ ایک آدمی گرفتار کر سکا۔ نہ مال غنیمت حاصل کر سکا، بلکہ اپنے دس بارہ قیمتی علمبردار اور مشہور سردار قتل کر چکا تھا۔ اس لئے مکہ معظمہ واپس جانے سے شرماتا تھا۔ اور اسی لئے اس نے فیصلہ کیا کہ راستہ سے پھر لوٹ کر مدینہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں تاکہ اہل مکہ کو کوئی کارنامہ تو بتایا جاسکے۔ مگر جب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے دن صرف کل کے شر کا جنگ کو سامنے کر کے ان کا تعاقب کیا تو وہ بھاگ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر تہی دن قیام کر کے واپس آئے۔

(۹) اس کے بعد آپ نے مسلسل دشمنوں کے اجتماعات یا منصوبوں کی خبریں حاصل کرنے کے بعد ان کو تھیں نہیں کر دیا نہ جمع ہونے دیا نہ ملکر مدینہ منورہ پر حملہ کا موقع دیا۔ سال بھر آپ مدینہ منورہ کو آنے والے یقینی حملوں اور خطرات سے بچانے میں لگے رہے۔ دنیا کو کوئی لائق سے لائق جرنیل بھی فن حرب اور جنگی مہارت کا یہ نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔

دشمن کی جنگ خندق کے لئے تیاریاں

بہر حال آپ کا دشمن چوکتا ہو گیا تھا اس نے بڑی احتیاط سے کام لیا اور نہایت رازداری سے مسلمانوں کی بیخ کنی کی تیاری کی۔

دشمن کی ابتدائی تیاری

بچانچہ بنی نغیر کے یہودیوں کا وفد جو خیبر کی طرف جلا وطن کر دیئے گئے تھے اور ان کا

سردار حمی بن اخطب، سلام ابن ابی الیقظ اور دوسرے یہودی سرداروں نے مل کر مکہ معظمہ جا کر قریش کو بڑھکایا بلکہ وہاں چندہ کی فہرست کھولی جس میں اہل مکہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہوں نے پرانی دشمنیوں کو ابھارا۔ قصاص کا جوش پیدا کیا قبائلی میں دور سے کئے سارے عرب کو گرما دیا۔ اور اندر ہی اندر لڑائی کی پوزی تیار کر لی۔

لشکرِ کفار کی روانگی

سندہ بحری میں ابوسفیان چار ہزار کا لشکر لے کر مکہ معظمہ سے نکلا۔ راستے میں دوسرے قبائل کے لشکر کا جائزہ لیا گیا تو دس ہزار لڑاکے جوان اور بہادر ساتھ تھے۔ یہودی اور بنو قریظہ اس کے سوا تھے اور بعض روایات میں ہے کہ تقریباً چوبیس ہزار کا لشکر جمع ہو چلا تھا۔ بہر حال عرب کا یہ تاریخی لشکر مدینہ کی طرف بڑھا۔

قریش کا سپہ سالار ابوسفیان پورے لشکر کا کمانڈر تھا۔ غطفان کا عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف قبیلہ اشجع کا مسخر بن بجلہ تھا۔ اسی طرح باقی قبائل اور یہود کے سردار و سپہ سالار بھی تھے۔

سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری

کفار نے اب کے پوری رازداری سے کام لیا لیکن لشکر کی روانگی اور عظیم تیاری کی خبر آخر کار مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ آپ نے فوراً صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بلا کر مشورہ طلب فرمایا۔ آخر کار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر عمل کرنا قرار پایا انہوں نے ملک فارس کے رواج کے مطابق تجویز پیش کی کہ مدینہ کے گرد دشمن کے سامنے ایک بڑی خندق کھودی جائے تاکہ دشمن اس کو عبور نہ کر سکے اور اس

کے دونوں طرف سے دونوں لشکر لڑتے رہیں۔ ہم ان کو خندق پار کرنے نہ دیں گے۔ آپ نے صحابہؓ پر خندق کی کھدائی تقسیم فرمادی۔ پانچ گز چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودنے کے لئے صحابہؓ کے حوالے کام کر دیا گیا کہ ہر پانچ آدمی بیس گز خندق کھولیں آپ خود بھی خندق کھود رہے تھے۔ صحابہؓ نے رات دن کام جاری رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن کے پیچھے سے پہلے پہل خندق تیار ہو گئی۔

سُورۂ عَالَمِ صَلَّی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی قوت

خندق کھودتے وقت ایک جگہ سخت چٹان سامنے آگئی۔ صحابہؓ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ خندق کو چٹان سے ہٹا کر ذرا ٹیڑھا کر دیا جائے۔ آپ اپنا چھاوڑا کھال ہمراہ لے کر تشریف لائے۔ خندق میں اترے اور ایک ضرب چٹان پر لگائی جس سے روشنی دکھائی دی۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا آپ کے ہمراہ سادے صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی آپ نے فرمایا اس روشنی میں مجھے بھرنی کے محل دکھائے گئے جس کا مطلب یہ ہے کہ شام کا ملک اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دیدیا۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی پھر روشنی نکلی اور چٹان پہلے سے زیادہ پھٹنے کے قریب ہو گئی۔ آپ نے اسی طرح اللہ اکبر کی صدا بلند فرمائی اور ارشاد فرمایا مجھے فارس کی گتیاں دی گئیں (اوکھا قال) یعنی ملک ایران پر آپ لوگوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ پھر آپ نے تیسری چوٹ چٹان پر لگائی چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی پھر روشنی نکلی آپ نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ آپ کے ساتھ صحابہؓ نے بھی یہی نعرہ بلند کیا آپ نے ارشاد فرمایا اس روشنی میں مجھے من کا ملک بتایا گیا اس پر بھی آپ لوگوں کا قبضہ ہوا۔ (اوکھا قال) ایک اور واقعہ

خندق کھودتے وقت ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھا

ہوا بتایا کہ بھوک کی وجہ سے کمر پر اثر نہ ہو۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھا کر اپنے شکم مبارک پر باندھے ہوئے دو پتھر تباہے۔ بہر حال اس تکلیف اور فاقوں کو حالت میں جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ جان نثار خندق کھود رہے ہیں۔ اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زبان مبارک سے فرما رہے ہیں۔

اللہم لا خیر الا خیر الاخرۃ فاغفر للانصار والمہاجرۃ
ترجمہ :- اے اللہ بھلائی اور اچھائی تو بس آخرت کی ہے۔ تو اے اللہ
انصار اور ہاجرین کی مغفرت فرما۔

ایک معجزہ کا ظہور

ایک صحابی حضرت جابرؓ نے آکر عرض کی کہ آپؐ میرے ہمراہ کھانے کو چلیں۔ انہوں نے گھر میں آپؐ کے لئے کچھ کھانا تیار کرنے کا انتظام کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہارا اور بھی، انہوں نے عرض کی کہ آپؐ اور جس کو آپؐ چاہیں۔ آپؐ اپنے ہمراہ سارے صحابہ کرام کو لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپؐ نے ان کی بیوی کو حکم دیا کہ روٹیاں پکاتی جاؤ اور برتن سے مریوش نہ اٹھاؤ۔ کھانا آتا گیا اور صحابہؓ کھاتے گئے، یہاں تک کہ تمام صحابہؓ میرے ہو گئے اور آٹا ابھی باقی تھا۔ آپؐ کی ساری زندگی ہی معجزہ تھی مگر آپؐ پر صحبت غالب تھی۔ کبھی آپؐ نے حکم خداوندی کے بغیر کوئی اقدام نہیں فرمایا۔

آپؐ کی جنگی تیاری

آپؐ نے خندق کوہ سلح سے شروع کرائی اور مدینہ منورہ سے باہر ایک جنگی تھا اس سے ملادی خود مدبر صحابہؓ کے شہر مدینہ سے باہر خندق کے اندر مورچے سنبھال لئے۔

آپؐ نے خندق کے ایک ایک ایچے کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ اور صحابہؓ کی ٹیوٹیاں مقرر فرمادیں کہ کسی جگہ سے دشمن خندق کو پار نہ کر سکے۔ کوئی کوشش کیسے تو نیردوں سے ان کو پھیننی کر دو۔

آپؐ نے عورتوں اور بچوں کو مدینہ منورہ کے محفوظ اور مضبوط مکانوں میں اکٹھا کر دیا اور ان کی نگرانی کے لئے دو تین سو صحابہؓ کی فوج مقرر کر دی۔ اور خود مجاہدین صحابہؓ کے ہمراہ خندق کی حفاظت شروع کر دی۔ صحابہؓ تمام خندق کے حصوں میں پھیل گئے۔

دشمن کی آمد

دشمن کے لشکر کی عجیب شان تھی۔ عربوں نے کبھی اتنا بڑا لشکر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی اتنی تیاری دیکھی تھی۔ انہوں نے آکر دیکھا کہ مدینہ کے غیر محفوظ حصہ کے سامنے گہری خندق ہے اور اس پار جاں نثار صحابہؓ ہتھیار سنبھالے موجود ہیں۔ انہوں نے یہ بات پہلی بار دیکھی۔ اس لئے کہ عربوں میں خندق کا رواج نہ تھا۔ وہ حیران رہ گئے۔

سُورۃ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تین ہزار صحابہؓ کی فوج لے کر ان کے سامنے سید سکندر بن لکے، غفار نے محاصرہ کر لیا، مسلمانوں پر باہر سے غلہ وغیرہ کی آمد بند کر دی خود چاروں طرف ٹوٹ مار چا دی اور ہزاروں جانور کچلے اور دکھاتے، محاصرہ رکھے ہوئے گل چیرے اڑاتے، بہت سے مسلمان اتنا لاؤ لشکر دیکھ کر پریشان ہوئے۔ لیکن ان کے دلوں کی کیفیت وہ تھی جس کو قرآن پاک نے ان مبارک کلمات میں ادا فرمایا

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا

ترجمہ: جب اور جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجوں کو دیکھا تو بول اٹھے یہ وہی ہے جس کا وہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسولؐ نے ہم سے کر رکھا ہے اور خدا اور اس کے رسولؐ نے

یہی فرمایا ہے۔ ان حالات نے ان کے ایمان اور (جذبہ) اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

ناؤک صورت حال

اب محاصرے کو بہت دن گزر چکے تھے۔ مسلمانوں کی حالت نازک تھی۔ دشمن کے ڈر سے رات کو بھی خندق کا پہرہ کرنا پڑتا تھا۔ موسم کی سخت سردی۔ آسمان کے نیچے راتیں گزارنا۔ سامان اور راشن و خوراک کی کمی۔ دشمن کی کثرت اور اس پر مستزاد یہ ہوا کہ حمی بن اخطب نے کوشش کر کے یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں سے معاہدہ کو توڑنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اتنے مخالف ہو گئے کہ ان کے پاس بعض صحابہؓ نے جا کر سمجھانے بھانے کی کوشش کی وہ کہنے لگے ہمارا کوئی معاہدہ نہیں۔ نہ ہم تم کو جانتے ہیں۔ بنو قریظہ کی اس عہد شکنی سے مسلمانوں کی حالت اور زیادہ نازک ہو گئی۔ یہ یہودی مدینہ کے پاس ہی آباد تھے۔ پہلے ان کی وجہ سے پشت کی طرف سے خطرہ محسوس نہ ہوتا تھا۔ اب ان کی طرف سے مدینہ منورہ پر پھپھے سے حملے اور بال بچوں کی بے حرستی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اگر وہ جرات کرتے تو مسلمانوں کو پیچھے سے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دیتے یا مسلمان ادھر متوجہ ہو کر خندق کی حفاظت نہ کر سکتے۔ اب دو طرفہ پریشانی تھی۔ موسم جاڑے کا تھا۔ سردی زوروں پر تھی۔ صحابہؓ کے پاس سامان کی کمی تھی۔ راتوں کو آسمان کے نیچے خندق کی حفاظت کرنی تھی۔ نمازیں بھی پڑھنی تھیں۔ آگے بڑھی دل فوج تھی۔ پیچھے سے یہود کا خطرہ ستانے لگا۔ ایسے نازک وقت میں حواس پر قابو رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم نے صحابہؓ کو کرامت کی سختی دیکھ کر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ جو انصار کے رئیس تھے کے سامنے تجویز پیش کی کہ اگر مدینہ منورہ کی پیداوار کا تہائی حصہ غطفان کو دینا مان لیں اور ان کو ان سے علیحدہ کر لیں۔ انصار نے عرس کی یا رسول اللہ اگر خدا تعالیٰ

کا حکم ہے تو سرانگھوں پر۔ اگر یہ بات آپؐ پر رحم کی خاطر فرما دے ہیں تو ان کافروں کو ہم نے کفر کی حالت میں بھی مدینہ کی ایک گجور نہیں دی، اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام کی عزت عطا فرمائی۔ آپؐ کی محبت سے نوازا! اب ہم ان کو مدینہ کی پیداوار کیسے دے سکتے ہیں؟ ہمارے پاس ان کے لئے تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آپؐ صحابہ کرام کی استقامت سے مطمئن ہوئے محاصرہ اور جنگ جاری رہی۔

گُفّار کی یلغار

یوں تو گُفّار خندق کے مختلف حصوں تک پہنچے اور مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتے رہے۔ روز ایک نئے سپہ سالار کی ماتحتی میں ہزاروں کی فوج حملہ کرتی کہ خندق کے پاس پہنچ جائے اور مسلمانوں کو پیچھے دھکیل کر خندق کو پار کرنے کا انتظام کر دیا جائے مگر روزانہ مسلمان ان کو تیروں کی بارش سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے سواروں کے مختلف دستے مقرر کر رکھے تھے جو باری باری حملے کرتے اور اس طرح تمام دن صبح کو پریشانی اور مصروف جنگ رکھتے مگر ایک بار خطرناک مقابلہ فریقین میں ہوا یہاں تک کہ رات آگئی۔ دشمن سرور عالم صل اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہیں کامیاب نہ ہو سکا بلکہ صحابہؓ نے ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

خندق کو عبور کر لیا

ایک بار مشرکوں نے مشورہ کیا اور خندق کی ایک تنگ جگہ تجویز کر کے اس کو عبور کرنے کی سعی کی۔ گھوڑوں کو نیچے سے دوڑا کہ خندق کو پار کر گئے۔ ان میں عرب کا مشہور بہادر عمرو بن عبدود بھی تھا جو ہزار ہجرتوں کے برابر سمجھا جاتا تھا اور اس کے ہمراہ جو خندق پار کر سکے تین آدمی اور تھے۔ صرار، جبیرہ اور نوفل۔

خندق کے اندر جنگ

عمر بن عبدود نے لکڑا رہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے فوراً حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روک دیا۔ عمرو بن عبدود نے پھر پکارا پھر حضرت علیؓ تیار ہو گئے۔ آپؐ نے پھر روک دیا۔ اب کے تیسرے بار جب اس نے پکارا اور پھر حضرت علیؓ تیار ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو کون ہے یہ عمرو بن عبدود ہے حضرت علیؓ نے عرض کیا میں جان کر ہی جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے نے عمار بن عبدھایا۔ تلوار اپنے دست مبارک سے دی۔ دعا فرمائی اور ان کو مقابلہ پر جانے کی اجازت دی وہ آگے بڑھے اور چند صحابہؓ بھی بڑھے اور فوراً اس مقام پڑھ گئے جہاں سے عمرو بن عبدود اور اس کے ساتھی خندق کو عبور کر آئے تھے تاکہ دشمن کے آدمی امداد کو نہ آسکیں۔ اب حضرت علیؓ کا مقابلہ عمرو بن عبدود سے ٹھن گیا عمرو بن عبدود نے دریافت کیا تم کون ہو فرمایا علی بن ابی طالب۔ وہ بولا ابو طالب میرا دوست تھا بہتر ہے تم واپس چلے جاؤ میرے ہاتھ سے نہ مارے جاؤ۔ حضرت علیؓ نے بات کاٹ کر فرمایا میں نے سنا ہے جو شخص تم سے تین سوال کرے ایک سوال تم ضرور پورا کرتے ہو اس نے کہا درست ہے۔ اب حضرت علیؓ نے فرمایا تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا دوسرا سوال یہ ہے کہ تم میدانِ جنگ سے واپس چلے جاؤ۔ اس نے کہا میں مکہ کے لوگوں کو نبیؐ سے کاموقع نہیں دے سکتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر یہ تیسرا سوال ہے کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ مسکرایا کہنے لگا کہ کیا اس آسمان کے نیچے ایسا کوئی شخص بھی ہے جو مجھ سے لڑنے کو کہے۔ پھر غیرت کے مارے گھوڑے سے نیچے اتر کر اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں اور پیدل ہو کر حضرت علیؓ کے مقابلہ میں بڑھا جو پیدل تھے۔ بن ود نے بڑھتے ہی تلوار کا وارہ کر دیا جس کو

حضرت علیؑ نے ڈھال پر لیا مگر وار سمیت تھا وہ ڈھال کو کاٹ کر سر کے خود کو بھی کاٹ کر سر کو کچھ زخمی کر گیا۔ مگر یہ معمولی تھا جس کا ہمیشہ حضرت علیؑ ذکر کیا کرتے۔ عمرو بن عبدود کے وار کے بعد حضرت علیؑ نے اس کو سنبھلنے کا موقعہ نہیں دیا اور فوراً پھرتی سے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اس کے مونڈھے کو چیرتی ہوئی نیچے تک پہنچ گئی اور عمرو بن عبدود زمین پر ڈھیر تھا۔ حضرت علیؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا جس سے مسلمانوں کے لشکر نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح دیدی۔ انہوں نے بھی نعرۂ تکبیر کہا۔ عمرو بن عبدود کے دوسرے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک آدمی نوحی بھاگتے ہوئے خندق میں گر گیا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ اُتے ہی گر گیا تھا۔ بہر حال اس پر تیروں اور پھروں کی بارش ہو گئی۔ اس نے درخواست کی کہ میں شریفوں کی موت مرنا چاہتا ہوں مسلمانوں نے درخواست قبول کر لی اور حضرت علیؑ نے اتر کر اس کو قتل کر دیا، عمرو بن عبدود کے بعد ضارہ اور حبیبہ نے مقابلہ کی کوشش کی مگر آخر کار بھاگ نکلے۔

مشرکین نے کہلا بھیجا کہ دس ہزار درہم لے لو اور نوفل کی لاش دیدو۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لاش بغیر کسی معاوضہ کے حوالے کر دو۔ بعضوں نے کہا ہے کہ عمرو بن عبدود کی لاش کا معاوضہ وہ ادا کرنا چاہتے تھے جس کو آپؐ نے بغیر معاوضہ کے دیا۔

یہود کی شرارت

مسلمانوں کو یہودیوں کی طرف سے ہر وقت پیچھے سے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی آیا اور مناسب موقع دیکھ کر دیوار سے اندر داخل ہو گیا جہاں سے تورات کی جگہ قریب تھی۔ اگر یہ خبیث جاکر باہر اطلاع کر دیتا تو یہودیوں کی طرف سے اس جگہ پر حملے کا خطرہ بڑھ جاتا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی حضرت

صفیہ نے ایک چوب لی اور اس کے سر پر مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔ پھر سر کاٹ کر دیوار سے باہر پھینک دیا۔ یہودیہ کے یہاں بھی مسلمانوں کی فوجی قوت مورچے لگائی ہوئی تھی وہ حملہ کرنے سے باز رہے۔

جنگل چال

آج کل کے قوانین جنگ میں اس امر کی کھلی اجازت ہے کہ میدان جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا راستہ بدلتا۔ چھپ کر حملہ کرنا اور دشمن کو آپس میں لڑا دینا دشمنوں میں پھوٹ ڈالنا، جنگل چال کی حیثیت سے سب کچھ کیا جاسکتا ہے۔
ادھر جنگ جاری ہے مسلمان انتہائی نازک حالات سے دوچار ہیں۔ جس کا نقشہ قرآن پاک نے اس طرح کھینچا ہے۔

اذ جاؤ و عمر من فوقکم ومن اسفل منکم ولا تاغت الا بصلو

وبلغت القلوب الحناجر وظنوا بالله ظنوناً۔ مائتہ ابتداء

المؤمنین وزلزلوا ذلزالاً شديداً

ترجمہ :- جب دشمن تم پر اوپر اور نیچے کی طرف آپڑے اور جب انکھیں دگمے لگیں اور دل حلق کو پہنچ گئے (یعنی کلیجے منہ کو آگئے) اور مسلمان خدا کی نسبت قسم قسم کے گمان کرنے لگے۔ مسلمانوں کی آزمائش کا وقت آگیا اور ان کو خوب ہی بھگھڑا گیا۔
لیکن اسلام کی حقانیت اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی تھی بعض لوگ دشمنوں سے آ کر مسلمان ہو رہے تھے۔ چنانچہ نعیم ابن مسعود اشجعی قبیلہ غطفان کے ایک رئیس تھے وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہونے کی خبر یہود کو تھی نہ مشرکوں کو۔ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا میں مسلمان ہو چکا ہوں لیکن میرے اسلام کی خبر کسی کو نہیں میں جا کر ان قبائلی اور یہود کے درمیان بات کرتا ہوں۔ آپ

نے اجازت دے دی۔

وہ پہلے یہود کے پاس گئے کہنے لگے تم مجھے کیسے سمجھتے ہو۔ انہوں نے کہا آپ نے کبھی غلط بیانی نہیں کی۔ انہوں نے کہا پھر تم کوڑا ہے تو قریش اور عطفان سے چند معزز آدمی بطور پرہیزگار کے اپنے پاس لے کر رکھ لیتا۔ اگر جنگ میں فتح نہ ہوئی تو وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اور تم کو مسلمانوں میں رہنا ہے جن کا مقابلہ تم تنہا نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان سے چند آدمی بطور ضمانت رکھ لو کہ وہ تمہیں تنہا چھوڑ کر نہ جائیں۔ اس کے بعد حضرت نعیم قریش اور عطفان کے پاس پہنچے۔ ان سے کہا کہ یہودی جنگ میں بے دلی سے شریک ہوئے ہیں ان کو حسی ابن اخطب نے مسلمانوں کے معاہدہ توڑنے پر مجبور کر دیا تھا اور سبز باغ دکھائے تھے۔ اب یہودی تمہارے چند معزز اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے تمہارے ان آدمیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر کے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیں۔

قریش اور عطفان نے ایک مشترکہ پیغام بذریعہ حکمران ابوجہل یہودی بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ کل مل کر مشترکہ حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ محمدؐ اور مسلمانوں کا کام تمام کر دیں۔ یہ سوال ششہ ہجری ہفتہ کی رات کا قصہ ہے۔ یہودیوں نے کہا کل یوم السبت (ہفتہ) کا متبرک وقت ہے ہم کل نہیں لڑ سکتے۔ ساتھ ہی ایک بات اور بھی ہے ہم محمدؐ کے ساتھ تب لڑیں گے کہ تم چند خاص آدمی بطور ضمانت ہمارے حوالے کر دو۔

جب یہ پیغام حکمران کے قریش و عطفان کے پاس واپس پہنچا ان سب کو حضرت نعیم کی بات کا یقین آگیا۔ انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ جنگ کرتے ہو تو اچھا ورنہ ہم ایک آدمی بھی تمہارے پاس ضمانت نہیں رکھتے۔ اس بات سے یہود کو بھی حضرت نعیم کی بات کا یقین آگیا۔ اس طرح مشرکین اور یہود کے درمیان بددلی اور پھوٹ پڑ گئی۔

کفار کی شکست

دوسری طرف اچانک ہوا کا طوفان آگیا۔ سردی تو پہلے سے تھی۔ اب مشرکین ٹھہرنے

لگے۔ ہوائی طوفان نے نیچے اکھیر دیئے۔ انٹریاں اٹ دیں۔ آگیں بجھا دیں۔ آپ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ رات کی تاریکی میں دشمن کے لشکر گاہ میں گئے۔ دیکھا کہ ابوسفیان قریش سے کہہ رہا ہے۔ پانی اور رسد ختم ہے۔ طوفان نے تباہی مچا دی ہے۔ سردی کا زور ہے۔ ان حالات میں یہاں ٹھہرنا فضول ہے میں یہ گیا۔ پس اونٹ پر سوار ہو کر چلایا اور تمام لشکر قریش بھی واپس ہو گیا۔ غطفان نے سنا تو وہ بھی لوٹ گئے۔ یہودی بھی عامرہ مہوڑ کر اپنے قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ مطلع بالکل صاف ہو گیا۔ اور حضورؐ المہمان اور کامیابی سے شہر میں داخل ہو گئے۔ صحابہؓ کے چھ آدمی شہید ہوئے۔ کفار کے تین آدمی مارے گئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس اس کے بعد مشرکین ہم پر چڑھ کر نہ آئیں گے۔ آئندہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ ظاہر ہے اتنے عظیم لشکر اور تیاری کے باوجود جب وہ مایوس ہو کر لوٹے تو آئندہ وہ کیا کر سکیں گے۔

اس جنگ میں دشمن کا ایک تیر حضرت سعد بن معاذ انصاری کو لگا جس سے ایک رگ کٹ گئی اور خون زیادہ نکلنے لگا۔ آپؐ نے ان کی تیمارداری کے لئے مسجد کے پاس انعام فرمایا یہ انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ اسی زخم سے ان کی وفات ہوئی لیکن بنی قریظہ کے قبیلے کے بعد۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت

اس لڑائی نے ایک بار پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلی قیادت اور بہترین اہلیت کا سکہ دلوں پر بٹھا دیا۔ تعداد کی کمی۔ راشن (رسد) کے فقدان۔ کسی گناہ سے مقابلہ۔ موسم کی سردی۔ راتوں کو خندق کی حفاظت۔ آسمان کے نیچے بسر کرنا۔ سامان کا نہ ہونا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ یہودیوں کی بد عہدی سے شہر پر دیکھ سے حملے کا خطرہ۔

ان تمام حالات میں ہمیں کچھ سی دن تک محصور رہ کر مقابلہ کرتے رہنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ سب کچھ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ضبط و نظم تھا۔ حسن انتظام اور انتقامت تھی۔ یہودی بے ایمان مذاق اڑاتے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو مین - شام و ارہان پر قبضہ کرنے کی امیدیں دلاتے ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ پاخانہ پھرنے کے لئے بھی اب باہر نہیں جاسکتے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور آپ نے بعض روایتوں کے مطابق ایک مٹھی ریت کی اٹھا کر دشمن کی طرف پھینک دی جو لشکر کی آنکھوں وغیرہ میں پڑی اور طوفان نے تباہی مچا دی۔ آپ کے تھوڑے سے صحابہ بڑے رہے مگر دس ہزار سے ۶۴ ہزار تک کا عظیم لشکر عاصمہ کے طول سے اٹا گیا اور موسمی حالات کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے منتشر ہونے پر مجبور ہو گیا۔ (مدد سب اللہ کی طرف سے ہے)

عمرو بن عبدود اور حضرت علیؓ

آپ ان کا مقابلہ پڑھ چکے ہیں۔ اس واقعہ سے میں نے دو نتیجے اخذ کئے ہیں۔

عمرو بن عبدود کے مقابلے کا ایک پہلو

حضرت علیؓ نے تین بار اپنے کو عمرو بن عبدود کے مقابلے میں پیش کیا۔ اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخری بار جانے کی اجازت دی۔ انہوں نے کیوں ایسا کیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کفار کے مقابلے میں جو اپنے کو زیادہ طاقتور سمجھتے اور اس کو اپنی کامیابی کا یقین ہو۔ ایسے نازک وقت میں اس کو اپنے آپ کو پیش کرنے میں تامل نہ ہونا چاہیے۔ مبادا کوئی کمزور آدمی چلا جائے اور کفر و اسلام کے مقابلے میں کسی طرح کی کمزوری راہ پلے پھر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیوں فوراً اجازت نہ دی۔ ممکن ہے خفی وحی کا انتظار ہو اور مکس ہے۔ حضرت علیؓ کی شان ظاہر ہو۔

عمر بن عبدود کے مقابلہ کا دوسرا پہلو

پھر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ باقی صحابہ کرامؓ کیوں خاموش رہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ جس کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیں وہی جائے اسی میں برکت اور فتح و کامرانی ہوگی۔ چنانچہ بدر میں تیوں بزرگ عتبہ، ولید بن شیبہ کے مقابلہ کے لئے آپؐ کے علم سے گئے تھے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کفر و اسلام کے مقابلہ میں کسی کو بے جا شرم اور بے موقعہ جرات نہ کرنی چاہیے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے تمام مسلمانوں کو سبق دیا کہ کسی قسم کے مقابلہ کے لئے اسی قسم کے بہترین فرد کو منتخب ہونا یا اگے ہونا چاہیے۔ عمر بن عبدود کو دنیا والے ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھتے تھے وہ عرب کا مشہور اور تجربہ کار جنگجو تھا۔ صحابہؓ نے عمل سے بتا دیا کہ کسی وقت غلط جرات نہ کرنا اور بہترین بنی وقابل کو اگے آنے دینا چاہیے۔ کفر و اسلام کے مقابلہ میں کسی نیک نامی اور بدنامی کا کوئی لحاظ نہ کرنا چاہیے۔

بھلا صحابہ کرامؓ جو مجسمہ اخلاص اور پیکرِ لہسیت تھے ان سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ اس کام کے لئے جس کو وہ سینئر سمجھیں اس کو اسلام کی برتری ثابت کرنے کا موقع کیوں نہ دیں۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ سب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم و اشارے کے منتظر تھے۔ باقی حضرت علیؓ اس لئے کھڑے ہو جاتے کہ دشمن اپنی لٹا کر کے جواب میں مسلمانوں کی جرات و بہمت میں شک نہ کرنے پائے۔ اگر حضرت علیؓ کو آپؐ روک دیتے تو وہ بھی نہ جاتے بلکہ آپؐ کے ہر حکم کی اطاعت فرماتے۔

غزۃ بنو قریظہ

جس رات قبائل کا لشکر منتشر ہوا۔ اسی صبح کو مسلمان مدینہ منورہ کے شہر کو واپس ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اب جنگ کی ابتدا دشمن نہ کر سکے گا۔ اب وہ ہم پر حملہ نہ کریں گے۔ ہم کریں گے۔ ان کے ہاتھ سے پہل ٹل گئی۔

بہر حال آپؐ نے مدینہ منورہ کو لوٹ جانے کے بعد حکم دے دیا کہ نماز عصر بنو قریظہ کی آبادیوں میں پڑھنی ہے۔ صحابہ کرامؓ اشارے پر چلنے والے تھے۔ انہوں نے تقریباً ہمسہ بھر محصور رہنے، سردی میں ٹھٹھرنے، دن رات خندق کا پہرہ دینے اور دشمن سے لڑتے رہنے کی پرواہ نہیں کی، بلکہ سنتے ہی ہتھیار کھولے بغیر بنو قریظہ کا رخ کر دیا۔ رات تک تقریباً پورا لشکر پہنچ گیا۔ یہودیوں کو جب خبر ہوئی مسلمانوں کا لشکر سر پر تھا۔ اپنے قلعوں میں محصور ہو جانے کے سوا ان کا کوئی چارہ کار نہ تھا۔

ان کے قلعے مضبوط تھے۔ راشن بہت تھا۔ پانی کا بھی انتظام موجود تھا۔

مگر ایک تو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رعب تھا۔ دوسرے مسلمانوں کا شوقِ شہادت ان کو معلوم تھا۔ ان کا بے جگری سے لڑنا اور سردی کے موسم میں عرصہ راز تک آسمان کے نیچے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا۔ اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر سے لڑتے رہنا ان سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ ابھی ابھی دس ہزار یا چوبیس ہزار کا ٹنڈی دل لشکر ان کو مغلوب کرنے سے مایوس ہو کر منتشر ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ بے حوصلہ ہو چکے تھے۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ مقابلہ کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک یہودی عورت نے ایک صحابی پر پتھر گرا کر شہید کر ڈالا تھا۔ ان کے سردار نے یہودیوں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے رسول ہیں۔ آؤ سب مسلمان ہو جائیما۔ یہودیوں نے

انکار کر دیا۔ اس نے کہا پھر اُو بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے ان کے غم سے بے نیاز ہو جاؤں پھر میدان میں نکل کر لڑیں۔ وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ کہنے لگے کہ ان مسکینوں کو قتل کر کے جینے میں کیا مزہ ہوگا۔ اس نے کہا پھر آج رات سبت (ہفتہ) کی رات ہے مسلمان جانتے ہیں کہ سبت کو ہم کوئی کام نہیں کرتے اس لئے وہ آرام سے سوئے ہوں گے ہم ان پر حملہ کر کے ان کا صفایا کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ سبت کے دن پہلوں نے نافرمانی کی بھئی وہ مسیح ہو گئے تھے۔ ان کی شکلیں بندروں کی سی ہو گئی تھیں ہم ایسا نہیں کریں گے۔

وہ دراصل حواس کھو بیٹھے تھے اور اپنی گذشتہ ساری کرتوتوں نے ان کے اومان خطا کر ڈالے تھے۔ اور تیلہ کی کرنے، قبائل کو جمع کرنے کا موقع سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دیا ہی نہیں ایک بار کہلا بھیجا کہ مال و دولت چھوڑ کر ہم چلے جاتے ہیں ہماری جان بخشی کی جائے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں مانا اور غیر مشروط طور پر اپنے آپ کو حوالے کرنے کو کہا۔

آخر کار انہوں نے خود کہلا بھیجا کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری جو قبیلہ اوس کے سردار تھے کے حکم پر ہم اطاعت قبول کرتے ہیں۔ قبیلہ اوس کے ساتھ یہود بنو قریظہ کا زمانہ جاہلیت میں معاہدہ تھا یہ ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ حضرت سعد بن معاذ میں سابق حلیف ہونے کی وجہ سے نرمی کریں گے حضرت سعد بن معاذ کو غزوہ خندق میں تیر لاکھ اونچے علاقہ تھے ان کو مسجد نبوی کے پاس سے آدمی اٹھا کر لائے۔ قبیلہ اوس کے لوگ بھی امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ آج اپنے پرانے دوستوں سے نرمی کریں گے۔ بلکہ اشارے سے بھی کر رہے تھے۔

حضرت سعد فرماتے تھے کہ آج کوئی لومہ لائم (کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف) مجھے حتیٰ سے باز نہیں رکھ سکے گا۔

جب آپ پہنچے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فہموا لہد صحتہ اپنے سرور کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔

سب نے پوری تعظیم کی۔ حضرت سعدؓ نے مسلمانوں اور یہودیوں سے وعدہ لے لیا کہ میرا ہر حکم ماننا جائے گا۔ اگرچہ آپ کا حکم ماننا ضروری تھا مگر آپ نے پھر بھی دونوں فریق کو حکم کی تعمیل کرنے کا پابند کر ڈالا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا تاریکی فیصلہ یوں سنایا۔

(۱) کہ بنو قریظہ کے رڑنے والے قتل کر دیئے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے کنیز اور غلام بنادیئے جائیں۔

(۳) ان کے اسواک کو مال غنیمت قرار دے دیا جائے۔ یہ فیصلہ سن کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حکم اور منشا کے مطابق فیصلہ کیا جو سات آسمانوں کے اوپر کا فیصلہ ہے۔

بہر حال چار سو سے چھ سو تک بنو قریظہ یکے بعد دیگرے قتل کر دیئے گئے اور کسی عورت یا بچے کو قتل نہیں کیا گیا، سوائے ایک عورت کے جس نے ایک مسلمان کو چکی کے پاٹ سے شہید کیا تھا، یہ قصاص میں قتل کر دی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس عورت کی جرات بیان کرتی ہیں کہ میرے ساتھ باتوں میں مصروف رہی اور جب اس کا بلاوا ہٹا، یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی کہ چلو اب جا رہی ہوں۔ اس طرح بنو قریظہ کے فتنے کا ہمیشہ کے لئے سرکپل دیا گیا۔

بنو قریظہ کا فیصلہ سنانے کے بعد حضرت سعدؓ کی رگ گھل گئی۔ خون بہت لگا اور اس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے کہنے لگے کہ آپ کے صحابہ میں سے کوئی فوت ہوا ہے جس کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور عرش الہی کا پُناہ ہے۔ آپ تشریف لے گئے تو حضرت سعدؓ فوت ہو چکے تھے، حضرت سعدؓ بھاری جسم کے تھے۔ مگر جنازہ اٹھا

تو بہت ہلکا تھا۔ صحابہؓ حیران تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کا جنازہ اٹھانے والے تہا ہے سوا اور بھی ہیں۔ یعنی فرشتے۔

حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر نکتہ چینی

بعض دشمن اسلام مؤرخوں نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ مگر مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں اس پر غور کریں تو بات واضح ہو جاتی ہے۔

- (۱) اس وقت کا ملکی قانون یہی تھا کہ اسیرانِ جنگ کو قتل کیا جاسکتا ہے۔
- (۲) تورات کا فیصلہ بھی یہی تھا۔ اس لئے عیسیٰ بن اخطب کی باری جب اُلیٰ اس نے اس کو خدا کا حکم قرار دیا اور کہا کہ یہ خدا کا حکم ہے جس کو ماننے بغیر جا رہے ہیں (اوکا قال)۔
- (۳) یہود نے خود حضرت سعد بن معاذ کو حکم تسلیم کیا تھا اور ان کا ہر حکم ماننے کا اعلان کیا تھا۔

(۴) پھر ایسے فتنہ باز گروہ کا علاج اس کے سوا اور کیا تھا جو ساری مدت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور آخر کار انتہائی نازک وقت میں معاہدہ توڑ کر مسلمانوں کی پشت میں پھرا گھونپ دیا اور اگر حضرت صفیہؓ اس یہودی کو قتل کر کے دیوار سے ابھر پھینک کر یہود کو فوج کی موجودگی کا خوف ندلاتیں تو بچوں اور عورتوں پر پیچھے سے حملہ کر کے یہ یہود کتنا طوفان برپا کر دیتے۔

(۵) اور اگر ان کی سازش کامیاب ہو جاتی اور یہود و مشرکین کی ملی بھگت سے عظیم قبائلی لشکر کامیاب ہو جاتا تو ہزاروں مسلمانوں کے قتلِ عام کے سوا اسلام کی دعوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ پھر یہودیت کا چرچا بھی نہ ہوتا بلکہ لات منات کی جے پکاری جاتی۔ بتوں کے نعرے لگتے۔ مصل اور عترتی کی لٹو جھاکا زور

سہو جانا اور مخلوق خدا کی ہدایت کے راستے بند ہو جاتے۔

(۶) اور اگر یہ یہودی کسی طرح پہنچ جاتے تو خطرہ تھا کہ یہ پھر کسی بڑے طوفان کو کھڑا کر کے خندق جیسی کیفیت پیدا نہ کر دیں اور ان سے اس کے سوا اور لگان ہی نہیں کیا جاسکتا۔

اتنے بڑے مجرم بد عہد۔ دشمن توحید خود غرض سبے رحم جنگجو اور سازشی گروہ کا علات یہی بہتر ہو سکتا تھا کہ مخلوق خدا کو اس کے شر سے نجات دلا دی جاتی۔

عبداللہ بن عتیک کی مہم

ابو رافع بن ابی الحقیق ایک خبیث قسم کا یہودی تھا۔ یہ جتی بن احطب کے ساتھ مل کر تمام قبائل کو ابھار لایا تھا۔ خندق کی جنگ اسی کی شہادت سے ہوئی پھر ڈر کے مارے بھاگ کر خیبر کے یہود کے پاس چلا گیا۔ ایسے خطرناک آدمی کے وجود سے دنیا کو پاک کرنا ضروری تھا۔ اس لئے مدینہ منورہ کے انصار کے ایک قبیلہ خزرج کے پانچ آدمی حضرت عبداللہ بن عتیک کی قیادت میں ابن ابی الحقیق کے قتل کے لئے خیبر کو روانہ ہو گئے۔ جب یہ چھوٹا سا فوجی دستہ خیبر کے قریب پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا یا رات قریب تھی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے باقی ساتھیوں کو قلعہ کے پاس بٹھا دیا اور خود قلعہ کے اندر جا کر ابن ابی الحقیق کے بالا خانے اور اس کے ٹھکانے کا پتہ کرنے لگے۔

ایک روایت یوں ہے کہ یہ قلعہ کے پاس سحر بجھ گئے جیسے کوئی آدمی قضاے حاجت کے لئے بیٹھا ہو۔ دروازہ بند کرنے والے نے کہا جلدی کرو میں دروازہ بند کرتا ہوں۔ یہ جلدی سے اٹھ کر اندر چل دیئے اور اسطبل میں چھپ گئے۔

دربان نے سمجھا کہ قلعہ کے اندر کا کوئی آدمی ہے۔ بعد میں نکل کر دروازے کی چابیاں لے کر دروازہ کھول دیا۔ اور خود قلعہ میں بالاخانے میں جا چڑھے۔ اندھیرا گپ تھا۔ ابن ابی الحقیق کے ٹھکانے کا پتہ کیسے لگتا۔ حضرت عبداللہ نے ابن ابی الحقیق کو آواز دی اس نے جواب میں کچھ کہا۔ شاید یہ کہا کہ اس وقت کون بکا رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے آواز کے رشتہ پر طائر ابن ابی الحقیق پر وار کر دیا۔ وہ چلایا حضرت عبداللہ نے کہا ابن ابی الحقیق کی بات ہے اس نے کہا کسی نے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے پھر وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور خود بھاگ کر قلعہ سے اترنے لگے۔ ایک سیڑھی سے گر کر ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اس کو کپڑے سے باندھ کر قلعہ سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر قلعہ سنایا۔ جب علی الصبح رواج کے مطابق ایک شخص نے عام اطلاع کے لئے ابن ابی الحقیق کی موت کا اعلان کیا۔ یہ رستہ وہیں لوٹا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کی ٹانگ پر لعاب مبارک لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ٹانگ درست کر دی۔ اسی واقعہ کا ایسا مفید اثر ہوا کہ مدینہ منورہ میں اب یہود اور منافق کی کوئی آواز نہ رہی اور علاقے پر مسلمانوں کا مکمل کنٹرول ہو گیا اور دعوت اسلام کی راہ سے سب گزرنے لگے۔

رَوْر ہو گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

غزوہ بنی لحيان

دو سال پہلے قبیلہ بنی لحيان نے مسلمانوں کے چھ بڑے بڑے مبلغین اسلام کے ساتھ یدِ عہد کی کر کے ان کو رجیع کے پانی کے پاس شہید کرنے کی شرارت کی تھی۔ چار کو قتل کر دیا اور دو کو قریش کے پاس فروخت کر دیا۔ قریش نے ایک صحابی کا گردن مار دی اور دوسرے کو سولی پر چڑھا کر تیروں اور نیزوں سے مار مار کر

نہایت اذیت سے شہید کر دیا تھا۔ ان کو سزا دینی تھی اور ساتھ ہی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ قریش مسلمانوں سے لڑنے کے لئے فوج جمع کر رہے ہیں۔ ان کو مرعوب کرنا اور دوسرے لمحہ قبائل پر اثر ڈالنا ضروری تھا تاکہ سازشیں پھر کسی بڑی لڑائی کا پیش خیمہ نہ بن سکیں۔ آپؐ نے صحابہؓ کی فوج لے کر شام کی طرف نقل و حرکت شروع کر دی۔ جب آپؐ کے شام کی طرف جانے کا چرچا عام ہو گیا آپؐ نے واپس لوٹ کر مکہ معظمہ کی طرف بڑی سرعت سے پیش قدمی شروع کر دی۔ تاکہ کسی کو خبر نہ ہو سکے اور ہم ان کو جالیں۔ چنانچہ آپؐ بنی لحیان کی آبادی میں بمقام (غران) پہنچے تو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی لحیان اپنی جانوں اور مالوں کو بچانے کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چڑھے ہیں۔ آپؐ نے فوج کا بڑا حصہ مقام غران میں جھوڑ کر خود دوسو سوار لے کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھے۔ مکہ معظمہ کے شمال میں مقام عسفان میں قیام فرمایا۔ مگر قریشی مقابلہ میں نہ آئے اور مسلمان اسلام کا رعب بٹھا کر تمام مخالفین کی ہمتیں لپٹ کر کے مدینہ منورہ کو واپس لوٹے۔

ذی قرد کا واقعہ

عمینہ بن حصن فزاری اور قبیلہ عطفان کی ایک جماعت نے مدینہ منورہ کے فوجی علاقے پر ڈاکہ ڈالا ایک مسلمان مرد اور عورت و ماں اور نوٹوں کی حفاظت کر رہے تھے۔ عیینہ اور اس کے ساتھیوں نے مسلمان مرد کو شہید کر ڈالا اور نوٹوں کو انکے اور مسلمان عورت کو گرفتار کر کے لے گئے۔

لیکن حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوعؓ نے یہ تماشا دیکھا تو ایک طرف مسلمانوں کو خطرے کی آواز دی، دوسری طرف خود تین تہاہ دشمنوں کا پیچھا کیا۔ پھر مسلمان بھی ان سے ذی قرد کے پانی کے پاس آئے اور انہوں نے مسلمان عورت اور نوٹوں

کو ان سے پھڑپھڑایا وہ پھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو خبر ملی کہ عینینے اونٹ ذبح کر کے کھال اتار دی تھی کہ اس کو مسلمانوں کے پہنچنے کی خبر ملی وہ اونٹ بھی پھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح مسلمان کامیاب و بامراد مدینہ منورہ واپس لوٹے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقری قیادت جنگِ احزاب کے بعد کے حالات پر تبصرہ

(۱) جنگِ احزاب کوئی معمولی جنگ نہ تھی۔ جنگِ بدر کے بعد اس جنگ نے مسلمانوں کی اخلاقی قوت اور بلند حوصلگی کی دھاک بٹھا دی۔ تین ہزار کے مقابلے میں چوبیس ہزار آدمیوں کا آکر ایک چھوٹے شہر کو گھیر لینا اور پچیس دن تک گھیرے رکھنا، موسمِ کا سخت سرد ہونا، مسلمانوں کا خندق کے گز بھر جگہ کو بھی بغیر حفاظت نہ ملنے ان کے نہ پھوڑنا، خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے منقرضہ مورچہ پر موجود رہنا سوائے اس کے کہ دیکھ بھال کریں یا بہت دلتے کو جائیں۔

مسلمانوں کا مسلسل پچیس دن آسمان کے نیچے بغیر کافی سامان کے سردی کے موسم میں دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہنا۔ پھر سب سے زیادہ خطرناک بات یہ کہ یہود بنو قریظہ جو حلیف اور ساتھی بنے ہوئے تھے ان کا غداری کر کے دشمن سے مل جانا اور خود شہر کے اندر خطرہ پیدا کر دینا یہ معمولی باتیں نہیں ہیں۔ اگر وہ دہریہ کرے پیچھے سے حملہ کر دیتے اور مسلمانوں کو ابل و عیال کی حفاظت کے لئے ادھر منوجہ ہونا پڑتا تو خندق کی حفاظت مشکل ہو جاتی یا ابل و عیال کی تباہی اور بے آبروی ہوتی۔ اس ظویل محاصرے کے بعد دشمنوں کا پسپا ہو جانا بہت بڑی بات تھی۔

اس حالت کی شدت کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ دشمنوں نے سوار دستوں کے نبرہ مقرر کر رکھے تھے جو باری باری آتے اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے خندق کو پار کرنے کی سعی کرتے۔ اس طرح ان یوگوں نے مسلمانوں کو ۲۵ دن پوری طرح مصروف رکھا جبکہ خود ہر طرح آرام کرتے تھے۔ اور یہ سب برکت تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبقری قیادت کی (یعنی بے مثال اور عالی قیادت) آپ کے منبط و نظم کی۔ آپ کے ڈسپن کی۔ آپ کی بہادری کی۔ آپ کے حسن تدبیر کی۔ آپ کی مہربانیت کی کہ صحابہ آپ کے حکم پر جان دیتے تھے۔ پھر آپ کی روحانی برکات کی۔

(۲) ایک قابل ترین سیاست دان اور زبردست دور اندیش جرنیل کی طرح آپ نے اس کامیابی سے خوب فائدہ اٹھایا، اور مذکورہ بالا اقدامات کر کے قریش۔ یہود۔ منافقین اور مختلف قبائل کو بتا دیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ عرب میں اب نہیں ہو سکتا۔

(۳) اور سب سے بڑی بات جو آپ کے کمال پر دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ تین ہزار تھکے ماندے صحابہ کرام کو جو پچیس راتیں جاگے تھے۔ جنہوں نے محصور رہنے کی حالت میں خطرناک موسم میں جنگ کی تمام نکالیف دیکھی تھیں۔ اسی دن ظہر کو حکم دیدیا کہ ابھی ہتھیار نہ رکھو عصر کی نماز نو قرظیل میں پڑھو، چنانچہ انہوں نے اسی حالت میں وہاں پہنچ کر چند دن اور خف اٹھائی وقت کی قدر کرنے اور دشمن کو سنبھلنے اور تیاری کا موقع نہ دینے کی مثال اس سے بڑھ کر نہیں بتائی جاسکتی۔

اگر نو قرظیل کو موقع مل جاتا ان کو اپنی کرتوؤں کا علم تھا اب وہ گھبرائے ہوئے تھے۔ وہ اپنے علیفوں اور دوستوں کو جمع کرتے، مالی و زر۔ سامان جنگ ان کے پاس بہت تھا۔ قلعے منسبوط تھے، ان میں داخل ہونا آسان کام نہیں

تھا۔ پانی اور راشن کا بھی معقول انتظام تھا۔ جنگی حالات سب ان کے حق میں تھے مگر آپ نے ان کو منہلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ان کو سوائے بدحواس ہو کر ہتھیار ڈالنے کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی۔

(۴) آپ نے ان معرکوں یا مہمات میں سے کسی میں بھی زبردستی جنگ کو دعوت نہیں دی دشمن بھاگ گیا یا مقابلے میں نہ نکلا تو آپ نے اس کو کافی سمجھا۔ اس طرح بغیر لڑائی کے رعب اور مکمل کنٹرول حاصل کرنے کا کام سرانجام ہو گیا۔

(۵) غزوہ ذی قرد کے واقعہ سے مدینہ منورہ پر ڈاکہ ڈالنے یا چھاپہ مارنے کی ہمتیں بھی پست ہو گئیں۔ سب کو معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کو چھیڑنا یا ان کی عزت و آبرو یا مال پر حملہ کرنا آسان نہیں ہے۔

(۶) جنگ احزاب کے موقع پر آپ نے بنو قریظہ کی بدعہدی کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جس صحابیؓ کو روانہ کیا تھا اس کو تاکید کر دی تھی کہ اگر واقعہ صبح ہو تو صاف صاف نہ کہیں کہ لوگوں میں پرہیزگار ہو کر کمزوری کا باعث نہ بنے آپ کو نئے زمانے کے پرہیزگاروں کے خطرناک اثرات کا علم اس وقت سے تھا۔ چنانچہ صحابیؓ نے گمراہی سے آپ کو بدعہدی کی خبر دی۔

بہر حال غزوہ خندق کی کامیابی سے فوجی نقطہ نظر سے جتنا فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا آپ نے اٹھالیا بلکہ آپ نے اپنے صحابہ کے یہ بات ذہن نشین کر دی کہ اب پہل دشمن کے ہاتھ سے نکل کر ہمارے ہاتھ میں آگئی۔ اب ان کو لڑنے کی ہمت نہ ہوگی نہ وہ حملہ کریں گے۔ اب ہم پہل کریں گے۔ لیکن بعد کے واقعات سے آپ کو معلوم ہو گا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے اقدامات قیام امن۔ دعوت اسلام۔ عبادت الہیہ اور کشت و خون کو کم کرنے کے لئے ہوئے بلکہ اس کے بعد معاہدہ حدیبیہ اور پھر فتح مکہ کا حال پڑھیں صلح حویلی امن پسندی اور رحم و شفقت کی ایسی مثالیں تاریخِ عالم میں مل سکیں گی۔

غزوہ حدیبیہ

ماہ ذی القعدہ ۳۱ھ

خانہ کعبہ کا طواف کر کے صحابہ کرام کو عرصہ ہو گیا تھا۔ سب کے دل اشتیاق زیارت سے سب سے تاب تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا احساس تھا۔ یہ غیر حاضری تقریباً جبری تھی۔ مگر اب مسلمانوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو چکا تھا اور جنگ بدر و احزاب کے بعد مسلمان اب عرب کی مسلم طاقت بن چکے تھے۔ کوئی قوم یا قبیلہ تنہا ان کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ و حرم کعبہ کا احترام منظور تھا۔ آپ مکہ معظمہ پر قریش کے تسلط کی موجودگی میں حج کے ارادے میں خوتریزی کا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ بالآخر آپ نے قطعی طور پر جنگ نہ کرنے اور اپنی طرف سے پشیمان رہ کر حج کرنے کا ارادہ فرما لیا۔ تقریباً چودہ سو جاں نثار صحابہ کو ہمراہ لے کر اور قربانی کے جانور ساتھ رکھ کر آپ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپ نے علاقہ کے غیر مسلم قبائل کو بھی حج اور صرف حج کے لئے ساتھ جانے کی اطلاع اور دعوت دی جس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی حج و عبادت کی نیت کا سب کو علم ہو جائے اور اشرم حرم (عزت و امن مہینوں) میں جنگ کی مہم پر روانگی کا وہم کسی کو نہ ہو۔ بہر حال آپ ماہ ذی القعدہ ۲ ہجری میں چودہ سو صحابہ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر ذوالحلیفہ پہنچے جہاں سے اہل مدینہ حج کا احرام باندھتے اور نیت کرتے ہیں۔ وہاں سے یہ قافلہ حجاج آپ کی سرکردگی میں مکہ معظمہ کے قریب بمقام عسفان آپہنچا۔ قریش کو اطلاع ہوئی۔ انہوں نے مسلمانوں کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کا فیصلہ کر لیا اور کچھ پیادہ

اور دوسو سواروں کو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کی سرکردگی میں آپ کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کر دیا۔ جن کی آمد کا علم مسلمانوں کو دور سے ہی ہو گیا۔ آپ نے معروف و مشہور راستہ چھوڑ کر ایک خطرناک پتھریلی زمین میں پگ ڈنڈی کا راستہ اختیار کر کے مکہ معظمہ پہنچنا چاہا۔ حتیٰ کہ آپ مقام حدیبہ پہنچ گئے۔ جبکہ مکہ معظمہ سے صرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اس طرت قریش کے سوار دستے سے تصادم بھی نہ ہو اور آپ مکہ معظمہ کے قریب جا پہنچے۔ وہاں آپ کے صحابہؓ نے ڈیرت ڈال دیئے۔ قریش لوہے کے گھروں کا خطرہ پیدا ہو گیا، چنانچہ وہ جلدی سے واپس لوٹے اور شہر کی حفاظت کرنے لگے کہ مسلمان داخل نہ ہو سکیں نہ حد کر سکیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس طرح اس سال مسلمان مکہ میں داخل نہ ہو سکیں۔

قریش کا قاصد

اس سلسلہ میں انہوں نے ایک آدمی مسی قلیس بن علقمہ کو تحقیق احوال کے لئے بھیجا یہ بدوی قبائل کا رئیس تھا۔ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانی کے جانور اس کے سامنے سے گزار دیے خوش عقیدہ قوم کا آدمی ہے، چنانچہ وہ دور ہی سے مسلمانوں کی قربانیوں کے جانور دیکھ کر واپس ہوا اور قریش کو آگاہ کیا کہ مسلمان جنگ کرنے نہیں بلکہ حج کے لئے آئے ہیں۔ لیکن قریش نے انہیں سادہ قرار دے کر ان کی بات پر یقین نہ کیا اور کہا کہ تم جنگی آدمی ہو تم کیا جانو اس نے قسم کھا کر کہا اگر تم نے مسلمانوں کو کعبہ کی تعظیم اور مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکا تو میں تمام دیہاتیوں سمیت واپس ہو جانوں گا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش جنگ کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ اور حج سے روکنے پر بضد ہیں۔

ابن ابی نے خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا تاکہ ان کو صرف حج و عبادت کے

ارادے سے آگاہ کر دیں۔ مگر قریش نے ان کی سواری کے اونٹ کو مار ڈالا اور حضرت خراش کسی طرح بچ کر واپس پہنچ گئے۔

(۲) اس اثنا میں قریش کے پچاس آدمیوں کا دستہ مسلمانوں پر حملے کے لئے روانہ ہوا مگر مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بغیر کسی مالی و جانی اذیت کے رہا کر کے واپس کر دیا جس کا ذکر قرآن پاک نے بھی کیا۔

هو الذي كف ايديهم عنكم و ايديكم عنهم ببطن مكتب
من بعد ان اظفركم عليهم

ترجمہ:- وہ اللہ جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے۔ مکہ کے اندر جبکہ تم کو پہلے ان پر غالب کر دیا تھا۔

(۳) سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو ان کے پاس غلط قسمیاں ڈور کر کے لئے بھیجا جن کو سب سے پہلے ملنے والے آدمی ابان بن سعید نے پیغام پہنچانے تک امن دیا۔ انہوں نے ہر چند قریش کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا جب تک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے میں تنہا نہیں کر سکتا۔ قریش نے کہا ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوں۔ پھر دنیا والے ہم پر پھبتیاں گئیں۔ اس طرح معاملے کرنے میں دیر ہو گئی اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ افواہ اڑی کہ ان کو شہید کر ڈالا گیا۔

بیعتہ الرضوان

آپ نے سنا تو نیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرامؓ سے جہاد پر بیعت

یعنی شروع کر دی کہ ہم عثمانؓ کا بدلہ میں قریش کو اس کی سزا دیں گے۔ جب تمام صحابہؓ کی بیعت مکمل ہو گئی۔ آخر میں آپؐ اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے یا یہ بیعت عثمانؓ کی بیعت ہے۔

اس بیعت کو قرآن پاک نے ذکر کر کے صحابہؓ کے ایثار و جذبات کی قدر کرتے ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ سے بیعت قرار دیا اور ساتھ ہی ان سب کو اپنی رضامندی کی سند بھی عطا فرمادی۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ان ایمان والے صحابہؓ سے راضی ہو چکے جو آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

قریش کا دوسرا قاصد

قریش اس بیعت کی خبر سے برا ساں و پریشان تھے انہوں نے اپنے مشہور سیاستدان منافذہ عمرو ابن مسعود کو تحقیق حال کے لئے مسرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس نے آتے ہی کہا تم لو! تم اپنی قوم سے لڑنے آئے ہو اور ان احابیش (متفرق خاندانوں) پر اعتماد کرتے ہو جو کل تم کو میدان میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر فوراً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ کیا کہا؟ ہم آپؐ کو تنہا چھوڑ دیں گے؟

پھر وہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے آپؐ کی دائرہ مبارک کو چھو رہا تھا۔ اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جو آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے اس کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ ہاتھ دُور رکھو ورنہ کاٹ دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ تم کو اپنا جرم یاد نہیں جس سے تم کو میں نے چھڑایا تھا۔ پھر حضرت صدیق بول اٹھے اُحْصِصْ بَذْراً لَا تَبَاوُاْ اِنْخِيتْ لَا تَكِ شَرْمَ لَآءٍ چاشتے رہو جیسے کسی ٹوٹی

کو غصے سے کہا جائے جاؤ انٹریز کے بوٹ چاٹو۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ وہ بولا اگر تمہارا فلاں احسان مجھ پر نہ ہوتا تم کو جو اب دیتا۔ بہر حال سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ جنگ کے لئے نہیں آئے صرف حج کرنے آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ قریش مکہ معتکف میں مسلمانوں کا واطاء برداشت نہیں کرتے۔

عروہ کی حیرانی

اس موقع پر عروہ نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو کرتے ہیں وضو کا پانی صماڑ نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ تبرک کے طور پر لے کر صیموں پر علقے ہیں۔ آپؐ کا کوئی بال نہیں گرنے پاتا۔ وہ رکھ لیتے ہیں۔ آپؐ جب بات کرتے ہیں سناٹا چھا جاتا ہے، سب خاموش ہو جاتے ہیں اور ہر ایک تعمیلِ حکم کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ عروہ منت متاثر ہوا، جب وہ واپس گیا تو قوم سے کہا کہ میں نے قیصرِ روم کو اس کی سلطنت کے اندر دیکھا ہے، ایران کے کسریٰ کو اس کے ملک میں دیکھا ہے، شاہ حبشہ وغیرہ کو ان کے ملکوں کے اندر دیکھا۔ لیکن اصحابِ محمدؐ جو والہانہ عقیدت و محبت آپؐ کے ساتھ رکھتے ہیں یہ کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ اس نے قریش سے کہا

أَلَسْتُ بِأَبِ السَّقْفِ يَوْكِي

ترجمہ :- کیا میں تم سب کا باپ نہیں ہوں (وہ بہت بوڑھا تھا) انہوں نے کہا بے شک۔ پھر کہا کیا تم سب میری اولاد نہیں ہو، سب نے کہا بے شک۔

نروہ بولا پھر محمدؐ سے نہ لڑو اُس کو اس کے مال پر چھوڑ دو۔ اگر عسب اس پر غالب آئے تو تم یونہی چھوٹ جاؤ گے اگر وہ غالب آگیا تو تمہاری ہی عزت ہے۔ وہ بگڑے اور عروہ کی بات کو رد کر دیا۔ مگر وہ دل میں بیعتِ رضوان کا سن کر پریشان و

ہر سال تھے۔

مشرکوں کا تیسرا قاصد

انہوں نے سہیل بن عمرو کو قاصد بنا کر بھیجا جو عرب کا مشہور صحابی و مبلغ مقرر تھا اور یہ تاکید کر دی کہ اس سال حج کی اجازت نہیں دینی۔ اس نے بڑی بحث کی اور آخر کار بحث و تمحیص کے بعد یہ طے ہو جاتا ہے کہ اس سال سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ کریں پھر باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا۔ جس کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

معاہدہ حدیبیہ

(۱) اس سال مسلمان بغیر حج کئے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال آکر حج کریں۔

(۳) آئندہ سال جب مسلمان حج کو آئیں تو صرف تلواریں ساتھ ہوں اور وہ بھی

نیام میں۔

(۴) مسلمان تین دن مکہ معظمہ میں رہیں گے۔

(۵) آپس میں لڑائی نہ کریں گے اور ہر فریق کو اختیار ہوگا کہ وہ جس قبیلہ سے چاہے

معاہدہ کرے اور اس کو اپنا حلیف بنائے۔

(۶) کوئی آدمی مسلمان ہو کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جائے مسلمان اس کو واپس

کر دیں گے اور کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے تو قریش اس کو

واپس نہ کریں گے۔

(۷) یہ معاہدہ دس سال تک کے لئے رہے گا۔

ان شرائط کو سن کر مسلمانوں کا خون کھول رہا تھا لیکن پیغمبر کا ادب ماننے لگا۔ سوائے خاموشی کے چارہ نہ تھا۔
پھر شرائط لکھتے وقت جو رویہ سہیل نے اختیار کیا اس سے مسلمان اور زیادہ بے قابو ہو رہے تھے۔

جب معاہدہ لکھا جانے لگا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سہیل نے کہا: ہم یہ نہیں مانتے اس طرح لکھو بِسْمِکَ اللّٰهُمَّ
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح لکھ دو۔
پھر آپ نے فرمایا لکھو: — ہذا معاہدہ محمد رسول اللہ
سہیل بن عمرو۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو خدا کے رسول نے عہد سے کیا۔

سہیل بولا ہم آپ کو خدا کا رسول مانتے تو اختلاف کیوں ہوتا۔ سیدھا
محمد بن عبد اللہ لکھو۔ آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا کر
محمد بن عبد اللہ ہی لکھ دو۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ کا لفظ مٹانا مناسب نہ سمجھا
اس کے بعد تمام معاہدہ لکھا گیا آپ نے دریافت کر کے خود رسول اللہ کا لفظ مٹا ڈالا۔
صوابؓ جانتے تھے بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے ۳۱۳ آدمیوں کو
قریش پر فتح عظیم عطا فرمائی اور ابھی ابھی عزوہ خندق میں چوبیس ہزار کا لشکر
جرار مسلمانوں کو مغلوب کرنے سے عاجز ہو کر غائب و غاسر واپس ہوا وہ کافروں
کے مقابلہ میں دینا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ اس کی بجائے تلوار سے فیصلہ کرنا زیادہ
منفیع سمجھتے تھے۔ اس لئے ان شرائط سے وہ جزبہ ہو رہے تھے۔ مگر سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دم بخود اور خاموش تھے۔ آخر کار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے ذرا گیا۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں، کیا ہمارا دین
برحق نہیں؟ پھر ہم کیوں یہ ذلت برداشت کریں۔ آپ نے جواب دیا

يَا عُمَرُ ابْنِي رَسُولُ اللَّهِ اے عمر ابی اللہ کا رسول ہوں ۔
 حضرت عمرؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے خاموش ہو گئے
 مگر دینی غیرت اور کفر کی مخالفت کا جذبہ اسی طرح موجزن تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ وہاں بھی وہی بات کہی۔ حضرت صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کی شانِ صدیقی ملاحظہ ہو وہ ان کو وہی جواب دیتے ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا فرماتے ہیں ۔

يَا عُمَرُ ابْنِي رَسُولُ اللَّهِ اے عمر حضرت سرورِ عالم اللہ کے رسول ہیں ۔
 اس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کا پیغمبر جو کچھ کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے
 کرتا ہے ۔ رسولِ خدا کے بر حکم اور ہر فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ ہی
 نہیں ۔ بہر حال سب کو چار و ناچار سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے کے
 مطابق یہ معاہدہ ماننا پڑا ۔

مسلمانوں کی واپسی

چنانچہ آپؐ نے وہیں قربانی کا جانور ذبح کیا ۔ بال منڈھوائے ۔ احرام فتم کیا
 حلال ہوئے اور صحابہؓ نے بھی قربانیاں ذبح کیں ۔ حلال ہو کر سارا قافلہ مدینہ منورہ
 کو واپس روانہ ہوا ۔ راستے میں ہی یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

ترجمہ :- ہم نے آپؐ کو یقیناً فتحِ مبین عنایت کر دی ہے ۔

جس سے صحابہ کرامؓ کو اطمینان ہوا ۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے حضرت عمرؓ کو آیت سنائی وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ یہ فتحِ مبین ہے ؟
 آپؐ فرماتے ہیں ہاں یہ فتحِ مبین ہے ۔

قریش کی سمجھ

قریش اپنی ناعاقبت اندیشی سے سمجھے کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ ہم نے دنیا کو تباہ دیا کہ مسلمان زور سے مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور آئندہ کا معاہدہ کر کے ہم نے شام وغیرہ سے اپنی تجارت کا راستہ کھول دیا۔ وہ بے چارے اتنا ہی سوچ سکتے تھے اور ان کا مقصد زندگی بھی اس سے زیادہ نہ تھا۔

مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر تھے۔ آپ کی نگاہ مستقبل اور اعلیٰ نتائج پر تھی۔ جس سے صحابہؓ بھی واقف نہ تھے۔ آپ نے ان سب کو تمام ممکن نتائج سے واقف کرنا مناسب سمجھا۔ آئیے اب نتائج و عواقب اور حالات و واقعات کی روشنی میں اس معاہدہ پر غور کریں۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی حقیقت شناسی دور بینی

اور فائدہ قابلیت

(۱) (اخلاص) پہلی بات تو یہ ہے کہ حج یا عمرہ عبادت ہے۔ آپ نے اس نیت میں کسی اور بات کو شریک نہیں کیا۔ حتیٰ کہ دشمن بھی یہ ماننے پر مجبور تھے کہ آپ کا مقصد صرف حج اور تعظیم بیت اللہ شریف ہے۔

(۲) (احترامِ کعبہ و حریمِ مکہ) آپ نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہ کروں گا جو حرمِ محترم کی عزت و حرمت کے خلاف ہو اور نہ ہی حتیٰ الامکان خونریزی کروں گا۔ آپ کے اس جذبے نے اکثر

قبائل اور خود مکر معترف کے بہت سے باشندوں کو متاثر کیا اور ان کے دل میں حج سے روکنے والے قریش کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور وہ ان کو قبائلی طاقت سمجھنے لگے۔ پھر عربوں کے محبوب کعبہ کی عزت و تعظیم کرنے۔ حج کرنے کی نیت اور قربانی دینے کا ان پر اثر پڑا اور مسلمانوں سے نفرت و مخالفت میں کمی آگئی، بلکہ حج سے واپس جانے اور اُن سے لڑائی نہ کرنے کی نیت اور پھر مظلومیت کا علاقہ بھر پر اثر پڑا اور جس طرح وہ پہلے تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر کے مدینہ پر حملہ کرایا کرتے تھے اب وہ بات نہ رہی۔

(۱) خواہشِ امن: آپؐ نے اس تمام سفر میں اور معاہدہ ہونے تک ہر ہر مرحلہ میں قیامِ امن کا شوق ظاہر کیا اور انتہائی انتعال انگیزی کے باوجود واپسی کو ترجیح دی، مگر امن کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حتیٰ کہ دشمن کے پچاس آدمیوں کا دستہ جو گرفتار کر لیا گیا تھا اس کو بلا کسی تکلیف جانی و مالی کے رہا کر کے واپس کر دیا۔

(۲) انتہائی صبر و ضبط کا مظاہرہ: آپؐ نے قوت و طاقت کے ہوتے ہوئے اور مشہور و مسلم جاں نثاروں کی موجودگی میں جس صبر اور ضبط کا ثبوت دیا وہ آپؐ ہی کا حصہ تھا۔ جو اس پر ایسا کنٹرول حاصل کرنا ہر انسان کا کام نہیں ہے۔ پھر آپؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نے باوجود سخت غصے کے سب کچھ برداشت کیا۔ یہ آپؐ کے انتہائی ضبط اور ڈسپلین کی دلیل ہے۔

(۳) وفاءِ عہد اور اس کی برکات: یونیا میں عہد شکنی بہت بڑی چیز ہے ایک سچے پیغمبر و فاءِ عہد کے بہترین نمونے کے حامل ہو سکتے ہیں۔ معاہدہ مدینہ کے اس معاملہ میں بھی سرورِ عالم نے بے مثال کمال ظاہر کیا۔ ادھر معاہدہ لکھا جا رہا ہے۔ ادھر قریش کے نمائندے اسی سہیل کا بیٹا ابو خدیجؓ یا بجولان بھاکا

ہوا آپہنچا۔ یہ مسلمان ہو چکا تھا اور اس پر اس کے اعزہ و اقارب ظلم کر رہے تھے۔ اس کو باندھ رکھا تھا۔ اس نے کسی طرح بھاگ کر آپ کے پاس آکر پناہ مانگی مگر اس کے باپ نے اس کو مارا اور کہا کہ معاہدہ کی یہ پہلی خلاف ورزی ہوگی اگر اس کو پناہ دی گئی۔ اس کو معاہدہ کے تحت واپس کرنا ضروری ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی تو معاہدہ کی تکمیل ہو رہی ہے مگر سہیل نے نہ مانا اس پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ اور ابو جندل کی خواہش کے خلاف اس کو واپس کر دیا۔ ابو جندل لغار کے نرغے میں کچشم تر واپس ہوئے ہیں۔ شور مچاتے ہوئے مسلمانوں سے رحم کی درخواست کرتے ہیں کہ کہوں بچے سزا کے لئے ان کافروں کے حوائے کرتے ہو۔ صحابہؓ سب سے زیادہ غیور و جہور ہونے کے باوجود باندھی عہد کی وجہ سے غم و غصہ کے گھونٹ پیتے ہوئے خاموش ہیں۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بھی ایک صحابی ابو بصیر نامی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کے دو اقاروں نے حضور کو ان کی واپس کے لئے خط لکھا اور ساتھ ہی ایک بنی عامر کا آدمی اور ایک اپنا غلام بھیج دیا کہ ان کے ہمراہ کر کے ابو بصیر کو واپس کر دیں۔ ابو بصیر سے آپ نے فرمایا ہم کسی سے عہد شکنی نہیں کر سکتے تم صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے کوئی سبیل کر دیں گے۔

الغرض آپ نے ابو بصیر کو عہد نامہ یاد دل کر واپس کر دیا۔ ابو بصیر نے راستے میں ایک سے تلوار دیکھنے کے لئے مانگی۔ اور موقع پا کر اس عامری کو قتل کر دیا دوسرا بھاگ کر مدینہ نہ کر سکا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے فریادی ہوا۔ پیچھے سے ابو بصیر تلوار کھینچے ہوئے آپہنچے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے۔ یعنی ہم کو ان کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔

ویل آئے مستقر حرب لوکان معہ رجال
 نصیبہ اسلماں مرے دیر ایک محاورہ تھا یہ تو جنگ کی آواز کا نوا ہے اگر ایک سانچہ کچھ آدمی ہیں۔
 ابولبصر بھر بھاگ کر چلے گئے اور دو در سمندر کے کنارے جہیں کے مقام پر ڈیرہ
 ڈال دیا۔ اب ان کے پاس مکہ معظمہ سے ابو جندل بھی بھیڑیاں توڑ کر آ پہنچا۔
 اب اور آدمی بھی بھاگ بھاگ کر ان کے پاس جمع ہوتے گئے۔ یہ جگہ اس راسخہ
 یعنی جہاں سے قریش کا تجارتی قافلہ شام کو آتا جاتا تھا۔ اب قریش کے تجارتی قافلے
 شام کا سفر ناممکن ہو گیا۔

آخر کار تنگ ہو کر انہوں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست
 کی کہ ابولبصر وغیرہ کو آپ اپنے پاس بلا لیں اور اس شرط کو منسوخ سمجھیں چنانچہ
 آپ نے ایسا ہی کیا اور قریش کو اپنی شرط خود ہی منسوخ کرانی پڑی جس پر ان کو
 رازناز تھا۔ ادھر صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے رازوں سے پردہ اٹھنے پر بے انتہا
 مسرت ہوئی۔

یہ پیغمبر از دور بینی تھی کہ مسلمان تو کوئی مرتد ہو کر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ
 جائے گا نہیں۔ مکہ معظمہ سے ہی مشرک مسلمان ہو کر یا مجبور و مقبور مسلمان بھاگ
 کر مدینہ منورہ آئیں گے۔ لیکن ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کوئی
 سبیل فرمادیں گے۔

(۶) مسلمانوں کی سیاسی یونین : اس معاہدے سے اسلام کے سب
 سے بڑے اور مشہور دشمن قبیلہ قریش نے بھی مسلمانوں کے برابر کے فریق ہونے
 کی حیثیت (پوزیشن) تسلیم کر لی جس کا باقی ملک پر بھی اچھا اثر پڑا اور اب
 ملک کی مسلم سیاسی قوت تسلیم کر لے گئے۔

(۷) قریش کے خلاف پروپیگنڈا : عام اہل عرب میں قریش کی پوری

بدنامی ہو گئی اور تمام ملک میں ان کے خلاف پروپیگنڈا ہو گیا کہ انہوں نے خانہ کعبہ کی تعظیم کرنے والے حاجیوں کو بزدل سمیٹوں میں جج کرنے سے روکا۔ عرب میں یہ بات اتنی معیوب تھی کہ عربوں میں بلکہ خود قریش میں خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

(۸) مسلمانوں سے عام ہمدردی اور اس طرح علاقہ بھر میں مسلمانوں سے عام ہمدردی پیدا ہو گئی۔ اور آئندہ ان کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے امکانات کم ہو گئے۔

(۹) مکہ معظمہ کے پاس مسلمانوں کا ٹھکانہ: پہلے لوگ مسلمانوں سے معاہدہ کرنے میں قریش کی طاقت کی وجہ سے جھجکتے تھے بلکہ قریش چونکہ خانہ کعبہ کے محاور تھے اس لئے بھی ان کا اثر تھا۔ اب راستے کھل گئے اور بہادر قبیلہ خزاعہ نے مسلمانوں کا حلیف بننا پسند کر کے ان سے معاہدہ کر لیا۔ یہ مکہ معظمہ کے پاس تھے اس لئے اب مسلمانوں کو قریش کے پاس ہی مضبوط مادی ٹھکانہ مل گیا۔

(۱۰) پہلی بار دعوتِ حق کی اجازت اور اس کی برکات: اس معاہدہ کا سب سے نمایاں پہلو اور مفید تر حصہ یہ تھا کہ اس سے مسلمانوں کے لئے اشاعتِ اسلام اور دعوتِ حق کے راستے کھل گئے اور پہلی بار غیر کسی طاقت کے مسلمانوں کو قبائل پر اسلام اور اسلام کے پایزہ اصول پیش کرنے کا موقع ملا۔ مدینہ منورہ سے شمال کی جانب زیادہ تر مغنوار اور نامسمجھ قبائل تھے مگر جنوب کی طرف سمجھدار آبادیاں تھیں اور یہیں اسلام کی راہ میں مشکلات زیادہ تھیں جو اس معاہدہ کے بعد کم ہو گئیں۔

چنانچہ اس آزادی دعوت کا یہ نتیجہ نکلا کہ جہاں غزوہ حدیبیہ میں چودہ سو مسلمان شریک تھے اس کے دو سال بعد جب مکہ معظمہ پر اسلام کا قدوسی لشکر بڑھا

تو اس کی تعداد دس ہزار تھی جو مقدس، اسلامی رنگ میں رنگا ہوا، اور
لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسلام کی آواز کو نے کو نے میں بغیر کسی رکاوٹ کے
پہنچ گئی اور دین حق کی گونج ہر جگہ سنائی دی اور یہی فتح مبین تھی جس کی طرف
قرآن پاک نے اشارہ کیا تھا اور یہی تمام فتوحات، اقدامات اور تبلیغی خدمت
کی بنیاد بنی۔

(۱۱) معاہدے کے باقی نکات میں معاہدے اور خانہ کعبہ کے احترام اور
جذبہ امن کی قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی قوت محفوظ کر کے پہلے
آس پاس کے یہود وغیرہ سے صفائی کا موقع عنایت فرمایا اور آشدہ بڑی بڑی
غنائم کا وعدہ کر کے فی الحال خیبر کے مال غنیمت دینے کا اعلان فرمایا۔
وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فاعجل لکم ہذہ
ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے بڑی بڑی غنیمتیں دینے کا وعدہ کر لیا ہے
جو تم سے کر رہ ہو گئے اور فی الحال تم کو یہ عنایت فرمائی۔

چنانچہ واپسی کے کچھ عرصہ بعد سرور عالم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے یہود خیبر کی شرارتوں اور سازشوں کو ختم کرنے کے لئے ان پر چڑھائی کر
دی اور ان کے تمام قلعے فتح کر لئے اس طرح مسلمانوں کی اقتصادی و مالی
مزوریوں کا خاتمہ ہو گیا۔

(۱۲) عمرۃ القضاء اور دلوں کی فتح: اگلے سال اس معاہدے کے تحت
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہی شرائط سے پہلے سال کے قضا شدہ عمرہ کے
ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے تمام ہتھیار جمع کر دیئے اور ان کی
حفاظت کے لئے سوار چھوڑ کر خود مجاہدین کے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔
اہل اسلام نے عرصہ دراز کے بعد زیارت کعبہ سے آنکھوں کو ٹھنڈا اور شرفِ حجاز

حاصل کیا۔ قریش مسلمانوں کو دیکھ ہی نہ سکتے تھے۔ سارا مال و اسباب چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ طواف کرتے وقت دمل کرو یعنی چادر دائیں بازو کے نیچے لے کر بائیں بازو پر ڈال کر پہلو انوں کی طرح طواف کرو تاکہ قریش تم کو ضعیف نہ سمجھیں۔

مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ مشرکین تین دن مسلمانوں کی عبادت۔ سادگی۔ اطاعت رسولؐ۔ خدا تعالیٰ سے دلی لگاؤ اور دیانت و امانت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ تین دن کے عرصہ میں مشرکین کے مال و دولت میں ایک پائی کا نقصان نہ ہوا۔ اور نہ مسلمانوں نے اس طرف کوئی توجہ کی ان حالات نے دیکھنے والوں کے دلوں پر گہرے نقش کئے اور سچی بات یہ ہے کہ بیوت مکہ دگر، تو دو سال کے بعد فتح ہوئے مگر قلوب (دل) اسی عمرہ میں گھائل ہو چکے تھے۔

(۱۳) حضرت خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ کا اسلام: چنانچہ مسلمانوں کی واپسی کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو اب تک مسلمانوں سے لڑتے وقت سارا رٹا کرتے تھے انھیں اعلان کر دیا۔ لوگو! اب بات واضح ہو گئی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کلام نہ جارو ہے نہ سحر بلکہ اس میں خاص حلاوت (محاسن) ہے۔ قریش کو فکر دامن گیر ہوئی کہ خالد بھی گئے۔ چنانچہ جلد ہی حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمر بن العاصؓ جو بعد میں فاتح مصر کہلائے دونوں مدینہ منورہ جا کر مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ معظمہ نے تمہارے پاس جگر کے ٹکڑے بھیج دیے ہیں (او کا قال)

(۱۴) جھوٹے وقار کو ٹھکرا دینا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند ہوتا ہے وہ نہ وقار و وجاہت کے لئے لڑتا ہے نہ جھوٹے وقار کی پروا کرتا ہے چونکہ آپؐ قطعی طور پر امن و صلح کا فیصلہ کر چکے تھے اس لئے جب مکہ معظمہ کے

تقریباً پچاس آدمیوں نے اچانک چودہ سو مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا اور بہادر
 خدائی سپاہیوں نے سب کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ
 نے سب کو یکسی تکلیف و ایذا کے رونا کر دیا۔ اسی طرح جب خالد و عکرمہ
 کی سرکردگی میں ایک فوج اپنی طرف آتے دکھی تو آپ فوراً راستہ تبدیل کر کے
 تکلیف دہ راہ کو قبول کر کے مکہ معظمہ کے پاس پہنچ گئے۔ دشمن کے سامنے سے اس
 طرح ہٹ جانا ڈر جانے یا کمزوری یا حملے کی خاطر نہ تھا بلکہ تصادم سے بچنے کے
 لئے تھا، کیونکہ آپ وہیں رہتے یا آگے بڑھتے تو تصادم یقینی تھا۔ یہی مدینہ
 منورہ کی طرف ہٹتے تو زندہ دل سمجھی جاتی۔ اگر ڈر کر راستہ تبدیل کیا ہوتا تو مکہ معظمہ
 کے زیادہ قریب کیوں جاتے جو دشمن کی طاقت کا مرکز تھا اور حملہ مقصود ہوتا تو
 مندرجہ بالا واقعات کیوں پیش آتے اور باوجود صحابہ کے بیچ و تاب کے آپ بظاہر
 دبی ہوئی صلح کیوں کرتے

(۱۵) **حُنَّ مَالٍ تَرِیْغِیْرَانِہِ یَقِیْنُ :** آپ کو اپنے اس طرزِ عمل
 کے بہتر نتائج کا اتنا یقین تھا کہ آپ ہمیشہ صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے۔ مگر
 اس دن آپ نے کسی سے مشورہ نہ کیا بلکہ پُر امن رہنے کا فیصلہ کر کے چلے گئے۔

(۱۶) آپ حبیب مدینہ منورہ سے چلے تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم خواب میں
 خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے اس بارہ میں دریافت کیا تو
 آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ مقصد ظاہر تھا
 کہ آپ نے خواب کا معنی یہ قطعاً نہ سمجھا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ بے شک
 پیغمبروں کی روایا (خواب) وحی ہوتی ہے اور حضورؐ نے جو کچھ کہا وہ خدائے عز و
 جلال کے حکم سے کہا اور مذکورہ واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ جو کچھ کہتے تھے وہ
 کسی اور کو نظر نہ آ رہا تھا۔ یہاں سے آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی وہ غلطی

معلوم ہو گئی کہ وہ اپنی غلط پیشگوئیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کہتا ہے کہ نبیوں سے وحی کا معنی سمجھنے میں غلطی ہو سکتی ہے اور دلیل میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسی خواب کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ حضور خواب کے معنی اس سال طواف کرنا سمجھے تھے اور آپؐ نے جیسے خواب دیکھا تھا اسی طرح اس کو اللہ تعالیٰ نے سچا کر دکھایا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا لِتَخْلُقَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
 تَرْحِمُهُمُ اللَّهُ نَبِيُّهُ رَسُولُكَ خَوَّافٌ حَافٌّ كَمَا كُنْتَ تَخْلُقُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فِي دَاخِلِهَا
 اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا کہ ہم نے اپنے رسولؐ کی خواب سچی کر دکھائی۔

(۱۶) اخفاءِ راز: واقعہ حدیبیہ سے آپؐ نے ایک اور بدست سبق سکھایا کہ دُوب کر صلح کرنے، لڑائی نہ کرنے اور مشرکین کی تمام شرائط مان لینے میں جو جو فائدہ مستقبل میں چھپے تھے آپؐ نے کسی اور کو نہیں بتائے ورنہ بات پھر چھپی نہیں رہتی۔ اس میں وہ برکات باقی رہتی ہیں اور فاش کرنے میں یہ فطرہ بھی ٹھاٹھ کھیر قریش معاہدہ نہ کریں۔

(۱۷) صحابہ کا ایمان: اس واقعہ سے صحابہؓ کی قوتِ ایمانی کا پتہ بھی چلتا ہے کہ سمجھ میں نہ آنے کے باوجود حضورؐ کے فیصلے کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ صرف وہی ہے جو حضرت صدیقؓ نے بنیادی تھی کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں یعنی رسولؐ کی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے ماننی پڑے گی اور یہ بھی کہ رسولؐ جو کچھ کرتا یا کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
 حضرت عمرؓ نے دینی جوش سے کچھ کہا تھا جس پر تمام عمر پشیمان رہے۔

(۱۹) (شانِ عثمانؓ) اس واقعہ پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی شانِ روا کر کے قیامت تک کے لئے غلط کاروں کی زبانی بند کر دی ہے۔
 (۱۰) پہلے تو آپؐ نے قریش کے پاس حضرت عثمانؓ پر مکمل اعتماد کر کے بھیجا۔
 (ب) پھر حضورؐ کے بغیر طوافِ نہ کرنا ان کی اعلیٰ سیاست اور محبتِ نبویؐ کا مظاہرہ ہے۔

(ج) پھر ان کی شہادت کی افواہ پر حضورؐ کا جہاد کے لئے بیعت لینا یہ بھی ان کی فضیلت ہے۔

(د) پھر ان کی برکت سے قرآنِ پاک میں صحابہؓ سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے اور بیعت کو اپنی بیعت قرار دینے کی خوشخبری آئی۔

(ھ) پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمانؓ کا ماتھے قرار دے کر ان کا سر آسمان سے بھی اوپنا کر دیا۔ اس طرح آپؐ نے ان کو بھی بیعت الرضوانی میں داخل فرما دیا۔

(۲۰) (شیرِ خد کا ادب) جب معاہدہ میں رحمن و رحیم لکھنے اور رسول اللہؐ لکھنے پر اعتراض کیا گیا آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ مٹا دو۔ انہوں نے غایتِ ادب سے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے اس غلطی کی جگہ دریافت کر کے خود مٹا دیا۔

(۲۱) (چاروں خُلفاء کا مقام) اس معاہدہ میں حضرت صدیقؓ کی شانِ صدیقی حضرت عمرؓ کی دینی غیرت حضرت عثمانؓ سے حضورؐ کے خاص تعلق اور حضرت علیؓ کے شانِ ادب کا پورا پورا مظاہرہ ہوا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کے جذبات کی قدر فرمائی
 (۲۲) اس معاہدہ سے ایک زبردست سیاسی فائدہ یہ ہوا کہ اب قریشِ یہودی کی مدد نہ کر سکیں گے جبکہ ان کی شرارتیں، بدعہدیاں اور اسلام کے خلاف سازشیں انہما کو پہنچ چکی تھیں۔

معادۂ حدیبیہ فتح مکہ سے پہلے تک زمانہ صلح

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معادۂ حدیبیہ کی تمام وہ شرطیں تسلیم کر لی تھیں جن کو ذلت آمیز اور کست کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ جو دور بینی و دور اندیشی اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے پیغمبر کو عطا فرما لی تھی۔ وہاں تک کسی دوسرے کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ اس معاہدہ کے بعد خود بخود اسلام پھیلنے کی راہیں کھل گئیں۔

(۱) چنانچہ سترہ ہجری کو جب آپ عمرہ حدیبیہ کو جا رہے تھے تو ہمراہ چودہ سو صحابہ تھے مگر جب آپ اگلے سال سترہ ہجری کو عمرہ الفضا کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کے ہمراہ اب دو ہزار صحابہ کی جماعت تھی اور جب دو سال کے بعد سترہ ہجری میں آپ مکہ معظمہ کی ہم پر مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپ کے اشارے پر مرنے والے دس ہزار صحابہ کرام شریک تھے۔

(۲) اس معاہدہ کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک جنوبی علاقوں میں امن و امان قائم ہو گیا۔ اسلام خوب پھیلا، ناواقف عربوں کو مسلمانوں سے ملنے جانے اور انکو قریب سے دیکھنے اور اسلامی تعلیمات سننے کا خوب موقع ملا۔ اور وہ حق کے سامنے ہر انداز ہو کر سچے مسلمان ہو گئے۔

(۳) جزیرہ العرب میں یہودی قبیلے کا استیصال ہو گیا اور انکی فوجی و سیاسی حیثیت ختم ہو گئی۔

(۴) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تھوڑی تھوڑی فوج کے ذریعہ مخالف اسلام

اور فتنہ پرداز قبائلی کی طاقت ختم کر کے رکھ دی۔ جس نے بھی سراٹھایا۔ جس قبیلے کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی۔ یا جہاں کہیں لشکر جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ آپ پہلے ان کے سر پر جا پہنچے اور اصول مباحثہ (اجانگ اور بے خبری میں دشمن کے سر پر جا پہنچنے) کو آپ نے ایسا استعمال کیا کہ دشمنوں کی کثرت و طاقت بے کار ہو کر رہ گئی۔ (۵) پھر زورائع خبر رسائی کو فغان کے باوجود پہاڑی علاقے کے دور دراز مقامات کی خبریں رکھنا آپ کے حسن تدبیر اور پیغمبرانہ فراست کا نتیجہ تھا۔

(۶) جنگ خیبر میں آپ غطفان کے عظیم قبیلہ کی چار ہزار جنگ جو فوج کو یہودی امداد سے باز رکھنے میں کس مددگی سے کامیاب ہوئے۔ آپ نے یہودی غطفان کے درمیان مقام رجیع میں فوجی پڑاؤ ڈال دیا اور ایک معمولی دستے کو غطفان کی طرف بڑھایا۔ جس سے غطفان کو اپنے گھروں کی فکر داغ لگم ہوئی۔ وہ یہودی امداد کو نہ جاسکے۔ بلکہ گئے ہوئے بھی واپس آگئے۔

(۷) حملہ کرنے کے لئے آپ نے تقریباً سارے سفراء کو کئے تاکہ دشمن کو اطلاع نہ مل سکے۔

(۸) آپ نے خیبر کے سات قلعوں کو باہمی تعاون بھی نہ کرنے دیا۔ ہر ہر قلعہ پر خودی تھوڑی فوج لگا کر ان کو اپنے دفاع میں مصروف کر دیا۔

(۹) سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوری طاقت سے سب قلعوں پر یکدم حملہ نہیں کیا بلکہ فوج کے بڑے حصے اور بہتر طاقت کو ایک قلعہ پر لگا دیا۔ اور جب وہ فتح ہوا تو دوسرے پر پوری طاقت سے توجہ فرمائی۔

(۱۰) اور جب ایک قلعہ والوں نے سختی سے مقابلہ کیا تو آپ نے ان کا پانی باہر سے کاٹ دیا۔ جس سے وہ بے بس ہو کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر ہر قبیلے کا لشکر علیحدہ علیحدہ بنا کر علیحدہ

علیؑہ مجنڈے سے دے دیئے تھے تاکہ ان کو اسلام کی سر بلندی کے لئے زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دین کی خدمت میں

آئے ہونے کا شوق ہو۔ پھر ایک معروف جنگ جو تو دوسرے کو آرام کا موقع مل سکے۔ یہ بات آج کل کے طریقہ جنگ کے عین مطابق ہے۔

(۲) دشمن نے جب بھی صلح کی درخواست کی آپؐ نے قبول کر کے ان پر سختی کرنے سے امتراز فرمایا۔ جان بخشی کے لئے کوئی موقع بھی ملا۔ یا سباز ملاحظہ آیا آپؐ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

خیبر سے واپسی پر آپؐ نے مختلف فوجی دستوں کی طرح حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو قوم جہنیہ کے ایک قبیلے کی طرف روانہ کیا تھا۔ لڑائی میں ایک شخص تلوار کی زد میں آیا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ دیا مگر حضرت اُسامہؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو حضرت اُسامہؓ سے جواب طلبی فرمائی۔ حضرت اُسامہؓ نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس نے موت کے ڈر سے گھر پڑھا تھا۔

آپؐ نے فرمایا کہ کیا آپؐ نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ حضرت اُسامہؓ نے توبہ کی اور پھر ساری عمر احتیاط برتی۔ اسی طرح ان فوجی دستوں میں آپؐ نے حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت عکرم بن جہامؓ کو بھی روانہ کیا تھا۔ یہ سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں قوم انصیع کا ایک آدمی مال و متاع کے ساتھ سفر کر رہا تھا اس نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو اسلامی طریقہ سے آستان سلام عرض کیا کہ اے محمدؐ! اس کو قتل کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ یہ دشمن قبیلے کا آدمی ہے اور ڈر کر سلام کہتا ہے۔ آپؐ کو خبر ہوئی۔ آپؐ سمیت تاراض ہوئے اور اس مقتول عامر بن امیصؓ کے وارثوں کو پاسبان اونٹ خون بہا دے کر راضی کیا اور اس طرح حضرت عکرمؓ تعصا سے بچ گئے۔ قتل بھی انہوں نے غلط فہمی سے کیا تھا۔ اس اصول کا رکا یہ نتیجہ ہوا کہ صلح اور جنگ دونوں

حالتوں میں مسلمانوں کی ساکھ قائم ہو گئی۔ اور دشمن بھی مسلمانوں کی ہر بات پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

(۱۳) آپ نے اس صلح نامہ کی فرصت میں بڑے بڑے بادشاہوں کو تبلیغی مکتوبات ارسال فرمائے جن میں سے بعض مسلمان ہو گئے اور اس طرح اسلام کی رحمت ان تک اور ان کے ذبیحے ساری دنیا تک جا پہنچی۔

(۱۴) آپ نے عراق اور شام کی سرحدات تک ایران و روم کے بے جا رعب کو ختم کر کے عرب قبائل کے لئے جو وٹاں آباد کئے اسلام کے دروازے کھول دیئے۔

(۱۵) آپ نے مبلغوں اور قاصدوں کو قتل کرنے والوں کی سرکوبی کر کے بین الاقوامی اصول کو زندہ کیا۔

(۱۶) آپ نے یورپ، ایشیا اور افریقہ میں پھیلی ہوئی عظیم رومی سلطنت (عز و موتہ کے موقع پر) جنگ کا آغاز کر کے ان سے جنگ کرنے کے مکمل معلومات حاصل کر لئے اور ساتھ ہی متصل عرب جنگ جو قبائل کو بھی مرعوب و متاثر کر دیا۔

(۱۷) مین میں اسلام پھیل گیا اور اس طرح مکہ معظمہ کے قریش اور ان کی ساری طاقت مدینہ منورہ اور مین کے درمیان دونوں طرف سے محصور ہو گئی۔ ان کے جنگی تصورات پر سخت اثر پڑا۔ اور وہ مسلمانوں کو مغلوب کرنے اور ان سے لڑنے کی طاقت رکھنے سے مایوس ہو گئے۔

(۱۸) اب مسلمانوں کے سامنے جزیرۃ العرب میں قریش مکہ کے سوا کوئی قابل ذکر حریف باقی نہ تھا اور مکہ معظمہ کا فتح کرنا اب بہت ہی آسان اور بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں عہد نامہ کی پاسداری۔ اور قول و قرار کی پختگی و سچائی سب سے اہم و اقدم بات تھی۔

نتیجہ کہ جب سرسبز مین میں آپ دو سزارِ صحابہؓ کے ہمراہ عمرۃ القضا کو تشریف لے

گئے اور فرشتے مکہ نبض کی وجہ سے فریبی پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ جب بعض مسلمانوں کو خیال گزرا کہ اب یہاں قبضہ ہی کر لیا جائے۔ تو آپ نے کسی طرح اس کی اجازت نہ دی بلکہ معاہدے کے مطابق تین دن گزار کر فوراً واپس ہو گئے۔

۱۹) تبلیغ کی تکمیل۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد صرف یہی دو سال مسلمانوں کو ملے کہ وہ اہمینیات کے ساتھ اپنے قول و عمل سے دعوت اسلام کا کام کریں۔ چنانچہ دیگر تبلیغی مساعی اور اثرات کے سوا یہ بات ہی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ جب آپ عمرۃ القضاۃ قادحہ ہوئے۔ مشرکین پہاڑوں سے مسلمانوں کی عبادت۔ ان کا ضبط و ڈسپلن۔ ان کی اعانت و دیانت۔ ان کی مناسبت اور بلند حوصلگی اور جذبہ اطاعت دیکھتے رہے۔

ناممکن تھا کہ ان کے دلوں پر یہ غصہ نہ کارروائیاں اثر انداز نہ ہوتیں۔ چنانچہ بھی آپ وہیں تھے کہ خالد بن ولید جو اب تک ان تمام لڑائیوں میں مسلمانوں کے خلاف شری جرات اور بہادری سے لڑتے رہے مجمع عام قبول اٹھے۔ کہ لوگو! اب حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ محمد نہ ساحر (جادوگر) ہیں نہ شاعر۔ ان کے کلام میں دوسری طرح ہی کی لذت و علاوت ہے۔ یہ کلام رب العلمین ہے۔ یہ بات ابوسفیان کو پہنچی۔ اس نے غصہ ہو کر خالد پر سختی کرنی چاہی۔ کہ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے روک دیا اور کہا اب آپ بس بس کو روکیں گے۔ مجھے خود اپنے پر خطرہ ہے کہ یہی بات نہ کہہ دوں۔ سال کے بعد تو سارے عرب یہی بات کہیں گے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد خالد بن ولید

عمر بن العاص۔ اور عثمان بن طلحہ جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ تینوں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ معظمہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے بھیج دیئے ہیں پھر تبلیغ کے اتنے وسیع اثرات ہونے کہ شہر یحییٰ میں جب مسلمانوں کا لشکر فتح مکہ کے لئے آگے بڑھا تو اس

۱۲) اس صلح نامہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے جنگ و سلاشی تیاری بھی مکمل کر لی۔ غزوہ خیبر کے بعد اہل اسلام کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی۔ اسلحہ جنگ پورا ہو گیا بار باروں کا سامان مکمل ہو گیا۔ جس کو دیکھ کر ہی فتح مکہ کے دن مشرکین کے دل دہل رہے تھے۔

۱۳) آپؐ نے نجاشی شاہ حبشہ کو پیغام بھیج کر وہاں کے مہاجرین کو اپنے پاس بلا کر اپنی طاقت میں اضافہ اور تیاری کی تکمیل کی۔

۱۴) ان حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ نبوت اور دیگر نبوی صفات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو جامعیت عطا فرمائی تھی اور جس فوجی قابلیت اور عملی سپہ سالاری کا فرض جس عملگی سے آپؐ نے انجام دیا۔ اس نبوی بصیرت کی نظیر دوسری دنیا تک نہیں مل سکتی۔

جنگِ خیبر

اسبابِ جنگ

معابدہ حبیبیہ کے بعد مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف کے قبائل سے تو اچھا خاصا اطمینان ہو گیا بلکہ ان کی قوتیں مسلسل بوجھتی تھیں اور سب پر اہل اسلام کا رعب بیٹھ گیا تھا مگر مدینہ منورہ سے شمال کی طرف کے قبائل اور بدویوں (دیہاتیوں) سے اطمینان نہ تھا اور اطمینان ہو کیسے سکتا تھا جبکہ مدینہ منورہ سے دو سو میل شمال کو خیبر بود کا مرکز تھا۔ کچھ یہود بنی قینقاع اور یہود بنی نضیر بھی جلا وطنی کے بعد خیبر آکر آباد ہو گئے تھے بلکہ یہاں ان کی بڑی عزت و احترام کیا گیا تھا۔

ان یہودیوں کے دلوں میں حدودِ عداوتِ اسلام کی آگ لگ ہوئی تھی۔ اپنے رئیسوں کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی یاد ابھی تک ان کے دلوں میں تازہ تھی۔ اس پاس کے عرب قبائل میں مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا۔ قبیلہ غطفان جو عربوں کا بڑا اور مشہور قبیلہ تھا ان کے پاس ہی آباد تھا۔ اسی طرح قبیلہ فزارہ بھی قریب تھا۔ ان یہودیوں کو سرد در عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاہدہ کے لئے کہلا بھیجا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور دوسری طرف قبیلہ غطفان سے ان شرائط پر معاہدہ کیا کہ مدینہ فتح ہوا تو اس کی پیداوار تم کو دی جائے گی۔ قبیلہ فزارہ کو علم ہوا تو وہ خود ہی مدینہ پر حملہ کی نیت سے یہودیوں کے ساتھ آئے۔

اور ان کی اپنی طاقت بھی بڑی تھی۔ خیر میں ان کے سات قلعے تھے۔ قلعہ ناظم، قلعہ نطاظ، قلعہ قموص، قلعہ صعب بن معاذ، قلعہ زبیر، قلعہ ورج، قلعہ سلام ایک دوسرے کے قریب تھے اور ایک دوسرے کو امداد پہنچا سکتے تھے۔ وہ مالدار بھی زیادہ تھے۔ ہر طرح کا اسلحہ موجود تھا۔ ان کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔ پھر غطفان کے چار ہزار جنگجو جوانوں نے شرکت جنگ کا معاہدہ کر لیا۔ فزarah اور دوسرے قبائل ان کے سوا تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبیلہ فزarah کو کہلا بھیجا کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ خیر فتح ہوا تو تم کو حصہ دیا جائے گا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ یہودی یہ بھی جانتے تھے کہ اب کے مسلمانوں سے شکست کھائی تو جزیرۃ العرب میں یہودی قوم وحشی اور سیاسی طور پر ختم ہو جائے گی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ہر طرح کے جن کئے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیاری

جب آپ کو یہ معلومات حاصل ہوئیں اور صلح کی کوئی بات کامیاب نہ ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ جنگ کی تیاری کرو اور صرف وہی آدمی جنگ کے لئے جائیں جو غزوہ حدیبیہ کے وقت موجود تھے، چنانچہ تقریباً چودہ سو صحابہؓ کو لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جس میں دو سو سوار تھے۔ آپ رات کو چلتے اور دن کو آرام فرماتے تاکہ دشمن کو اچانک جالیں اور وہ کسی طرح کی تیاری نہ کر سکیں نہ اپنے دوستوں کو جمع کر سکیں۔

آپ نے بمقام رجب پہنچ کر فوجی کیمپ لگایا، مسجد بنائی اور تبلیغ کا بھی انتظام

فرمایا۔ یہ مقام غطفان اور یہود کے درمیان واقع تھا۔ غطفان کے لوگ یہودی کی امداد کو چل پڑے تھے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دستہ فوج غطفان کی طرف متوجہ کر دیا۔ اب قبیلہ غطفان کو اپنے گھروں کی فکر ہو گئی اور انتہائی عجلت سے یہود کی امداد ترک کر کے اپنے گھروں کی حفاظت کے لئے واپس ہو گئے۔ اس طرح یہودی اپنے حلیفوں کی امداد سے محروم ہو گئے۔

خیبر پر حملہ

آپ رات کے وقت خیبر پہنچے آپ کا عام قاعدہ تھا کہ رات کو شیخون نہ مارتے تھے۔ صبح خیبر کے یہودی کا رو بار کو نکلے تو انہوں نے اپنے کو محصور پایا۔ فوراً لوٹ گئے۔

یہود کا انتظام

یہودیوں نے عیال و اموال اپنے دو مضبوط قلعوں وطیح اور سلام میں محفوظ کر لئے۔ اور ذخائر جنگ قلعہ ناعم میں رکھ دیئے۔ اور فوجی طاقت قلعہ نفاۃ میں اکٹھی ہو گئی اور مضبوط قلعہ قنوص ان کے سردار مرحب کا تخت گاہ تھا۔ حملہ آور فوج کے سردار محمود بن مسلمہ مقرر ہوئے جنہوں نے قلعہ نفاۃ پر حملہ کیا گرمی کی وجہ سے وہ قلعہ کے سائے میں بیٹھے کہ اوپر سے ایک یہودی نے پتھر گرا کر ان کو شہید کر ڈالا۔ ان کے بعد لشکر کے سردار ان کے بھائی محمود بن مسلمہ قرار پائے۔ اب قلعہ جلدی فتح ہو گیا۔ اس قلعہ پر پانچ دن جنگ ہوئی۔

پہلے دن کی جنگ

قلعہ ناعم پر پہلے دن مسلمانوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا کیونکہ پہلی فتح سے رعب

دلوں پر بیٹھ جاتا ہے اور دشمن کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ مگر یہودیوں نے بڑی بے یقینی سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کا سردار سقام بن مشکم قتل ہو گیا۔
اب یہود کا ایک دستہ حارث بن ابی زینب کی قیادت میں قلعہ سے باہر میدان میں جنگ سے لڑنے نکل آیا۔ لیکن انصار کے قبیلہ خزرج نے تابڑ توڑ حملوں سے ان کو پھر قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا۔

مہمانوں نے ہر بہ قلعہ پر فوجی دستے بھیج کر ان کو مصروف رکھا تاکہ وہ دوسرے قلعہ داروں کی مدد نہ کر سکیں اور اپنی اصلی اور بہتر طاقت قلعہ ناعم پر متوجہ کر دی۔ دو دن قلعہ ناعم کے محصورین اور مسلمانوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ یہودیوں نے بہادری کی طرح خونریز جنگ کی۔ ان کی تعداد اور ہتھیار بھی پورے تھے۔ مگر آخر کار تنگ ہو کر وہ تیسرے دن میدان میں اترنے کے لئے نکل پڑے۔ مسلمانوں نے موقع کو فینست سمجھا اور شدت کی جنگ کی چنانچہ یہود کا سردار حارث بن ابی زینب مارا گیا اور قلعہ ناعم نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔

قلعہ قموص کی جنگ

اس فتح کا اثر معنوی طور پر یہودیوں پر پڑا۔ اور ان کے قلعے اس کے بعد فتح ہی ہوتے گئے۔ لیکن قلعہ قموص کے لئے انہوں نے شدید جنگ کی۔ روایات مختلف ہیں کہ یہ قلعہ بہت دن تک فتح نہ ہو سکا۔

حضرت علیؓ کی شان

آخر ایک دن سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ایسے آدمی کو جہنم آدوں گا جس کو خدا اور رسولؐ پسند کرتے ہیں اور وہ قلعہ فتح کریں گے۔ آج

رات صحابہؓ کو نیند نہ آتی تھی۔ ہر ایک اس سعادت کی اُس لگائے ہوئے تھا حضرت عمرؓ باوجود پھدی قناعت اور رضا بقضا کے جذبے کے آج رات اسی میں رہے۔ صحابہؓ دھائے الہی کے لئے ہی سب کچھ کر رہے تھے ہر ایک حضورؐ کے مبارک الفاظ کے مصداق ہونے کے لئے بیتاب تھا۔ صبح ہوئی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد فرمایا۔ سارے لوگ حیران ہو گئے کیونکہ حضرت علیؓ کو آشوب چشم تھا یعنی آنکھوں میں رمد تھا۔ وہ جنگ کرنے کے قابل ہی نہ تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر رگایا اور دعا فرمائی جس سے وہ اچھی ہو گئیں۔ سرفخی بھی نہ رہی۔ آپؐ نے ان کو جنگ کا علم مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ان کو ڈاکر مسلمان کروں آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اسلام کی دھوت دیں اگر آپؐ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ سرخ اونٹ عرب کی قیمتی اور بری دولت سمجھی جاتی تھی، بہر حال یہودیوں کے بہادر پہلوان مرحب نے میدان میں آکر مقابلے کے لئے لڑا۔ لشکرِ اسلام کی طرف سے حضرت عائشہؓ بن ابی بکرؓ نے اپنے مرحب نے وار کیا جو حضرت عائشہؓ نے دھال پر لے لیا۔ مرحب چونکہ بوجہ کا خود اور زہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے اس کے نچلے حصہ جسم پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار لمبی نہ تھی اس لئے وہ خود بھی گھٹنے پر آگئی۔ جس سے لاری زخم آیا فوراً حضرت علیؓ مدحِ جلی نزلانہ پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔ آپؐ نے تلوار کا ایک ہی وار کیا کہ مرحب کا خود پگڑی سمیت کاٹتی ہوئی سر کے دو ٹکڑے کر کے گردن تک آگئی۔ مرحب کا بھائی یا سر میدان میں آنکلا جسے حضرت زبیر بن العوامؓ نے خاکِ مذلت پر سوت کی نیند سلا دیا۔ اب حضرت علیؓ نے عام حملہ کر دیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعے کا دروازہ بہت سارے لوگوں سے نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ اس وقت اس کو حضرت علیؓ

نے اٹھا پھینکا۔

اس قلعہ کے فتح سے جیسی بن اخطب کی لڑکی صفیہ گرفتار ہوئیں جو کنان بن ربیع بن ابی لہیق کی بیوی تھیں۔ یہ حضرت وحید صحابیؓ کے حصہ میں آئی تھیں جن سے خرمہ کرم و سلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا اور بعد میں یہ ازواج مطہرات میں ہو گئیں۔ فتح قلعہ قنوص کے بعد مسلمانوں کا راشن ختم ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے فوج کی اعلیٰ اور بھرپور طاقت سے قلعہ صعب بن معاذ پر حملہ کر دیا جس میں یہودیوں نے بہت سا مان خوراک جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ وہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قلعہ ذبیر پر حملہ کر دیا۔ مگر یہود نے خونریز جنگ کی۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کر ان کا پانی کاٹ دیا۔ اب یہودی مجبور ہو کر باہر نکل آئے اور فریقین میں ہلکتا خونریز جنگ ہوئی۔ یہودی زیادہ قتل ہوئے اور باقی بھاگ نکلے۔ اب چھوٹے بڑے سارے قلعے کی بعد و گیسے۔ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے صرف دو بڑے قلعے وطیح اور سلام رہ گئے۔ اب مسلمانوں نے سارا زور ان پر ڈال دیا۔ دس دن تک محاصرہ رہا۔ یہود نے محاصرے تنگ آ کر صلح کی درخواست کی چنانچہ ان کی جان بخشی کا وعدہ ہوا، اور خیبر مسلمانوں کا ہو کر صحابہ میں تقسیم ہو گیا۔ یہود نے درخواست کی کہ ذرا عت میں ہم ماہرین کو نصف حصے پر یہ زمینیں دے دی جائیں۔ چنانچہ انہیں کو ان زمینوں پر اس شرط سے رہنے دیا گیا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے پندرہ آدمی شہید ہوئے اور زخمیوں کی تعداد بیست زیادہ تھی۔ یہودی ترانے قتل ہوئے۔

یہود فدک

جنگ خیبر کے خاتمے پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دستہ فدک کے

یہود کے پاس بھیجا کہ یا وہ مسلمان ہو جائیں یا اطاعت قبول کریں۔ وہ بھی سخت
 مرعوب ہو چکے تھے۔ انہوں نے بغیر جنگ کے ان ہی شرائط پر صلح کر لی۔ کہ اراضی ان
 کے پاس رہے گی، چونکہ فدک پر لڑائی نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ قرآن حکیم کے مطابق
 صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرف میں رہا۔ اس سے آپؐ غرہاء مساکین
 دوی القریٰ مسلمانوں اور اہل خانہ کا خرچہ پورا کرتے تھے۔ آپؐ کی وفات شریف کے بعد
 بیعت خلیفہ کے حضرت صدیقؓ اس کے متولی رہے۔

یہود وادی القریٰ

وادی القریٰ مدینہ منورہ کے راستہ میں یہودی آبادی تھی انہوں نے کچھ
 دیر مقابلہ کیا۔ آخر خیر کی شرائط پر صلح کر لی۔

یہود یتیماء

یتیماء کے یہود نے بغیر جنگ کے ہی انہی شرائط پر صلح کر لی۔ اس طرح جو یہود العرب
 میں یہودی سیاست و عسکریت کا فائدہ ہو گیا۔

حضرت جعفرؓ کی واپسی،

اور

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسرت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا کہ مسلمان

ہو جائیں اور ساتھ ہی حبشہ کے ہاجرین کو مدینہ منورہ بھیجنے کا حکم دیا۔ آپ خیر بنی مینہ
 کہ مکہ معظمہ سے وہاں گئے ہوئے ہاجرین اسلام کی برتری اور کامیابی کی خبریں سن کر مدینہ
 منورہ لوٹ آئے اور سیدھے خیر بن گئے۔ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ
 بھی تھے۔ نجاشی آپ کا خط پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور ہدایا اور تحائف ہمراہ کر کے ہاجرین
 کو آپ کے پاس روانہ کر دیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے خوش ہوئے یہ
 قافلہ حبشہ میں دس سال سے زیادہ رہ کر واپس آیا تھا۔ مکہ معظمہ میں مشرکین کے ظلم و ستم
 سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے ان کو خدا کے رسول نے حبشہ جانے کی اجازت
 دی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے جعفرؓ کی واپس سے زیادہ خوشی
 ہے یا خیر کی فتح سے بہر حال اس موقع پر آپ کے سننے دو سترہ تیس جمع ہو گئی تھیں۔
 دراصل اب ضرورت تھی کہ یہ تربیت یافتہ اور راسخ العقیدہ مسلمان دوسرے
 مسلمانوں سے مل کر اشاعت اسلام کی ضروری خدمات انجام دیں چنانچہ یہ فوراً
 مجاہدین میں داخل ہو کر مصروف کار ہو گئے۔

یہودی کی ایک اور شرارت

خیر بنی فتح کے بعد ابھی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں تھے کہ یہودیوں
 کے ایک سردار سلام بن مشکم کی بیوی سماء زینب بنت حارث نے آپؐ کی دعوت
 کی آپؐ نے ازراہ رحم و شفقت قبول فرمائی۔ اس نے گوشت میں زہر ملا کر بھیج
 دیا۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت بشر بن براد بھی کھانے میں شریک تھے۔ چنانچہ وہ کچھ کھانا
 نگل گئے۔ مگر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشت نے اطلاع کر دی کہ میرے
 اندر زہر ہے آپؐ نے کھوک دیا۔ آپؐ نے اس یہودیہ کو بلا کر پوچھا اس نے جرم
 کا اعتراف کیا۔

آپؐ نے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا۔ وہ بولی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ اگر آپؐ نبی نہیں تو آپؐ سے ہماری جان چھوٹ جائیگی۔ اگر نبی ہیں تو آپؐ اس کو نہ کھائیں گے۔ آپؐ نے اس کو معاف کر دیا مگر بعض روایات میں ہے کہ جب صحابی فوت ہوئے اس عورت کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے اس کو حضرت بشر کے وارثوں کے حوالہ کر دیا مگر چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے اس کو قتل نہ کیا۔

مسلمانوں کی خوشحالی

خبر کی زمین مسلمانوں میں تقسیم ہو گئی۔ پیدل کو ایک حصہ اور سواروں کو دو دو حصے ملے۔ ہاجرین حبشہ کو بھی غربت کی وجہ سے حصہ دیا گیا اور جو مستورات پانی پلاتی تھیں اور سرمہ پٹی کر رہی تھیں ان کو بھی غذائی سامان سے حصہ دیا گیا۔

خبر سے واپسی کے بعد

خبر سے واپس آکر آپؐ نے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ لیکن جو قبائل اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کی کوششوں اور سازشوں میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی طرف چھوٹے چھوٹے فوجی دستے ادب آموزی اور رعب قائم کرنے کے لئے روانہ فرمائے تاکہ ان کی ریشہ دوانیوں سے کون بڑی بغاوت اور خطرناک سازش سرسبز نہ ہونے پائے چنانچہ آپؐ نے (۱) نجد کے قبیلہ خزرجہ کی طرف حضرت ابو بکرؓ کو مبعوضہ سلمہ بن اکوع وغیرہ صحابہ کے روانہ فرمایا۔

(۲) قوم ہوازن کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔

(۳) بشیر بن دارام یہودی کی گرفتاری کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تیس شتر سواروں کے ہمراہ روانہ فرمایا جو خیبر کے یہودیوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہا تھا۔

(۴) بنی مرہ کی سرکوبی کے لئے بشیر بن سعد انصاری کو تیس سواروں سمیت روانہ کیا۔

(۵) قوم جہنیہ کے ایک قبیلہ کی طرف حضرت سام بن ذیہ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا گیا۔

(۶) قوم بنی الملوح کی تادیب کے لئے حضرت غالب بن عبداللہ کلینی کو ایک جماعت دے کر روانہ کیا گیا۔

(۷) قبیلہ حشم بن معاویہ کے سردار رفاعہ بن قیس کی سرکوبی کے لئے حضرت ابی صرہ کی کو صرف تین آدمی دے کر روانہ فرمایا۔

(۸) مقام اضم کی طرف حضرت ابوقحادہ اور محم بن جشم کو روانہ کیا گیا یہ تمام فوجی دستے کامیاب و فتح مند ہو کر واپس ہوئے۔

جنگ موتہ

تبلیغی خطوط | اس سال آپ نے اسلامی دعوت دینے کے لئے بہت سے دعوت نامے مختلف بادشاہوں کے نام بھیجے جن میں بعض مسلمان ہوئے بعضوں نے صرف عزت و احترام کیا اور بعضوں نے مخالفت کی۔ مگر جو خط آپ نے حادث بن عمیر اودی کے ہاتھ حاکم بصری کے نام بھیجا تھا وہ ابھی بصری نہ پہنچے گئے تھے کہ راستہ

میں شام کے قریب مقام مؤتہ میں وہاں کے حاکم مشرعیل بن عمر غسانی نے ان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ یہاں قیصر روم کی طرف سے موبیدار تھا۔ حادثہ بن مریہ کے بے گناہ قتل کی وجہ سے مسلمانانِ مدینہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ اگر یہ بات یونہی رہنے دی جاتی پھر سفیروں اور قاصدوں کی جانیں محفوظ نہ ہوتیں اور اشاعتِ اسلام کا راستہ ہی بند ہو جاتا۔ اور پھر وہ مدینہ پر حملہ کرتے۔ اس لئے آپ نے حکم دیا کہ مقام حرق میں فوجیں جمع ہوں۔ چنانچہ موضع حرق میں تین ہزار صحابہ کا مسلح لشکر جمع ہو گیا۔ آپ نے ان کا افسر حضرت زید بن حارثہ (اپنے منہی) کو مقرر فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب لشکر کے سردار ہوں گے۔ وہ بھی شہید ہو گئے تو پھر عبداللہ بن رواحہ علمبردار ہوں گے۔ ان کے بعد لشکر جس کو چاہے سردار بنائے۔ یہ الفاظ ایک یہودی سن رہا تھا اس نے کہا اگر یہ سچا پیغمبر ہے تو یہ تینوں شہید ہو جائیں گے۔ مگر اس کی بات پر کسی نے کان نہ دھرا۔ صحابہ کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ یہودی اگر مکتے اس میں تزلزل نہیں آسکتا تھا۔

لشکر کی روانگی

حضرت زید بن حارثہ لشکر کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور جاتے جاتے مقام معان تک پہنچ گئے۔ جو خلیج عقبہ کے کنارے ہے۔ وہاں معلوم ہوا کہ حاکم مؤتہ مشرعیل بن عمرو نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ فوج جمع کر رکھی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر قتل شاہ روم بھی اذہر آیا ہوا ہے اور اس نے جس ایک لاکھ فوج بھیج دی ہے بہر حال مسلمانوں کو ایک لاکھ یا دو لاکھ فوج سے پالا پڑا۔

مسلمانوں کا مشاورتی اجلاس

یہ معلوم ہو کر صحابہ نے سوچنے لگے۔ آپس میں سنو رہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ

مدینہ منورہ سے مزید امداد کے لئے پیغام بھیجا جائے مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے تقریر فرمائی کہ ہم لوگ آج تک محض اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے لڑتے رہے ہیں۔ ہمارا مقصد خدا تعالیٰ کی رضا ہے کچھ گئے تو مجاہد اور غازی مارے گئے تو شہید ہوں گے۔

إِخْدَى الْحُسَيْنَيْنِ (دو بھائیوں میں سے ایک) ضرور ملے گی، اس لئے ہم کو اللہ کے بھروسہ پر جہاد شروع کر دینا چاہیے۔ سارے اللہ والے صحابہ تھے، سب راضی ہو گئے اور جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت زید بن حارثہ ایک ہاتھ میں جھنڈا دوسرے میں نیزہ اٹھائے معان سے آگے بڑھے اور مقام موثر تک جا پہنچے، پھر آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے اندر جا گھسے انہوں نے گھیرا ڈال دیا۔ آپ نے بے جگر سی سے لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے بعد فوراً جھنڈے کو حضرت جعفر نے تھام لیا اور پھر خونریز جنگ شروع کر دی۔ لڑائی میں آپ کا ایک ہاتھ کاٹ گیا آپ نے دوسرے ہاتھ سے جھنڈا اٹھا مارا وہ بھی کاٹ گیا تو آپ نے چھاتی اور کہنیوں سے جھنڈا اٹھام کر جنگ جاری رکھی ایسا نہ ہو کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا کردہ علم حیتہ جی سرنگوں ہو جائے، آخر کار وہ شہید ہو گئے تو جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہ نے بلند کر دیا۔ جنگ زوروں پر تھی۔ تین ہزار مسلمان ایک لاکھ یا دو لاکھ جنگجو افراد سے برد آور تھے۔ آخر کار حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہو گئے۔ اب لشکر نے حضرت خالد بن ولید کو متفقہ طور پر امیر لشکر تجویز کیا۔ انہوں نے کمان ہاتھ میں لیتے ہی تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے، کبھی غلی کی طرح مینہ میں جا پہنچے کبھی میسرہ میں جا کودے، فوج کے دونوں بازوؤں کو خوب لڑا کر رومیوں کے چھلے چھڑا دیئے مگر لاکھ دو لاکھ فوج کوئی معمول طاقت نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت خالد نے فوج کے دستوں کو پیچھے کی طرف ڈور بھیجا کہ بردستہ وہاں سے نعرے بلند کرتا ہوا میدان جنگ میں کودتا جائے جس سے دشمن یہ سمجھ کر کہ عربوں

کو اور ملک پہنچ گئی پریشان ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے جنگ بندی ہی کو غنیمت سمجھا اور اپنے کیمپ کی طرف واپس ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے نقشہ جنگ اور ترتیب تبدیل کر دی انھوں کو کچھ پچھلوں کو آگے کر کے یکبارگی حملہ کر دیا جب دشمن سمجھے کہ تازہ ملک آگئی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ نے محسوس کیا کہ کچھ مہینے کے بغیر چارہ نہیں اور تین ہزار بہادر اور آزمودہ کار صحابہؓ کو لاکھوں دشمنوں کے ہاتھوں مٹانے کا کوئی کمال نہیں ہے، ہر کام کے لئے وقت درکار ہے، عنقریب رومیوں سے نمٹنے کے لئے انتظام ہو جائے گا، آپ نے لشکر کے دو حصے کئے۔ بہترین اور بڑے حصہ کو کچھ مہینے جانے کا حکم دیا اور اگلے حصہ کو اس طرح جنگ پر لگایا کہ دشمن کو دوسروں کی خبر بھی نہ ہو، اس لشکر نے میدان جنگ کے عرض میں پھیل کر خوب نعرے لگائے اور دشمن کو خوب معروف جنگ رکھا، دشمن کی طاقت سارے محاذ جنگ میں پھیل گئی، بالآخر دشمن نے اپنے کیمپ میں پناہ گزین ہونا ہی غنیمت سمجھا اور حضرت خالدؓ بھی اپنی فوج چاکر مدینہ کو ٹوٹے، اہل مدینہ نے استقبال کیا تو مٹی پھینکنے لگے کہ تم فرار ہو یعنی میدان جنگ سے بھاگے ہو) سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنفس نفیس استقبال کی تشریف لائے تھے آپؐ نے فرمایا کہ یہ فرار نہیں بلکہ کڑا ہے، یعنی پیچھے ہٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ اس موقع پر حضرت خالدؓ کو سبقت اللہ کا خطاب ملا

بات یہ ہوئی کہ موت کے میدان میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ ادھر مدینہ منورہ میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے واقعات کی اطلاع فرمادی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کر کے تقریر فرمائی کہ تمہاری فوج کے علمبردار ذبیر بن حارثؓ تھے وہ شہید ہو گئے تو جھنڈا جعفرؓ نے اٹھا تا وہ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہؓ اٹھائے ہوئے وہ بھی شہید ہوئے تو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے سرداری سنبھالی

اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائی۔

بعض روایت میں فتح علیٰ یدہ کے الفاظ آئے ہیں کہ پھر ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی، بہر حال اس دن سے حضرت خالد کو سَیْفُ اللہ کہا جاتا ہے۔ یہ مبارک الفاظ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مژد مبارک سے نکلے جن کا اثر آخر تک موجود رہا۔

ایک نکتہ

حضرت خالدؓ بچائے میدانِ جنگ کے گھر میں اپنی موت مرے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اگر حضرت خالدؓ کسی لڑائی میں مارے جاتے تو اس کا یہ معنی ہو جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تلوار ٹوٹ گئی، اللہ تعالیٰ نے سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الفاظ کی لاج رکھی اور حضرت خالدؓ کو کسی لڑائی میں شہید نہ ہونے دیا۔

سلطنتِ روم سے پہلی ٹکر کے فوائد

اگرچہ اس سے پہلے بھی سلطنتِ روم سے کئی ٹکریاں ہو چکی تھیں اور بعد میں بھی ہوئیں مگر یہ بڑا تصادم تھا جو پہلی بار عربوں اور سلطنتِ روم کے درمیان شام کے علاقے کے اندر واقع ہوا۔ اس میں مسلمانوں کے بارہ آدمی شہید ہوئے اور دشمنوں کے مقتولوں کی تعداد کافی اور زیادہ تھی۔

اس لڑائی سے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) رومیوں پر مسلمانوں کی جنگی قابلیت، سخت جانی اوسبے خوفی کی دھاک بیٹھ گئی۔ ان کی کثرت کا غرور خاک میں مل گیا۔

(ب) حضرت خالدؓ کا ایک لاکھ آدمیوں سے بھرپور جنگ کر کے اپنی سپاہ کو صحیح و سالم بچا لینا جنگی نقطہ نظر سے بے نظیر کارنامہ ہے جس کا اثر ہر صاحب بصیرت نے قبول کیا۔

(ج) مسلمانوں کو رومیوں کی فوجی قوت۔ ان کے طور طریقے، ان کی تنظیم، ہتھیار، اسلوب جنگ وغیرہ تمام باتوں کا علم اور تجربہ ہو گیا جو آئندہ بے انتہا کارآمد ہوا۔ اس عظیم جنگی نائنہ کے مقابلہ میں معمولی جانی نقصان کی کوئی حیثیت نہیں۔

جنگِ مؤثرہ کے بعد

بعض روایات میں ہے کہ بعض قبائل نے اطاعت سے سرتابی کر کے جنگ تیار کی اور بعض نے لکھا ہے کہ جنگِ مؤثرہ میں جن قبائل نے نصرانیوں کی مدد اور اس طرح مسلمانوں کے رعب کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ان کی تادیب اور بے رحمی کو ذور کرنے کے لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ بن العاصؓ کو ایک معتد بہ فوجی طاقت دے کر شام کی طرف بھیجا۔ جب وہ ذاتِ سلاسل کے پانی کے پاس قومِ جذام کی زمین پر پہنچے ان کو دشمن کی کثرت کا خدشہ ہوا۔ انہوں نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مزید مدد طلب کر لی آپؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراحؓ کو مہاجرین اولین کا جیش دے کر امداد کے لئے روانہ کر دیا جس میں حضرت صدیقؓ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اب حضرت عمرؓ بن العاصؓ نے روم سے ملنے والے قریبی قبائل کو بھیجا کیا۔ اور بل، عذرہ، بلقین، طبری، لحم، ندام وغیرہ سب قبائل کے علاقوں میں پھیلے۔ آپؐ جہاں جاتے وہاں کے لوگ بھاگ جاتے۔ کسی جگہ کوئی بھی مقابلہ نہیں ہوا۔ اس طرح سرحدِ شام و عراق تک علاقے مامون و منصور بنو امیہ کے

فتح مکہ معظمہ

اور

عالمگیر آسمانی پروگرام کا اعلان

آپ پڑھ چکے ہیں کہ معاہدہ حدیبیہ میں مسلمانوں اور قریش مکہ کو کھل اجازت دی گئی تھی کہ جس جس قبیلہ سے چاہیں معاہدہ کر کے اس کو اپنا حلیف (جنگی معاون) بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ قبیلہ بنو خزاعہ جو عرب کا مشہور قبیلہ تھا، اور جس کے اندر اسلام کچھ نہ کچھ سرایت کر چکا تھا، اور جس کا میلان بھی مسلمانوں کی طرف تھا، مگر قریش کے دباؤ کی وجہ سے اس کو تامل تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد اب اس نے کھل کر مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا، اور اس کے دشمن قبیلہ بنو بکر کا قریش سے معاہدہ ہو گیا۔ اب جو قبیلہ بھی دوسرے پر زیادتی کرے گا۔ اس کی ذمہ داری اس کے حلیف پر بھی ہوگی۔ ان دونوں قبیلوں میں پرانی دشمنی تھی۔ خدا کی نشان کہ معاہدہ حدیبیہ سے دو سال کے بعد یعنی شہرِ حِجْر میں ان دونوں قبیلوں میں محسن گئی۔ بکر بنو بکر نے رات کو سوتے وقت بنو خزاعہ پر بے خبری میں حملہ کر کے قتل عام شروع کر دیا۔ وہ بے چارے بھاگ کر حرمِ کعبہ میں پناہ گزین ہوئے۔ بنو بکر نے وہاں بھی جا کر ان کو قتل کیا۔ اس قتل عام اور شہنشاہی میں رسولِ قریش بھی شریک تھے۔ اس افسوسناک و دردناک حادثے کے بعد بنو خزاعہ کا وفد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور مدد چاہی۔ یہ لوگ بھاگ

کہ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کی خدمت میں اپنی درخواست ان چند اشعار میں پیش کی۔

اَنْ قَرِيشًا اَخْلَفُوا الْمَوْعِدَا
وَلَقَضُوا مِثَاقَكَ الْمَوْكِدَا
لَا مُمْسِكِيْنَ اَحْيَا نَا شَدَّ مَحَمَّدَا
حَلَفَا بَيْنَا وَابِيهِ الْاَسَدَا

ترجمہ :- قریش نے وعدہ خلافی کر دی ہے اور آپ نے کیا بھولا مہاجرہ توڑ ڈالا ہے، مگر غم کی کوئی بات نہیں ہیں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہل کروں گا اور اپنے اور ان کے بزرگوں کی رفاقت کا واسطہ دوں گا۔

فَانصُرْ رَسُولَ اللّٰهِ نَصْرًا عَمَدَا

وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَا تَوْأَمَدَا

ترجمہ :- تو اسے خدا کے رسول جیسی اچھی مدد فرما جس اور اللہ کے بندوں کو بلا میں کہ مدد کو آہنچیں۔

سَرَوَرِ عَالَمٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام

آپ نے اس وفد کو اطمینان دلایا اور پھر قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کے سامنے تین راستے ہیں۔ ان تین باتوں میں سے ایک کو مان لو۔

(۱) یا تو بنو خزاعہ کو خون بہا ادا کرو۔

(۲) یا پھر بنو بکر سے لالچ لٹکی کا اعلان کر دو۔

(۳) یا پھر معاہدہ مدعیہ کو ختم سمجھو۔

قریش نے بے پرواہی سے جواب دیا اور کہا کوئی معاہدہ نہیں۔ اس طرح خود انہوں نے نفقہ عہد بھی کیا پھر معاہدے کے خاتمہ کا اعلان بھی کر دیا۔

معادہ حدیبیہ کا خاتمہ اور قریش کی گھبراہٹ

اس طرح قریش نے معادہ توجوش و جنون میں ختم کر ڈالا لیکن بعد میں سخت پشیمان ہوئے۔ اور مسلمانوں کی طاقت سے گھبرا اٹھے۔ چنانچہ ابوسفیان کو معادہ تازہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ بھیج دیا۔ مگر مسلمان اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی گویاں نہ کیلئے تھے۔ وہ جہاں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لٹنا جاتے تھے۔ وہاں میدان سیاست کے بھی شاہسوار تھے۔ ابوسفیان کی دال نہ گلی اور نہ اس کو اطمینان بخش جواب ملا۔ اور نہ ہی اس کو کھل کر اعلان جنگ سنایا۔ اسی تذخہ کی حالت میں وہ حضرت صدیقؐ سے سفارش چاہنے لگا مگر اطمینان بخش جواب نہ ملا۔ حضرت عمرؓ کے پاس آیا مگر انہوں نے بھی ٹال دیا۔ آخر کار خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے جو اس وقت پانچ سال کے تھے کہنے لگا کہ اگر یہ بچہ آج صلح کر دے تو آج ہی سے عرب اس کو اپنا سردار تسلیم کر لیں۔ حضرت خاتون جنتؓ نے فرمایا بچوں کو ان باتوں سے کیسا سروکار ہے۔

جب ابوسفیان ہر طرف سے مایوس ہوا۔ تو اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ کے پاس آیا۔ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین تھیں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مبارک تھیں۔ ابوسفیان اتنے ہی بستر پر بیٹھ گیا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ ذرا آپ اٹھیں۔ وہ اٹھا تو ام المومنین نے بستر نیچے سے اٹھالیا۔ ابوسفیان تعجب و حیرانی سے دریافت کرتا ہے کہ یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں اس کے قابل نہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں یہ آقاؐ کے نامدار کا بھونا ہے۔ آپ مشرک ہیں اس پر بیٹھنا میں نے کسی طرح موزوں نہیں سمجھا۔ بہر حال ابوسفیان یہاں سے بھی مایوس ہوا۔ آخر کار

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک ہی صورت ہے کہ تم مسجد نبوی میں جا کر سب کے سامنے اعلان کرو کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ تازہ کر دیا۔ ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ معظمہ کو لوٹے گا غالباً حضرت علیؓ نے اس کے ساتھ مذاق کیا۔ جب وہ مکہ معظمہ آیا لوگوں نے کہا یہ کیسی طرفہ تجدید معاہدہ کیا چیز ہے۔ اب ہم اس کو معاہدہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ یہ تو مذاق کیا گیا ہے۔ ابوسفیان شرمندہ تھا اور قریش جانتے تھے کہ اب مسلمانوں کو ہم پر حملہ کرنے اور لوٹنے کا حق حاصل ہے وہ ڈرنے بھی تھے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمان کب ان پر حملہ کرتے ہیں۔

فتح مکہ کی تیاری

ادھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیاری میں مصروف ہو گئے۔ تاکہ اسلامی دعوت کا راستہ ہموار کر کے خلقِ خدا کو گمراہی اور ظلم و عدوان سے بچایا جاسکے آپؐ نے مدینہ منورہ کے اطراف و جوانب میں احکام بھیج دیے کہ جنگ کی تیاری کرو چنانچہ مدینہ منورہ کے اندر اور باہر جنگ کی عظیم تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ آپؐ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی مہم کا ارادہ فرماتے تو پوری رازداری سے کام لیتے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن کو قبل از وقت اطلاع ہو کر تیاری کا موقع ملے۔ اکثر آپؐ جدھر کا ارادہ فرماتے۔ اس سے دوسری سمت کے حالات دریافت کرتے تاکہ آپؐ کے اصلی ارادوں کی مخبری نہ ہو سکے۔

مکہ معظمہ کو قدوسی فوج کی روانگی

جیسے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے کہ آپؐ دس ہزار قدوسی لشکر کے ساتھ آئیں گے اس کے عین مطابق آپؐ تیاری کر کے دس ہزار صحابہؓ کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ

سے نکلے۔ مکہ معظمہ کا رخ کیا اور تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے۔ اب وہ زمانہ بہت گیا کہ اہل اسلام کے پاس سامان جنگ - ہتھیار اور راشن بھی نہ ہوتا تھا اب صلح حدیبیہ کی برکت سے پیغمبرؐ انہ بصیرت کے عین مطابق ان دو سالوں میں مسلمان عرب کی عظیم طاقت بن چکے تھے۔ اب لشکر میں بار برداری کا مکمل انتظام تھا۔ گھوڑوں کے رسالے ہمراہ تھے۔ راشن کی فراوانی ہے۔ ساری فوج اس وقت کے تمام اسلحہ سے لیس (مسلح ہے)۔

مختلف عرب قبائل کے لشکر اس میں شامل ہیں، مختلف قبائل کے جہادِ اعلم (جھنڈے) ہیں جو ان کے سرداروں کے ماتھے میں ہیں۔

قبیلہ بنو سلیم کے سات سو جاناہد مسلمان ہمرکاب ہیں۔ قبیلہ مزیہ کے ایک ہزار جوان ہمدرد آدما ہمراہ ہیں۔ بنی غفار کے چار سو۔ بنی جنیہ کے چودہ سو مجاہد ساتھ ہیں۔ ان کے سوا قبیلہ تمیم، قبیلہ اسد، قبیلہ قیس وغیرہ ہر قبیلہ پر رکھے ہوئے شوق شہادت میں سرشار ہمارا ہے ہیں۔ جب یہ قدوسی لشکر مکہ معظمہ کے قریب بمقام مراطلہ ان پہنچا۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیتے ہیں۔ رات ہوتی ہے آپؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب آگ روشن کرو۔ چنانچہ چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ ہزار ہزار کے حصے الگ ہو جاتے ہیں، پھر ہر آدمی آگ جلاتا ہے۔ قریش معاہدہ ختم ہونے سے پریشان تو تھے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ کب ابتلاء پیش آئے گا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی ان کے ہاتھوں کے ٹوٹے اڑ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ بے انتہار و نشنیاں ہیں۔ انہوں نے یہ منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ چند سردار تحقیق حال کے لئے نکلے۔ یعنی ابوسفیان۔ حکیم ابن حزام اور بدیل بن ورقاء یہ تینوں سردار تھے۔ ابوسفیان کو حضرت عباسؓ نے پہچان لیا ان میں پرانی دوستی تھی۔ ابوسفیان نے کہا کیا کیا جائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بچنے کی ایک ہی سورت ہے کہ کسی طرح

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر مسلمان ہو جاؤ۔ اس کو ساتھ لے کر حضرت عباسؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیر پر آپ کے پاس لے چلے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے دیکھ دیا۔ وہ ڈر سے کہیں حضرت عباسؓ ابوسفیان کو بچا نہ لیں۔ وہ بھی دوڑتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے اور جلدی ہی حضرت عباسؓ بمعہ ابوسفیان آگئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ ابوسفیان کی گردن مار دوں۔ حضرت عباسؓ نے ان کو امان دے دی ہر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ کل صبح ابوسفیان کو میرے سامنے پیش کریں۔

حضرت عمرؓ کا جوشِ ایمان

حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کے رشتہ دار ہوتے تو آپ اس طرح نہ کرتے یعنی ان کے قتل کے دہپے نہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا — خدا کی قسم کہ مجھے آپ کے مسلمان ہو جانے سے اتنی خوشی ہوئی جو اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے نہ ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم کو حضور کی خوشی اور آپ کے قرابت داروں کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ مگر یہ ابوسفیان تو دشمنِ اسلام ہے۔

ابوسفیان پیش ہوتے ہیں

دوسری صبح ابوسفیان کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان کیا اب بھی تم نہیں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا اگر کوئی اس قابل ہوتا تو ہمارے مدد کرتا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ابھی تک تم نہیں سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے

کہا کہ اس میں ابھی تک کچھ تردد ہے۔ حضرت عباسؓ بولے۔ یوسفیان کیوں حضورؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتا یہ کیا مرنا ہی چاہتا ہے۔ دوسری طرف حضورؐ کے اخلاق و عادت کا اثر تھا۔ یوسفیان کلمہ پڑھتا اور مسلمان ہو جاتا ہے۔ حضرت عباسؓ نے سفارش کی کہ یوسفیان کی کچھ عزت افزائی کی جائے۔ آپؐ نے فرمادیا۔

مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ

ترجمہ :- جو شخص یوسفیان کے مکان میں چلا گیا اس کو امان ہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔

مَنْ أَعْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ

ترجمہ :- جس نے اپنا کواڑ بند کر دیا اس کو بھی امان ہے جو مسجد میں چلا گیا اس کو بھی امان ہے۔

لشکرِ اسلام کا داخلہ مکہ معظمہ اور آپؐ کے احکام

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلا حکم دیا کہ مکہ معظمہ میں لشکر چاروں طرف سے داخل ہونا شروع کر دے۔ آپؐ کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ لشکر تقسیم ہو گیا۔ آپؐ کے حکم کے مطابق فوج کا میسرہ (بایاں بازو) حضرت زبیر بن العوامؓ کی قیادت میں شمال کی طرف سے میمنہ (دایاں بازو) حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں جنوب سے انصار فوجیں حضرت سعد بن عبادہؓ کی قیادت میں مغرب کی طرف سے اور ماجرین کا لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کی قیادت میں شمال مغرب کی طرف سے مکہ معظمہ میں داخل ہونا شروع ہوا۔

آپؐ نے دوسرا حکم دیا کہ جب تک شدید ضرورت اور مجبوری نہ ہو تک نہ کی جائے نہ طاقت استعمال کی جائے۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسرا حکم دیا کہ ابوسفیانؑ کو گھاٹی کے ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جائے جہاں سے وہ سارے لشکر کو دیکھ سکے۔ وہ مسلح مسلمانوں کے دستے گزرتے دیکھتا اور یہ پوچھتا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ وہ ان کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور یہی آپؐ کا مقصد تھا کہ وہ اتنا مرعوب ہو جائے کہ کسی طرح بھی قریش کو جنگ لا مشورہ نہ دے اور فتح ہونے والا شہر بغیر خونریزی کے فتح ہو جائے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رکاب میں انصار و مہاجرین کا لشکر گزر رہا جو سر سے پاؤں تک ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ابوسفیانؑ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اس کو بتایا گیا کہ یہ انصار و مہاجرین کا لشکر ہے۔ وہ کہنے لگا اس لشکر کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عباسؓ سے کہنے لگا کہ تمہارے بیٹے کی بڑی بادشاہت ہے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بادشاہت نہیں بلکہ جلالِ نبوت ہے۔

حضرت ابوسفیانؑ کی مکہ معظمہ میں واپسی

حضرت ابوسفیانؑ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہاں کے لوگ پریشان و حیران تھے، اپنے سرداروں کا منہ ننگ رہے تھے، اب سب ابوسفیانؑ کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے کہا کہ اس لشکر سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، اس کی بیوی ہندہ کھڑی تھی، ابوسفیانؑ کی مونچھ پکڑ کر بول: قریش! یہ بوڑھا کھوسٹ ہو گیا ہے، جنگ کے بغیر چارہ نہیں۔ ابوسفیانؑ نے کہا اس کی بات نہ مانو اور اس کو کہا جاؤ گھر میں بیٹھی رہو۔ ابوسفیانؑ نے کہا جو میرے گھر میں آجائے اس کی جان محفوظ ہوگی۔ لوگوں نے کہا تمہارے اس مکان میں سارے لوگ کیسے آئیں گے۔ اس نے کہا جس نے ہتھیار ڈال دیئے اس کو امان ہے جو مسجد میں داخل ہوا اس کو امان ہے جس نے اپنا دھواڑہ بند کر دیا اس کو امان ہے۔ لوگوں کی جان میں جان آئی۔ یہ سب رعائیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے دے رکھی تھیں۔

شانِ رحمت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین تھے۔ آج دریائے رحمت جوش میں تھا، چنانچہ جب جوش اور اسلامی غیرت کے تحت انصاریہ کے علیر داہ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ

الْيَوْمَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ الْيَوْمَ تَحِلُّ الْكَعْبَةُ

ترجمہ :- آج گھمسان کا دن ہے آج خاؤ کعبہ میں جنگ بھی حلال ہوگی۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا

الْيَوْمَ يَوْمَ الْمَرْحَمَةِ (آج کا دن مہربانی کا دن ہے) اور ساتھ ہی حکم

دیا کہ سعدؓ سے جھڑا لے کر اس کے بیٹے قیس کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت سعدؓ کے بیٹے قیس کو نفس پر کنٹرول اور اعصاب و حواس پر قابو زیادہ تھا۔

لشکرِ اسلام کا پُر امن داخلہ

اب لشکرِ اسلام نہایت امن سے شہرِ مکہ معظمہ میں چاروں طرف سے داخل ہونا شروع ہوا اور کہیں مزاحمت نہ ہوئی سوائے چند سرپھروں کے جنہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر کی مزاحمت کی مگر سب غائب و خاسر اور اپنے چند آدمی قتل کر کے ٹھنڈے ہو گئے۔ مسلمانوں کے دو آدمی شہید ہوئے اور بھی وہ دو آدمی تھے جو لشکرِ خالد سے کہیں بھٹک گئے تھے۔ تمام لشکرِ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر حسبِ قرارداد جبلِ منہ میں جمع ہو گیا۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا داخلہ

اب سردارِ دو جہاں مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے ہیں اس شہرِ مکہ معظمہ میں جس کے باشندے پورے اکیس سال تک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ایذا نہیں دیں۔ ان کو ملکِ وطن سے نکال دیا۔ ان کی جائیدادوں پر قبضہ کیا پھر مدینہ منورہ پر پٹھانیاں کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کی سیخ کنی کی کوششیں کرتے رہے۔ کوئی دنیا کا بادشاہ یا سپہ سالار ہونا تونگی تلوار کے ساتھ اگڑتا ہوا داخل ہوتا۔ انکھیں غصے سے سرخ ہوتیں۔ اپنے جاں نثاروں کو قتلِ عام کا حکم دے دیتا اور تمام فوجی بھپھرے ہوئے شیروں کی طرح اپنے شکار اور عمر بھر کے دشمنوں پر پل پڑتے اور دیکھتے دیکھتے سر زمینِ مکہ معظمہ خون سے لالہ زار بن جاتی۔ خواتین کی عزتیں خاک میں مل جاتیں۔ بچے بلبلائے اور قیامت کا کھرام مچا ہوتا۔

مگر یہ خدا تعالیٰ کے پیغمبر کی سواری ہے۔ رحمتہ للعالمین کی سواری ہے جس سپہ سالار حضرت سعد نے غصے کا اظہار کیا۔ اس سے علم چھین لیا۔ پناہ دینے کا اعلان فرما دیا۔ اونٹنی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس طرح داخل ہوتے ہیں کہ سر مبارک جھکتے جھکتے اتنا جھک گیا کہ داڑھی مبارک پالان کو لگنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ جب لشکرِ اسلام مکہ معظمہ کی تمام گزرگاہوں اور ناکوں پر کنٹرول کر کے جل ہند میں ڈیرے ڈال دیتا ہے۔ آپ سب سے پہلے مسجد حرام میں جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ کو منگا کر ان سے خانہ کعبہ کی کنجی لے کر خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ یہاں مشرکین نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ایک ایک بت کو گراتے اور زبان مبارک سے فرماتے ہیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝
ترجمہ :- حق آپہنچا - باطل مٹ گیا - باطل کا انجام مٹنا ہی ہے۔

بے مثال معافی

آپؐ خانہ کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیتے ہیں، وہ حکم پاتے ہی خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیتے ہیں۔ توحید و رسالت کے کلمہ شہادت سے دشت جہیل گونج اٹھتے ہیں، آپؐ فارغ ہو کر خانہ کعبہ کے دروازے پر تشریف لاتے ہیں، اکیس سال کے مجرم اور بدترین مجرمین سامنے کھڑے ہیں، ان کے دل کانپ رہے ہیں، اپنی کرتوتوں کو یاد کر کے سبے جا رہے ہیں کہ خدا جانے کیا سلوک ہو گا؟ کیا زندہ آگ میں بلائے جائیں گے یا لوہے کی کنگھیوں سے گوشت نسیج لہج کر ہلاک کیا جائے گا؟ اُس وقت اُن کی کیفیت قابلِ دید تھی، آپؐ اُن سے دریافت فرماتے ہیں کہ تم کس سلوک کی توقع رکھتے ہو، وہ زبانوں سے کہتے ہیں بھڑائی ہوئی آواز سے، آپؐ سے بھلائی ہی کی توقع ہے۔

آخِ كَرِيْمٍ وَابْنِ آخِ كَرِيْمٍ

ترجمہ :- آپؐ نہایت ہی شریف بھائی اومایسے ہی شریف بھائی کے فرزند ہیں۔
آپؐ ارشاد فرماتے ہیں

اِذْ هَبُوا فَاَنْتُمْ الْقُلُقَاءُ

ترجمہ :- جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (عام معافی کا اعلان فرمادیا)

ان کی جان میں جان آتی ہے اور ساتھ ہی دل ملامت کرتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ کیا کرتے رہے اور یہ کیا کر رہے ہیں، نہ غصہ ہے نہ انتقام، نہ مال پر قبضہ نہ دولت پر، بلکہ ہمارے جو جائیدادیں چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے تھے وہ بھی

انہی اہل مکہ کے پاس رہنے دیتے ہیں۔ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کا انجام بھی دیکھ چکے تھے اور سالہا سال سے اسلامی تعلیمات سنتے رہتے تھے۔ اب ان کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا، سوئے چند قلیل التعداد نفوس کے سارے بیعت کرتے اور مسلمان ہو جاتے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لئے صاف و پاک کر دیا جاتا ہے جہاں قیامت تک شیطان اور بتوں کی پوجا نہ ہوگی۔ اور یہاں سے نور کی شعاعیں سارے عالم کو منور کرتی رہیں گی۔ بہر حال آپؐ خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑ کر خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر عام مردوں سے خطاب فرماتے ہیں۔

خطاب عام

آپؐ نے اس تاریخ ساز اجتماع میں خدائی حکومت کے اعلان کے پہلے دن تمام انسانی برادری کو خطاب فرمایا۔ اور انسانیت کے بنیادی حقوق کو قانونی حیثیت دے کر نسلِ آدم کے امن و آسائش اور کامیابی و کامرانی کا معیار بنایا۔
آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
وَهَذَا مِمَّا اخْتَارَ ابْنُ وَحْدَةٍ

ترجمہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ ایک اور لاشریک ہے اسی نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام قبائل اور گروہوں کو تنہا خود ہی شکست دی۔

اس اعلان سے ایک طرف آپؐ نے توحید کا اعلان فرمایا، پھر یہ بات بتا کہ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے نصرت کا وعدہ کر رکھا تھا جو آج اس نے پورا کر دیا۔ اپنی نبوت و صداقت کی دلیل پیش فرمائی کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ دوسری

طرف آپ نے اس عظیم اور لافانی فتح کو کسی قبیلہ یا پارٹی کی فتح قرار نہ دے کر اس کو صرف اللہ تعالیٰ کی امداد کا نتیجہ قرار دیا تاکہ کسی قبیلہ میں قبائل عصیّت یا انتقامی جذبے کی طرف خیال بھی نہ جائے، اور حقیقت بھی یہی ہے، کتنا بلیغ خطبہ ہے۔

خلافتِ الہیہ کی بنیاد

دراصل آج خلافتِ الہیہ کے عمومی اور عالمگیر اعلان کا پہلا دن تھا جس میں آسمانی پروگرام پیش کرنا تھا، اس لئے آپ نے اس کے بعد تین اہم بنیادی باتوں کا ذکر فرمایا۔

الاكل ما شرة وادمر اموال فلهي تحت قدمي هاتين الاسدانة البيت

و سقاية الحاج

ترجمہ :- یاد رکھو ہر خزانہ و مبادیات کی بات اور پڑانے خون بہا (یا قتل کے انتقام) اور مال جس کا دعویٰ ہو میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں، سوائے بیت اللہ شریف کی تو لیت کے اور سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے۔

گویا میں جان و مال اور عزت تین ہی باتیں ہوتی ہیں جن کے لئے انفرادی و اجتماعی نزاعات برپا ہونے ہیں، آپ نے ان تینوں مقاصد کو ختم کر کے ایک مقصد سے روشناس کر دیا، وہ ربّ العظیم کی رضا مندی اور اسی کے تحت اس عادلانہ نظام تھا۔ خزانہ و مبادیات کے ان تینوں منہوں کو آپ نے پاش پاش کر کے اعلان فرمادیا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَقَاتَ لَكُمْ

ترجمہ :- تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔

سب کو اپنی حقیقت پر متوجہ کر کے جاہلیت کا غرور اور نسل گھنڈہ فسم کر ڈالو۔

چنانچہ ارشاد فرمایا۔

یا معشر قریش ان الله قد اذهب عنكم غشوة الجاهلیة وتعظمها بالاتباء۔ الناس من آدم و آدم من تراب
ترجمہ :- اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے جاہلیت کا غرور اور
باپ دادوں کے نام سے گھمبٹ اور بڑھائی نکال دی ہے۔ تمام لوگ آدم سے
پیدا کئے گئے اور آدم مٹی سے۔

خطاب عام کا آخری حصہ

خطاب کے آخر میں آپ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

ترجمہ :- اے لوگو تم نے نم کوثر اور مادہ سے پیدا کیے اور قبیلے قبیلے
اس لئے بنایا کہ آپس میں تعارف ہو۔ (یعنی پہچان کے لئے اور باہمی تعارف و
محبت قائم کرنے کے لئے) اور نہ یقین جانو کہ تم میں سے خدا تعالیٰ کے ہاں عزت والا
ہے جو تقویٰ و طہارت میں زیادہ ہو۔

یعنی جو حدود و شریعت کا زیادہ پاس رکھے۔ دینی ضرورت کو تمام ضروریات پر
ترجیح دے۔ اس طرح آپ نے قانون الہی کی بالادستی قائم فرمادی اور اسی کو عزت
و کرامت اور رفعت شان کا معیار قرار دیا۔

مردوں کے بعد خواتین سے خطاب

مردوں سے فارغ ہو کر آپ نے عورتوں کو بھی خطاب فرمایا۔ مردوں کو ارشاد کیا کہ گئی باتوں

کے علاوہ چند اور باتوں کی تلقین بھی فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ عورتوں کی بیعت آپ نے حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دی۔

بہر حال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری عمر عورتوں سے بیعت لیتے وقت ان کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا نہ کسی اور حصہ جسم کو مس کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں اور قسم کھا کر کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری عمر کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔

خانہ کعبہ کی کنجی

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہی میں سے ایک آدمی عثمان بن طلحہ کو بلایا جو مدہی دن پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور پہلے سے کلیدِ برادر تھے، کلیدِ کعبہ اُن کے حوالہ فرما دی، آج تک یہ عزت انہی کے خاندان میں چلی آرہی ہے۔

بعض دشمنانِ اسلام کا قتل

اور

حضرت عکرمہ کا قصہ

آپؐ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے چند دشمنوں کو مستثنیٰ کر کے ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا، یہ انتہائی خطرناک اسلام کی جراثیمیں بیان کرنے والے شاعر یا دوسرے بدکن تھے چنانچہ ان میں سے چند قتل کر دیئے گئے۔ عکرمہ ضروری سامان لے کر سمندر کی طرف بھاگ نکلا سمندر کے کنارے پہنچ کر زمین جانے کے لئے ایک کشتی پر سوار ہو گیا اور عاقبت کے مطابق اپنے بت کا نعرہ لگایا جس پر کشتی والوں نے کہا یہ کون ہے وقوف آج کشتی میں سوار

ہو گیا، اس کو معلوم نہیں کہ دریائوں اور سمندروں میں خشکی کے خدا کام نہیں آتے وہ تو خشکی میں کام دیتے ہیں، سمندروں میں آسانی خدا ہی کام آتا ہے اور انہی کو پکارا جاتا ہے یہ سن کر عکرمہ نے کشتی ٹھہرا دی اور خود اتر گیا، اُس کے دل کو کشتی والوں نے اس قہر سے سخت دھکا لگا، اُس نے کہا سمندروں میں ہمارے یہ خدا کام نہیں دیتے اور خشکی میں تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہمارا کچھ مر نکال دیا ہے، وہ کشتی سے اتر ا اور مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا، دراصل اس کے ایمان و نجات کا وقت آپ پہنچا تھا۔ جب عکرمہ بھاگ گئے تھے، ان کی بیوی اُمّ کلثومؓ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی تھی اور پھر آپ سے عکرمہ کی جان بخشی کی درخواست کر دی تھی، آپ نے عکرمہ کو معاف کر دیا تھا کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ خوشخبری سن کر عکرمہ کی بیوی خاوند کی تلاش میں سمندر کی طرف چل پڑی، اب خدا کا کرنا ایسا سنا کہ دو در جا کر دونوں میاں بیوی آمنے سامنے آ گئے، عکرمہ نے حیران ہو کر پوچھا تو کہہ کر آئی، اس نے جواب دیا: تمہاری تلاش میں نکلی، یہ شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے نظیر افسان ہیں، اس جیسے کریم کو دنیا کی نگاہوں نے نہ کبھی دیکھا تھا نہ دیکھیں گی، انہوں نے تم کو معافی دیدی ہے، اب بیوی خاوند فرحان و شادان مکہ معظمہ کی طرف چلے آ رہے ہیں، لق و دق جنگ و بیابان ہے، ہر طرف ریگستان ہے آدم زاد کا نام و نشان نہیں خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں، یہ بیوی خاوند میں آپس میں بے تکلفی اور سیال ہے محبت کا گہرا نہ ہے سالہا سال پیار و محبت سے اکٹھے رہ چکے ہیں، عکرمہ نے چٹے چٹے بیوی کا بازو پکڑ لیا، بیوی نے جھٹک کر بازو پھیر لیا اور بولی کہ دیکھو ہا خدا منت لگا، تم ابھی کافر ہو اور نبی مسلمان ہو چکی ہو، یہ فیصلہ حضورؐ کے سامنے ہو سکے گا۔ (اللہ اکبر) یہ اس قوم کی عورت ہے جو زنا پر فخر کرتے اور حرامی بچوں پر دعویٰ کر کے ان کو اپنا تے، مادہ زنا دینے کے ہو کر خدا کے عیب کے طواف میں زیادہ ثواب سمجھتے جو شراب کی دیا قوم تھی

اور شاعر ہر قصیدہ عورتوں کے عشق و اشتیاق سے شروع کرتے اللہ اکبر آج اسی قوم کی ایک عورت نے صرف کلمہ اسلام پڑھا ہے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ کرم اس پر پڑی ہے، اس کے دل کی دنیا بدل چکی ہے، وہ پُرانے خاوند کا ہاتھ لگانا بھی حضور کی اجازت کے بغیر برداشت نہیں کر سکتی۔

صحابہؓ کی شان

جو لوگ صحابہؓ کرام پر تنقید کرتے ہیں ان بے دینوں کو کیا معلوم ہے کہ حضور کی نگاہِ کرم اور پاک مجلس میں کیا تاثیر تھی؟ جن صحابہؓ کرامؓ نے ساہا سال آپؐ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں، آپؐ کی زبانِ مبارک سے قرآنِ پاک سنا۔ آپؐ کے معجزاتِ انگھوں سے دیکھے اور زوہلِ وحی کا تماشا کیا، ان کے دلوں کا کیا حال ہوگا، ظاہری شرعی تقاضوں کو چھوڑ کر ان کے دلوں کی پانکھ سینوں کے غلوں، قریبِ الہی اور درجات کی بلندی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی شان میں تنقید و تعریف کرنے اور ان کو نشانہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ بعض لوگ صحابہؓ کرامؓ کی باہمی رنجشوں یا غلط فہمیوں کی بحثوں میں الجھ کر اپنے ایمان کو نقصان پہنچاتے ہیں، حالانکہ باپ اور بیچا کی شکر و خجیوں یا خدا تعالیٰ کے اپنے رسولوں سے کلام فرمانے پر اپنے کو قیاس کرنا اور اسی طرح کے جملے پیغمبرِ احمدؐ کے بارہ میں کہنا انتہائی جہالت و شقاوت ہے، اسی لئے حضورؐ نے ہم کو صاف صاف حکم دیدیا ہے۔ اللہ۔ اللہ۔

فی اصحابی لا تتخذوہم من بعدی غرضاً۔ (الحديث)

ترجمہ: کہ میرے صحابہؓ کے بارہ میں خدا سے ڈرو، غلطی نہ دو۔ میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔

ہمارے لئے تو حضورؐ کا یہ قولی حکم کافی ہے۔ آپؐ نے اس کے بعد نہایت سخت کلمات فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّهُمْ قَبَضَتْهُ مِنْ أَجَلِهِ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ قَبَضَتْهُ مِنْ بَعْضِهِ
ترجمہ: جس نے صحابہؓ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان
سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو انہوں نے مجھ سے بغض رکھنے کی
وجہ سے اُن سے بغض رکھا۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابیؓ کو مستثنیٰ نہیں فرمایا
اور یہ قولی حدیث ہے ہم نہ صحابہؓ کے اعمال کے ذمہ دار ہیں نہ سرورِ عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے عمل کے اور نہ ان باتوں کے جو خدا نے اپنے رسولؐ سے فرمائیں
یا پیغمبر اپنی امت سے فرمائیں ہم کو تو اس حکم کو ماننا ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ہم کو دیا ہے وہ حکم یہی ہے کہ میرے بعد میرے صحابہؓ کو نشانہ نہ بنانا۔

اسی وجہ سے تمام اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہؓ کے آپس کے
مشاجرات اور منازعات میں مسلمانوں کو کف لسان کرنا چاہیے یعنی ان کے بارہ میں زبان
کو بند رکھنا چاہیے۔ دراصل ان ہی بزرگوں کے ذریعے اسلام ہم کو پہنچا ہے اگر اسلام
کے یہ گواہ ہی بخدوش ہو جائیں تو سارا اسلام مشکوک ہو جاتا ہے، یہی وہ سازش
ہے جو صحابہؓ کے خلاف یورپ کے مستشرقین یعنی یورپ کے علماء عربی نے برپا کر کے
مسلمانوں کو اپنے بزرگوں سے بدظن کرنے کے لئے کی ہے۔

حضرت عکرمہ کا اسلام اور عہد

آپؐ نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:۔ مرحبا للذاک المهاجرة

(خوش آمدید اسے پہلی سی سوار)

سبحان اللہ کیا اخلاق تھے، جہاں بخشی تو آپؐ نے فرمادی، اب ایک معزز خاندان

کہ حیثیت کا فرد رعایا ہے۔ آپ اس کے مناسب الفاظ استعمال فرماتے (اور اس کو اپنا گرویدہ بنا دیتے ہیں۔

بہر حال جب دونوں حاضر ہوتے ہیں۔ عکرم عرض کرتے ہیں کہ یہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں بھی کہتی ہے (او کا قال) اب وہ عزت کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایک غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں مگر آپ کے اخلاق اور حسن سلوک کا وار کیسے خطا جاتا اب وہ گرویدہ تھا۔ چنانچہ وہ بولا۔ میں مسلمان ہوتا ہوں کلمہ پڑھا اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اس وقت سے پہلے آپ میرے نزدیک دنیا بھر سے زیادہ مبغوض اور بُرے تھے مگر اب آپ دنیا بھر سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔ یہ تھا ایک ادنیٰ صحبت کہ کمر شمر اور ایک نگاہ کریم کا نتیجہ۔ یہ ابوجہل کا بیٹا ہے اور فتح مکہ تک کی لڑائی میں مخالفت کرتا رہا۔ مگر آج اس کے دل کی دنیا بدل گئی ہے۔ جو لوگ صحابہؓ کے کاموں اور نیتوں میں کبر سے نکلتے ہیں وہ ذرا اس حقیقت پر غور کریں۔ اب عکرم عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اس سے پہلے میں نے مال و جان کو اسلام کے خلاف استعمال کیا مگر اب میں دل و جان سے اسلام کا فدائی ہوں اور اللہ کی راہ میں پہلے سے زیادہ جان و مال استعمال کروں گا۔

حضرت عکرمہ کا انجام

تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ آیا رومی عظیم الشان لشکر سے تقریباً ۲۲ ہزار مسلمانوں کی جنگ ہے جب کہ دشمن دو تین لاکھ کی تعداد میں ہے۔ دو طرفہ بہادر واد شجاعت دیتے اور لاشوں پر لاشیں گرتی جا رہی ہیں کہ چانک اس اثنا میں مسلمان لشکر کا ایک پہلو کمزور ہو جاتا ہے اور خدا نخواستہ دشمن جیت

جائے تو سارے عرب بلکہ مدینہ منورہ کو رومی دہندوں سے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور اگر مسلمان جیت جاتے ہیں تو شام سے ہمیشہ کے لئے رومی اقتدار و خست ہو جاتا ہے جیسے کہ چودہ سو سال کے بعد آج بھی شام پر مسلمانوں ہی کا اقتدار ہے۔ بہر حال اس نزاکت کو دیکھ کر حضرت عکرمہؓ میدان میں نکل کر پکارتے ہیں ہر سوار لڑنے کے لئے بلکہ مرنے کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ آجائیں۔ کم و بیش چار سو سواروں نے موت پر بیعت کی۔ حضرت عکرمہؓ ان کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے چنانچہ یہ چار سو سب کے سب شہید ہو گئے مگر نقشہ جنگ بدل گیا۔ مسلمانوں کو عظیم فتح ہوئی، ملک شام قیامت تک کے لئے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، خاتمہ جنگ کے بعد حضرت خالیدؓ ولیدؓ آئے اور حضرت عکرمہؓ کا سر گود میں لے کر کہنے لگے کہ عکرمہؓ! آپ نے جو وعدہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا۔

حضرات صحابہؓ کے مخالف

ایسے پاک نفوس صحابہؓ پر تنقید کرنے والے سوچیں کہ وہ ان صحابہؓ کے مشاجرات و نزاعات بلکہ لڑائیوں کو اپنی نفس پرستی پر قیاس کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ کا تب رومی تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہنوئی اور اُمّ المؤمنین اُمّ حبیبہؓ کے بھائی تھے۔ حضرت ابوسفیانؓ کے بیٹے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان پر مکمل اعتماد کیا ان کو دمشق کا گورنر و حاکم مقرر کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے زیادہ اعتماد کیا۔ ان کے حق میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روکا کہ ان کا ذکر درباری سے نہ کرنا انہوں نے حضورؐ کی صحبت مانس کی ت۔ وہ فقیہ اور مجتہد ہیں۔ مجتہد اگر غلطی بھی کرے اس کو ایک اجر ملتا ہے جیسے کہ حدیثوں سے ثابت اور سب کے اہلِ اسلام سے

دوسری حدیث میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعا فرمائی ہے ۔

اللَّهُمَّ اهْدِ مُعَاوِيَةَ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مُهْدِيًا ۝

ترجمہ :- اے اللہ معاویہؓ کو سیدھی راہ پر چلا اور ان کو الہدایت یافتہ بنا کر ان کے ذریعہ اوروں کو ہدایت ہو۔

کیا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا مردود ہے جس کا یہ خیال ہو وہ صبح سے زیادہ مردود ہے۔ حضرت معاویہؓ کے بارہ میں اور کسی بھی صحابیؓ کے بارہ میں تنقید کرنا اور طعن و تشنیع کے تیر چلانا انتہائی گمراہی ہے۔ جیسے کہ چودھویں صدی کے بعض خود ساختہ مجتہدوں نے تنقید کے تیر چلائے ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو ایک اور عمر بھر کے دشمن رسولؐ کی بات بھی سن لیں۔ اسلام کے خلاف تمام جنگیں لڑائے والے ابوسفیانؓ تھے مگر حبیب یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ کرم کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب یہ جنگ طائف میں شریک ہوئے ان کی ایک آنکھ مٹا دی ہو گئی۔ اور جب جنگ یموک میں شریک ہوئے دوسری آنکھ بھی مٹا دی ہو گئی۔ یہ تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ۔

انہوں نے اگر آپس میں لڑائی بھی کی تو اختلاف بھی کیا تو محض نیک نیتی سے اور دین کے لئے کیا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کی رائے صحیح نہ ہو لیکن ان کی لہجہیت اور اخلاص پر شبہ کرنا مسلمان کا لام نہیں ہے، یہ اسلام کی مچالی کے گواہ اور دنیا بھر میں اسلام کو پھیلانے والے اور صحیح نمونہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔

اس بحث کی یہاں ضرورت نہ تھی مگر ضرورت زمانہ کی وجہ سے اس کو لکھا گیا اور اگر کسی تعنیف یا تالیف سے مقصد اصلاح اور خدمت دین نہ ہو تو اس کا فائدہ ادا ہو رہا ہو جاتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد وہاں پندرہ دن قیام فرمایا۔ مگر منظر کے حالات درست فرمائے۔ وہاں کے لوگوں کو دین سکھانے کا انتظام کیا۔ پھر مختلف صحابہ کرامؓ کے دستے علاقے میں گھومنے کے لئے روانہ ہوئے اور اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجے۔ آپؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے گھروں میں بت نہ رکھیں۔

حضرت عمرو بن العاص

حضرت عمرو بن العاصؓ کو بنی ہذیل کے بت سواح کو توڑنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ بت کے قریب پہنچے۔ بیماری نے کہا تم کس طرح اس کو توڑنے پر قادر ہو سکتے ہو حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا تم دیکھتے جاؤ۔ آپ مندر میں داخل ہوئے اور بت کو پاش پاش کر دیا۔ بیماری اسی وقت تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت سعید بن زید الاشہلی

حضرت سعید بن زید الاشہلیؓ کو آپؐ نے مناة نامی مشہور بت کو توڑنے کے لئے مقام قدید کو بھیجا۔ وہاں کے بیماری بھی یہ یقین کئے بیٹھے تھے کہ یہ بت کون توڑ سکتا ہے۔ مگر ان کے دیکھنے دیکھتے بتوں کو توڑ کر ریزے ریزے کر دیا گیا اور معبد مسمار کر دیئے گئے۔

نبی جزمیہ کو دعوتِ اسلام

خالد بن ولید

حضرت خالد بن ولیدؓ کو تیس سواروں کا دستہ دے کر غلہ کی طرف بھیجا جہاں بنو کناز کا مشہور بیتِ عزیزی رکھا تھا اس کو توڑ کر حضرت خالد بنو جزمیہ کی طرف بڑھے

جنہیں ان کو دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا گیا تھا اور قتالِ دلرانی سے منع فرمایا تھا۔ حضرت خالدؓ وہاں پہنچے تو بنو جزمیہ مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا بھئیہ ڈالو باقی قوم مسلمان ہو گئی ہے تم کیا کر گئے۔ اور آخر کار انہوں نے سوچ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ مگر حضرت خالدؓ نے ان کے چند آدمی قتل کر ڈالے اور مال و اسباب لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، آپؐ سخت خفا ہوئے اور فرمایا اے اللہ میں خالدؓ کے اس کام سے بری الذمہ ہوں۔ پھر حضرت علیؓ کو مقتولین کا خون بہا اور بہت سا مال و اسباب دے کر بنی جزمیہ کے پاس بھیجا۔ آپؐ نے سب مقتولین کی دیت ادا فرمادی اور جو جو مال کسی کا نقصان ہوا تھا وہ ادا فرما دیا بلکہ جب کچھ ماں باقی بچ گیا وہ بھی ان میں تقسیم کر دیا۔

فتح مکہ معظمہ کے حالات پر تبصرہ

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امن پسندی۔ خونریزی سے نفرت اور وفاء عہد اور رعایت اختیار۔ آپ نے فتح مکہ کا مختصر حال پڑھا اور آپ نے دنیا کے جرنیوں، سپہ سالاروں اور فوجی ماہرین کے حالات بھی پڑھے ہیں، آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر لحاظ سے برتر لائق، مدبر، امن پسند، عہد و وعدے کے پکے، رحمدل، خونریزی سے متنفر، دُور اندیش، محتاط، دشمن سے درگزر کرنے والے اور بنی نوع انسان کے خیر خواہ نظر آئیں گے۔

آپ کے برابر تو کیا دنیا والے آپ کے سوویں حصہ والی شخصیت کو بھی پیش نہیں کر سکتے، ہم یہاں تبصرہ کرتے ہیں، آپ ایک ایک بات سے صفات بالا کا اندازہ لگاتے جائیں۔

(۱) آپ نے قریش سے حدیبیہ کا معاہدہ کر کے اس کو پوری طرح نبھا کر دکھایا۔ اور نازک حالات میں بھی وعدہ خلافی اور نقض عہد سے احتراز فرماتے رہے۔ ابو جندل اور ابولبیر کے واقعات اس کے گواہ ہیں، بلکہ جب اگلے سال عمرۃ الفداء کے لئے آپ دو ہزار جاں باز اور فداکار صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر تین دن وہاں رہے اگر آپ وہاں ڈٹ جاتے تو قریش کی کیا مجال تھی جو آپ کو نکال سکتے۔ چنانچہ بعض صحابہؓ نے اس قسم کا خیال ظاہر بھی کیا مگر آپ نے کسی طرح تین دن سے زیادہ رہنے کی اجازت نہ دی، بلکہ جب چوتھے دن کی صبح کو سہیل بن عمروؓ کو قریش نے بھیجا کہ اب آپ جلدی مکہ معظمہ کو خالی کر دیں۔ آپ نے حضرت یحییٰ بن زکریاؓ کو دعا دی اور سب قریش کو بھی کھلانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے

قطعاً انکار کر دیا۔ آپ نے ان کی اجازت کے بغیر ایک منٹ بھی وہاں رہنا پسند نہ فرمایا اور فوراً واپسی کا حکم دیا۔

(۲) قریش نے معاہدہ کے پسچے اڑا دیئے۔ اپنے حلیف بنو بکر کی مدد کی اور ان سے مل کر مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ پر شیخوں مارا اور ان کو حرم کے اندر اور یا بکر قتل کیا۔ وہ آپ کے پاس مدینہ منورہ میں فریادیں کر آئے۔ آپ نے ان کو وعدے کی پابندی اور پوری وفاداری کرنے کا یقین دلایا۔ اور ساتھ ہی قریش کو کہلا بھیجا کہ تین باتوں میں سے ایک کرو۔

ا۔ یا بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کرو۔

ب۔ یا بنو بکر کی امداد سے علیحدگی کا اعلان کرو تا کہ ہم اور بنو خزاعہ ان سے خود نمٹ لیں۔

ج۔ ورنہ معاہدہ حبشہ کے خاتمے کا اعلان کرو۔

ان کا دماغ خراب تھا۔ انہوں نے آپ کی باتوں کی کوئی پروا نہ کی بلکہ کہہ دیا کہ کسی معاہدے کی ضرورت نہیں۔

(۳) اب آپ نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کرنے کے انتظامات شروع کر دیئے اگر آپ کے اس ارادے کی اطلاع قریش کو ہو جاتی تو وہ مقابلے کی تیاری کرتے قبائل کو ساتھ ملاتے۔ لشکر جمع کرتے اور پھر پوری تیاری سے خطرناک جنگ ہوتی جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوتیں۔

غزوہ خندق۔ انجام بنو قریظہ۔ یہود خیبر کے خاتمے جنگ موتہ اور دیگر بہات میں مسلمانوں کی طاقت، استقامت اور فتح مندی دیکھنے کے بعد اور عہد فساد دور سے ہونے کی وجہ سے برآمدی سمجھ سکتا تھا کہ مسلمانوں سے ملک عرب میں اب کوئی جبر کر لینے کی پوزیشن میں نہیں ہے اور خود مسلمانوں کو بھی یقین تھا کہ اب قریش مکہ مسلمانوں کا مقابلہ

نہیں کر سکتے، بلکہ خود مکہ معظمہ کے اکثر گھروں میں اندر ہی اندر اسلام پھیل چکا تھا۔ دوسری طرف یمن و بحرین میں اسلام کی شعاہیں پڑ گئی تھیں۔

(۴) مگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکمل انتظامات کرنے میں کوئی معمولی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ یہ محض اس لئے تھا کہ قریش جنگ کا حوصلہ نہ کر سکیں اور کسی طرح بغیر خونریزی کے مکہ معظمہ حلقہٴ بگوش اسلام ہو جائے۔ اس لئے آپؐ نے سب سے پہلے رازداری سے کام لیا۔ صحابہٴ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ آپؐ کدھر کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بھی پتہ نہیں ہے۔ ایک بار اپنی بیٹی عمر المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے ہاں تشریف لائے ہیں جو سامانِ سفر تیار کرنے میں مصروف تھیں حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا تو کہا کہ سفر ہی کا سامان ہے مگر معلوم نہیں کہاں کا ارادہ ہے۔ پس حکم ملا ہے تیاری کر رہی ہوں، گویا رازداری کا یہ عالم تھا کہ حضرت صدیقؓ اور پیاری بیوی صدیقہؓ کو بھی خبر نہیں۔ آپؐ دوسرے ملکوں اور شہروں کی باتیں کر رہے ہیں جس سے اصل مقصد غیر راز رہی میں رہ جاتا ہے۔

(۵) آپؐ نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان خبروں پر کڑی نگرانی کی تاکہ کسی قسم کی کوئی خسر یہاں سے نکل کر مکہ معظمہ نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو روانہ فرمایا کہ مکہ مدینہ کے راستہ میں ایک عورت ہے حمی کے پاؤں خط ہے وہ اس سے ملے کہ وہ چنانچہ وہ اس عورت کے انکلا کے باوجود خط حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے کہا یہ سچ نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات غلط ہو۔ چنانچہ بالوں کی چوٹی سے نکال کر وہ خط اس عورت نے ان کے حوالہ کیا۔

(۶) آپؐ نے مدینہ منورہ کے اندر جا سوسوں کا جال بچھا رکھا تھا تاکہ مکمل رازداری رہے۔

(۷) پھر پوری تیاری کے بعد جب آپؐ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا تو اتنی جلدی فرمائی کہ کسی کو اطلاع دینے سے پہلے ہی آپؐ اہل مکہ کے سربراہ پہنچے۔ دس ہزار قدوسی لشکر ہر طرح کی جنگی ضروریات سے آراستہ تھا۔

اتنا کثیر لشکر اور ساز و سامان کہ عربوں نے یہ منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کا اندازہ آپؐ اس سے کر سکتے ہیں کہ جب ابوسفیانؓ کے سامنے سے انھار و ہماچرین کا لشکر گزرا تو وہ یوہ ہیں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ سوائے آنکھوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ یہ سب اس لئے تھا کہ قریش تغابہ کی ہمت نہ کریں اور اس طرح خونریزی نہ جائے اور وہ قتل نہ ہونے پائیں۔

(۸) مکہ معظمہ سے تین چار کوس کے فاصلے پر مراطلہ بران پہنچنے کے بعد رات ہو گئی۔ آپؐ نے وہاں ڈیرہ ڈال دیا۔ اور حکم دیا کہ ہر آدمی آگ جلائے چنانچہ رات کو چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آرہی تھی۔ یہ بھی اس لئے تھا کہ قریش لشکر کی عظمت سے واقف ہو کر بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کریں۔

(۹) جب ابوسفیانؓ مسلمان ہوا تو آپؐ نے مَنْ دَخَلَ دَارَ ابِیْ سَفِیَّانٍ فَهُوَ اَمِنٌ (جس نے ابوسفیانؓ کے گھر پناہ لی وہ محفوظ ہے) فرما کر ابوسفیانؓ کی عزت افزائی فرمائی وہ بھی اس لئے تھا کہ یہ جا کر قریش کو سمجھا کر جنگ اور قتال سے انکوحالیں۔

(۱۰) جب آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ابوسفیانؓ کو دوسرے کے ایسے مقام پر کھڑا کر دو کہ جتنی فوج گزرے وہ اس کو دیکھ سکیں اس سے بھی یہی مقصد تھا کہ ابوسفیانؓ کے دل میں جنگ کا خیال نہ گزرے اور عظیم طاقت دیکھ کر وہ فتنہ پیش کو ڈھکیاؤں اور اس طرح تعداد میں اور بد امنی نہ ہونے پائے۔

(۱۱) پھر لشکر کو حکم دیا کہ شہر کے چاروں طرف سے داخل ہونا شروع کر دو۔ اس کا بھی مقصد یہ تھا کہ جب فوج ایک طرف سے داخل ہو تو دوسری طرف سے اس پر اپنا کھیلے کاغذ

وہ سکتا ہے یا دوسری طرف دشمن جمع ہو کر کوئی نہ کوئی انتظام کر سکتا ہے۔ آپؐ نے یہ تدبیر فرما کر چاروں طرف سے خطرے کا انسداد کر دیا، حالانکہ یہ معمولی معمولی باتیں تھیں لیکن ایک لائق قائد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی اسے اپنی خطرے کا بھی انتظام کرے۔

(۱۲) شہر کے تمام راستوں پر کنٹرول کرنے کے بعد جبل ہند میں لشکر کا پڑاؤ مقرر کیا۔ آپؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ سخت ضرورت کے بغیر کسی سے جنگ نہ کی جائے چنانچہ یہ تمام کارروائی امن سے مکمل ہوئی۔ صرف حضرت خالد بن ولیدؓ کے مقابلہ میں چند غیر ذمہ دار اور جو شیلے آدمی آ کر لڑنے لگے۔ مگر انہوں نے منہ کی کھائی۔

(۱۳) آپؐ نے ابوسفیان کے گھر میں داخل ہونے والے ہتھیار ڈال دینے والے گھر کا دروازہ بند کر دینے والے اور مسجد حرام میں داخل ہو کر پناہ گزین ہونے والوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر کے ایک طرف ان کو بچانے کا انتظام کر دیا۔ دوسری طرف اہل انسانی ہمدردی اور امن پسندی کا بھی ثبوت ہی نہیں دیا بلکہ ان کو احسانات اخلاق اور اپنے بلند کردار سے ایسا فریضہ اسلام بنا ڈالا کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد جب ارتداد اور انکار زکوٰۃ کے فتنے نے سراٹھایا اس وقت بھی اہل مکہ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہے بلکہ طائف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے صحابہ کرامؓ اور ملک بھر کے اندر پھیلے ہوئے رسالت کے پروانوں نے باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے اسلام کی بنیادوں کو اور زیادہ مستحکم کر ڈالا۔

(۱۴) جی قوم نے اکیس سال تک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستایا اور دنیا کی کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو انہوں نے آپؐ کو نہ پہنچائی ہو۔ آپؐ کی صاحبزادی کو تیر مار کر سواری سے گرایا جس سے ان کی شہادت ہوئی۔ آپؐ کی گردن مبارک پر اوجھڑی ڈال دی گئی۔ آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے

آپ کا بایکاٹ کیا۔ داد پانی بند کیا۔ آپ کی گردن مبارک کو چادر سے گھونٹنے لگے۔ آپ کے قتل کی تدابیر کیں۔ صحابہؓ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا سارے عرب کو بڑھکایا۔ مدینہ منورہ پر چڑھائیں کیں۔ جہاں مسلمان گئے وہاں بھی پیغامات بھیج کر مسلمانوں کو ان کے حوالہ کرنے کی ترغیب دی۔ خندق میں دس ہزار سے ۲۴ ہزار تک انسانوں کو لاکر مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا۔ بعض صحابیہ عورتوں کی شرمگاہ میں نیزہ مالد کر چاک کیا۔ صحابہؓ کو بازاروں میں بھرا یا، گرم سلوں پر لٹاتے اور مالتے رہے۔ یہود کو اکساتے، طرح طرح سے ۲۱ سال مسلمانوں کو ستایا۔ آج وہ قائد ملت داعی اسلام پیغمبر خدا۔ فاتح کی حیثیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہوا ہے اس شان سے کہ کسی میں مقابلہ کی سکت نہیں ہے۔ دنیا کے بادشاہ یا فاتح ہوتے تو ان کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوتیں۔ شمشیر برسنہ داخل ہوتے اور فوج کو قتل عام کا حکم دیا ہوتا۔ مکہ معظمہ کی گلیوں میں خون کے دریا بہہ گئے ہوتے۔ اور آج کل کے فاتح تو کسی کی عزت و آبرو تک باقی نہ رہنے دیتے مگر ہمارے فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھو۔

امن کے لئے احیاط

حضرت سعد بن عبادہ انصار کے لشکر کے سالار کہتے ہیں آج گھسان کا دن ہے۔ آپ نے ان سے علم لے کر ان کے بیٹے کے حوالہ فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔ آج رحم و مہربانی کا دن ہے۔

ہمہ گیر رحمت

(۱۵) ہر امان چاہنے والے کو امان ملتی ہے۔

(۱۶) عمر بھر کے دشمن ابو سفیان کو اعزاز بنتے ہیں۔

شانِ رحمت اور عفو عام

(۵۵) عمر بھر کے مجرم آپ کے سامنے ہیں اور وہ اپنی کرتوتوں کو سوچ کر قسم کے خطرات کو سوچتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو گا مگر آپ عام معافی کا اعلان کر دیتے ہیں۔

(۵۶) آپ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے سامنے گردن جھکی ہوئی ہے اور تواضع کا یہ عالم ہے کہ دائرہ مبارک پالان سے چھونے کے قریب ہے۔

امیثار

(۱۷) ہاجرین جو مکان اور جائیدادیں چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے۔ وہ سب اموال و املاک اب انہی قریش کے پاس رہنے دیتے ہیں۔

وفاداری

(۱۸) جب مکہ معظمہ فتح ہوا، آپ اپنے شہر اور اپنی قوم میں آگئے اور اپنی طاقت آپ کے گرد جمع تھی۔ انصار کو خیال گزرا کہ اب حضور عرصہ کی جدائی کے بعد مکہ معظمہ پہنچے ہیں۔ اب شاید یہیں رہیں۔ آپ نے فرمایا میرا مرنے والا انصار کے ساتھ ہے آپ کی قتلگاہ نے یہ برداشت نہ کیا کہ آڑے وقت میں کام آنے والوں کو چھوڑ دیا جائے۔

(۱۹) عام امن کے سوا انفرادی جانی تحفظ کا یہ عالم تھا کہ فتح کے دن مسلمانوں کے حلیف یعنی بنو خزاعہ کے ایک آدمی نے برائی دشمنی کے قصاص میں قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی قتل کر دیا آپ کو اس سے سخت مدد پہنچا۔ آپ نے خطبہ فرمایا کہ اے قبیلہ خزاعہ اب قتل سے دستبردار ہو جاؤ اگر قتل میں کوئی نفع ہے تو تم نے بہت کر ڈالا

ہے۔ تم نے آج ایک آدمی قتل کیا ہے میں ضرور اس کا خون بہا دوں گا کروں گا مگر اس وقت کے بعد جس نے کوئی قتل کیا اس کے وارثوں کو اختیار ہوگا چاہے قصاص میں چاہیں دیت لے کر معاف کر دیں۔

(۲۰) اسی موقع میں آپ طواف کر رہے تھے ایک شخص فضالہ بن عمر نے چاہا کہ اسی حالت میں آپ کو دھوکہ دے کر قتل کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا یا آپ اس کی حرکات سے سمجھ گئے۔ اس کو بلایا اور پوچھا تم دل میں کیا خیال کر رہے تھے اس نے کہا خدا کو یاد کر رہا تھا۔ آپ ہنس پڑے اور اس پر مہربانی فرمائی۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ شخص کہتا ہے آپ کا ہاتھ اٹھاتا تھا کہ میری نگاہ میں آپ کی محبت دنیا بھر سے زیادہ ہو گئی۔

(۲۱) عکرمہ ابن ابوجہل بھاگ کر یمن کی طرف جاتا ہے۔ اس کی بیوی مسلمان ہوتی ہے خاوند کے لئے امان چاہتی ہے۔ آپ عمر بھر کے دشمن اور دشمن کے بیٹے کو معاف کر دیتے ہیں۔

(۲۲) صفوان بن امیہ عمر بھر لڑتا دشمنیاں کرتا اور قلم و ستم کے پہاڑ ڈھاتا ہے پھر فتح مکہ کے دن بھاگ کر یمن کی طرف جاتا تھا ہے۔ ایک آدمی اس کی سفارش کرتے ہیں آپ معاف کر دیتے ہیں یہ اور عکرمہ وہ آدمی ہیں جنہوں نے اس دن بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کی مزاحمت کی تھی۔ صفوان پر آپ اسلام پیش کرتے ہیں وہ دو ماہ کی مہلت مانگتا ہے۔ آپ چار ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے میں تو کسی پر جبر نہیں۔

(۲۳) آپؐ آگے پڑھیں گے کہ غزوہ حنین کے مال غنیمت کے تقسیم میں آپؐ نے ان قریش کو نشوونما وراثت اور بہت سا مال ورز دیا۔ وہ آپؐ کے احسانات کے نیچے دب گئے اور ان کی اکثری بیوی گردنیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپؐ کے سامنے

جھک گئیں۔ وہ ایسے پکے مسلمان ہوئے کہ حضرت صدیق کے زمانہ میں عام جہاد تو ان
اور ارتداد کے وقت بھی یہ مضبوط وثابت قدم رہے۔
اگر آپ دنیا داروں کی طرح کے فاتح اور ان جیسے صاحب اقتدار ہوتے تو اس سے
زیادہ انتقام کا اچھا وقت اور کون سا ہوتا۔ آپ اپنے دشمنوں کو ختم کر دیتے
مگر آپ کو ایک ہی تمنا تھی کہ لوگ کسی طرح مسلمان ہو کر دین و دنیا کی بھلائیوں
حاصل کر لیں۔

۱۴) آپ کا بیش مختلف قبائل پر مشتمل تھا ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ مجتہد تھا۔
اسی لشکر کی فتح کسی ایک قبیلہ کی فتح نہ تھی جس سے وہ پرٹتے۔ اس میں ہر ہر
قبیلہ اپنے اور پرلئے معزز قبائل کے لوگ دیکھ رہے تھے اس لئے ان کو ان
سے ملنے میں تردد تھا۔

۱۵) آپ نے یہ ہم اس وقت شروع کی کہ ایک طرف مسلمانوں کے ارادے، عزائم
اور شوقِ جہاد زور پر تھا۔ وہ عرصہ سے بیت اللہ شریف سے محروم تھے۔ خاکِ کعبہ
اب ان کا تھا۔ اس کے لئے وہ سخت مضطرب تھے۔ اسلام کی اشاعت کی راہ میں
اب صرف ایک رکاوٹ تھی جس کو وہ رفع کرنا چاہتے تھے۔ عقیدہ اتنا مضبوط تھا جو
آپ حضرت ام حبیبہ کے قصے سے سمجھ سکتے ہیں۔ دوسری طرف قریش بہت زیادہ اپنی
ہمت ہو چکے تھے کیونکہ تقریباً سارا عرب مسلمان ہو رہا تھا۔ عمرہ مدینہ میں حضرت خالہ بن ولید
نے اسلام کی سچائی کا اعتراف کیا تو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ بھی تائید کرنے لگے۔

مکہ معظمہ کے گھر گھر میں اسلام پھیل چکا تھا۔ آپ قریش کی معنوی اور اخلاقی پستی کا
اندازہ اس سے لگائیں کہ مکہ معظمہ میں حضور کے داعی سے پہلے وہاں حماس ابن قیس
بمختیار تیار کر رہا تھا۔ اس کی بیوی نے پوچھا کس کے لئے یہ تیاری کر رہے ہو، کہا محمد
کے لئے۔ بیوی نے کہا واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا یہ سب آپ کی
تبلیغ اور حسن تدبیر کا نتیجہ تھا جو نبوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا تھا۔

جنگِ حنین

یا

جنگِ ہوازن

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ ہی میں تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قبائلِ ہوازن وثقیف مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ یہ قبائل طائف میں اور مکہ معظمہ کے آس پاس آباد تھے۔ ان کا نہ مسلمانوں سے معاہدہ تھا نہ قریش سے۔ یہ قریش کے مقابلہ کے مضبوط قبائل سمجھے جاتے تھے۔ مکہ معظمہ فتح ہونے سے انہوں نے خطرہ محسوس کیا کہ مسلمان کہیں ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ انہوں نے لشکر جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا تا کہ ہم پہلے مسلمانوں سے چھین لیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ اسلمیؓ کو تحقیقی حال کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے آکر تصدیق کی کہ قبائلِ ثقیف و ہوازن وغیرہ بمقامِ اوطاس جمع ہو رہے ہیں۔ آپ نے تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ دس ہزار کا وہ لشکر حرکت میں آگیا جس نے ابھی ابھی مکہ معظمہ فتح کیا تھا اور اس کے ہمراہ دو ہزار نئے مسلمان بھی شامل ہو گئے جو بچے مسلمان نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض دل سے مسلمانوں کی کامیابی بھی نہ چاہتے تھے۔ بہر حال یہ بارہ ہزار کا لشکر مکہ معظمہ سے روانہ ہوا۔

ہوازن کی تیاری

ہوازن وثقیف آپس میں مل گئے تھے۔ ہزاروں کا لشکر تیار ہو گیا تھا۔ ان کا

سردار اور علمبردار ملک بن عوف تھا جو قبیلہ ہوازن میں سے تھا۔ قبیلہ ہوازن میں سے بعض شاخوں نے اختلاف کیا جیسے کعب و کلاب لیکن ثقیف و ہوازن کی اکثریت کو کعب بن عوف نے جمع کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مال و دولت اور بچے بیویاں سب ہمراہ لے کر لڑو تا کہ تیغ کا کوئی غم نہ رہے اور ہم بے جگری سے لڑ سکیں۔ ہار لڑنے والے کو معلوم ہو کہ میرے اہل و عیال ساتھ ہیں وہ بھاگے گا نہیں۔

درید بن الصمغ نے اختلاف کیا جو مشہور بہادر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ بچوں، عورتوں کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ہمارا پلہ بھاری رہا تو کام تلوار اور نیزے والے مرد کرتے رہیں گے اور اگر مالت دگرگوں ہو گئی تو مال و عیال کی خیر نہیں۔ بڑی بے عزتی ہوگی۔ ملک بن عوف بہادر مگر ضدی ہے و قوف سردار تھا۔ کہنے لگا یا تو میری بات مانو یا میں اپنی تلوار سے خودکشی کرتا ہوں۔ سب کو ماننا پڑا۔ اب ہوازن و ادی حنین میں داخل ہو گئے وہ تمام نشیب و فراز سے واقف تھے۔ سامہ کین گا ہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں کا انتظار کرنے لگے تاکہ ان پر اچانک تیروں کی بارش کر دی جائے۔ پھر حملہ کر کے ان کو پسپائی پر مجبور کر دیا جائے۔

مسلمانوں کی پیش قدمی اور مشرکین کا حملہ

آج مسلمانوں کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ بعض آدمیوں کو خیال گذرا کہ اب ہم کو کیسے شکست ہو سکتی ہے۔ کثرت پران کا یہ بھروسہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ بھلا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی غلطی کو اللہ تعالیٰ کیسے رہنے دیتے جن کو تمام دنیا کی ہدایت کے فرائض انجام دینے تھے اور محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اسی کے بھروسے پر سب کچھ کرنا تھا۔ چنانچہ جب مسلمانوں کا مقدمہ الجیش وادی حنین میں داخل ہوا۔ اور صبح کاذب کے اندھیرے میں پستی و نشیب میں اتنا ہی پلا

گیا اور ساتھ ہی پیچھے سے ساری فوج بھی آکر وادی حنین میں اتر گئی۔ جب پوری طرح مسلمان مشرکین کی زد میں آ گئے تو انہوں نے مسلمانوں پر اچانک تیروں کی بارش کر دی۔ مسلمانوں کو یہ پتہ بھی نہ چلتا تھا کہ تیر کہاں سے آرہے ہیں۔ وہ سخت پریشان ہوئے اور مقدمۃ الجیش کو تیروں کی زد سے پیچھے ہٹنا پڑا۔ جس سے پیچھے آنے والے بھائی کھڑے ہوئے جو زیادہ تر نو مسلم تھے اور ابھی ابھی فتح مکہ کے بعد مسلمانوں میں شامل ہوئے تھے بلکہ بعضوں کو مسلمانوں سے ہمدردی بھی نہ تھی۔ اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑا اور مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی۔ قبائل آپس میں غلط ملط اور ادھنٹ تتر بتر ہو گئے۔ جگہ جگہ تھی۔ جدھر جس کا نہ ہو اُدھر چل پڑا۔ اس طرح مقدمۃ الجیش کا جکی ضرورت کے تحت تیروں کی زد سے پیچھے ہٹنے کا فعل بظاہر مسلمانوں کی ہزیمت و شکست میں تبدیل ہوتا نظر آیا۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دس ساتھیوں سمیت ثابت قدم رہے اور دوا دائیں مڑ کر مسلمانوں کو بلاتے رہے کہ مسلمانو! میری طرف آؤ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ حضرت عباسؓ آپؐ کی خچر کی لگام پکڑ کر دشمن کے ہجوم اور محاصرے سے آپؐ کو نکالنے لگے تو آپؐ نیچے کود پڑے اور فرمایا انا الذی لا کذب انابن عبدالمطلب میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

جنگ کی حالت میں دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اس طرح کا رجز پڑھنے کی عام اجازت ہے۔ آپؐ نے دشمن کو جو مسلمانوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ معافی سے روکے رکھا۔ اور حضرت عباسؓ کی آواز اور آپؐ کے بلانے سے کم و بیش سو آدمی آپؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ چاروں طرف سے مسلمان دوڑ دوڑ کر آواز کے مرکز کی طرف آئے تھے۔ اور بعضوں نے شدت شوق میں سواریوں سے اتر کر صرف تنویر منجھال اور لڑتے بھڑتے آپؐ تک آنے لگے اور اجتماع کی تعداد بڑھتی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ چند سو تک ہو گئی۔ بہر حال آپؐ نے دشمنوں پر سخت حملہ لا حکم دیا۔ چنانچہ اب شدت کی جنگ شروع

ہوئی اور جب اس طرح آپ کو باقی مسلمانوں نے مصروف جنگ دیکھا تو اگرچہ وہ آپ تک نہیں پہنچ سکتے تھے مگر انہوں نے بھی اپنی اپنی جگہ جنگ شروع کر دی۔ پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی۔ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے وہ مال و اسباب اور بیوی بچے پھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور مال غنیمت جمع کرنے اور دشمن کو گرفتار کرنے لگے۔ دشمن کا ایک حصہ بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا باقی نجد اور اوطاس کی طرف بھاگ نکلے آپ نے ان کے تعاقب کا حکم دیا اور اعلان فرما دیا کہ

مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ

ترجمہ :- جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کا ہے۔ بھگڑ کر حالت میں۔ بعض جدید الاسلام (نومسلم) کہنے لگے اب یہ شکست سمندر تک جانے سے پہلے نہیں رکھتی، بعضوں نے یہاں تک کہا کہ آج بدلہ لینے کا دن ہے، بہر حال ان کمزور ساقیوں نے عام مسلمانوں کو بھی چریشان کر دیا تھا۔

مگر اب جب آپ کی استطاعت دیکھی اور آواز سنی تو وہ بھی لوٹ آئے مسلمانوں نے چھ ہزار مرد، عورتیں اور بچے گرفتار کئے۔ چالیس ہزار کھریاں اور تیرہ ہزار چرواہے ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور دیگر اسباب مال غنیمت میں جمع ہوئے مسلمانوں کے دوسرے حملے کے بعد جنگ تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ اس جنگ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں فرمایا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُهُمْ فَلَمْ تَغْنِ عَنْكُمْ ثِيَابُكُمْ

ترجمہ :- اللہ نے بہت موقعوں پر تمہارا ہی مدد کی اور حنین کے دن بھی جب تم کو تمہاری کثرت نے گھمبے میں ڈال دیا تو اس کثرت نے تم کو ذرا بھی فائدہ نہ دیا۔

آپ نے تمام مال غنیمت اور قیدیوں کو مقام جبرائیل پہنچا کر جو مکہ معظمہ سے قریب ہے اور خود واپس آکر طائف کا محاصرہ کیا۔ کیونکہ آپ کو اطلاع پہنچی کہ شکست خوردہ لشکر نے طائف میں جنگ کی پھرتیاری کر لی ہے اور مالک بن عوف ان کا سردار بھی ساتھ قلعہ میں تھا۔

طائف کا محاصرہ

بہر حال مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے ہی آپ نے طائف کا قصد فرمایا۔ اہل طائف نے قلعہ بند ہو کر سخت مقابلہ کیا۔ بیس دن سے زیادہ محصور رہے لیکن جنگ کی شدت میں کمی نہ آئی۔ آپ نے مسلمانوں کے لشکر کو اتنا پیچھے ہٹنے کا حکم دیا کہ تیروں کی زد سے باہر ہو جائیں۔ پھر آپ نے بھیغیق استعمال فرمائی جس سے دوسرے قلعہ پر بھاری پتھر اور تیر بھینکے جاسکتے تھے۔ آخر کار دبا بے استعمال کئے۔ یہ مضبوط لکڑی اور چمڑے کے چھوٹے چھوٹے چلتے قلعے ہوتے ہیں جن کی آڑ میں مسلمان آگے بڑھتے بڑھتے قلعہ کے قریب پہنچ گئے۔ ان پر تیروں کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ لیکن اہل طائف نے اس کا بہتر علاج ایجاد کیا۔ انہوں نے لوہے کی سنجیں آگ میں سرخ کر کے ان دبا بوں پر پھینکیں جن سے ان میں آگ لگ جاتی تھی۔ اس طرح مسلمان غیر محفوظ ہو گئے اور ان کو پھر تیروں کی زد سے محاصرہ دور کرنا پڑا۔

آپ کا انعامی اعلان

آپ نے منادی کو آدمی کہ طائف کا کوئی غلام ہم سے آکر ملے گا، آزاد کر دیا جائے گا۔ اس اعلان سے تقریباً بیس آدمی آکر مسلمانوں سے مل گئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ قلعہ طائف میں بہت سامان جنگ اور خوراک موجود ہے۔ اہل طائف جلدی اطلاع نہ کریں گے۔ آپ نے محاصرہ اٹھانے کا حکم دے دیا۔

محاصرہ اٹھانے کے اسباب

(۱) آپ کی دور بین نگاہ نے تاثر لیا کہ اب تنہا تعین کب تک مقابلہ کریں گے بالآخر ان کو ہم سے مل جانا ہے، اس سے ظاہری و قہار کے لئے محاصرہ جاری رکھنا اور جانوں کا نقصان کرنا بے ضرورت ہے۔

(۲) صحابہؓ کو گھروں سے علیحدہ ہو کر دوماہ ہونے کو تھے اس لئے بھی طویل محاصرہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔

(۳) اس عرصہ میں اسلام کی بنیادی مضبوط کرنے اور جزیرۃ العرب کو اسلام کا محفوظ تبلیغی قلعہ بنانے کے لئے وقت فارغ کرنے کی ضرورت تھی اس لئے آپ نے ظاہری و قہار کا لبادہ ترک کر کے محاصرہ اٹھالیا۔ چنانچہ آپ کا اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا، متوڑے ٹٹون کے بعد ان لوگوں کا وفد خدمتِ اقدس میں آکر مسلمان ہو گیا۔ ان کے سردار مالک بن کعب کو آپ نے معافی دے دی۔ اس نے مسلمان ہو کر تمام مخالفین کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

تقسیم غنائم

اب آپ جعرانہ تشریف لے آئے۔ جہاں چھ ہزار قیدی ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں اور دیگر مال غنیمت جمع تھا۔ آپ نے تقریباً مہینہ بھر مال غنیمت تقسیم کرنے میں تاخیر فرمائی۔ بالآخر مسلمانوں کی خواہش کے مطابق آپ نے تقسیمِ ہکم دیلی۔ اور چھینے کے بعد دولت اور قیدی تقسیم ہو گئے۔

اب مہینے کے بعد آپ کے پاس عوارن کا وفد حاضر ہوا اور انہوں نے رحم کی درخواست کی۔ او وحضرتِ علیمہ سعیدہ (آپ کی رضاعی والدہ) کا واسطہ

پیش کر کے مال و اسباب اور قیدی واپس کرنے کے لئے عرض کیا۔ آپ نے
 یا وجود ان کی اپنی غلطی اور دیر کرنے کے ان پر مہربانی فرمائی۔ آپ نے ان سے
 کہا کہ مال و دولت چاہتے ہو یا قیدی۔ انہوں نے بیوی بچوں اور آدمیوں کی رہائی
 کو ترجیح دی۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنا حصہ اور بنی عبدالمطلب کا حصہ تم کو
 واپس بخش دیا۔ مگر تم لوگ نماز ظہر کے وقت آکر اس طرح درخواست کرو کہ
 ہم رسول اللہ کو مسلمانوں کے سامنے اور مسلمانوں کو رسول اللہ کے سامنے واسطہ
 پیش کر کے اپنے قیدی واپس مانگتے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اسی طرح کہا
 تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ واپس کرتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ
 نے کہا کہ ہم اپنا حصہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخشتے ہیں۔ اسی طرح انصار
 نے بھی کیا۔ صرف دو تین آدمیوں نے اپنا حصہ واپس نہ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو
 آدمی معاوضہ لے کر قیدی واپس کرنا چاہتا ہے اس کو آئندہ پہلی بار کی غنیمت میں
 اس سے ایک کے بدلے چھ دہائیے جائیں گے۔

چنانچہ انہوں نے بھی واپسی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح حضور کی رحمت و شفقت
 سے چھ ہزار قیدی، غلام اور باندیاں منٹوں میں آزاد ہو گئیں۔

تقسیم غنائم میں انصار کا اثر

اور حضور کی تقریر

آپ نے یہ بے حساب دولت اس طرح تقسیم فرمائی کہ سردارانِ قریش اور
 عرب کے رئیسوں کو سو سو اونٹ دیئے۔ بعضوں کو کچھ کم اور بعضوں کو دودھ
 چار چار اونٹ دیئے۔ اسی طرح چاندی بھی بہت دی۔ انصار و مہاجرین کو بڑے

مختوڑا اٹھوڑا دیا۔ بعض انصار نے اسے محسوس کیا۔ نئے مسلمانوں اور سرداروں کو زیادہ دینے اور انصار کو نظر انداز کرنے کے بارہ میں اظہار خیال کیا۔ وہ یہ بھی خطر محسوس کر رہے تھے کہ اب آپ اپنے ملک اور قبلہ میں جاؤ گے۔

یہ باتیں آپ تک پہنچیں آپ نے سعد بن عبادہؓ سے فرمایا انہوں نے انصار کی ایسی باتوں کی تصدیق کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا میں قوم سے جدا تو نہیں۔ اس پر آپ نے حکم دیا کہ تمام انصار کو اکٹھا کرو۔ چنانچہ جب سب جمع ہوئے آپ نے ان کے سامنے تقریر فرمائی کہ اے انصار کے گروہ کی یاد درست نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ میری ہی وجہ سے تم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ انہوں نے کہا اللہ و رسول کا احسان ہے۔ تم آپس میں لڑتے تھے میرے ذریعے سے تم کو خدا نے ایک کر دیا۔ انصار نے کہا بے شک اللہ اور رسول کا بڑا احسان ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم محتاج نہ تھے پھر میری وجہ سے تم کو خدا تعالیٰ نے غنی کر دیا۔ انہوں نے کہا بے شک۔ آپ نے پھر ان سے فرمایا کہ تم جواب دو میں تصدیق کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم کیا کہیں۔ آپ نے فرمایا تم یوں کہو کہ آپ کو لوگوں نے چھوڑا۔ ہم نے نہ ٹھکانا دیا۔ لوگوں نے مخالفت کی، ہم نے امداد دی۔ لوگوں نے آپ کو جھٹلایا، ہم نے تصدیق کی میں کہوں گا تم سچ کہتے ہو۔ تم اس طرح کہو میں تصدیق کروں گا، اے انصار تم اس پر راضی ہو کہ اور لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر گھروں کو جائیں اور تم خدا کا رسول لے کر مراجعت کرو۔ انصار کی ہچکیاں بند ہو گئیں رونے لگے ان کی دائریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں، ہم راضی ہیں، راضی ہیں، کی صدا اٹھنے لگی۔

آپ نے فرمایا کہ اگر سارے لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دو سرے راستہ پر۔ میں انصار کے ساتھ جاؤں گا۔ آپ نے ان کو سمجھایا کہ یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں یا اسلام کے قریب آئے ہیں۔ ان کی دل جوئی (تالیف قلب)

کے لئے ایسا کیا ہے۔ یہ بات نہیں کہ ان کا حق زیادہ ہے۔ بہر حال آپ کے ارشادات سن کر تمام مسلمان خوش اور مطمئن ہو گئے۔

حقیقتہً بعض لوگ قلوبِ ردلوں کے راستے سے اسلام میں آتے ہیں اور بعض بطون (بیٹوں) کے راستے سے آتے ہیں واقعہً یہ مؤلفۃ القلوب بعد میں آئے کچے مسلمان ہو گئے کہ حضرت صدیق کی خلافت میں جب تمام فتنے برپا ہوئے اس وقت بھی یہ لوگ ثابت قدم رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

جنگِ حنین و طائف پر تبصرہ

- (۱) جنگِ حنین کی ضرورت نہ تھی اگر کفارِ جنگ کی تیاری نہ کرتے۔ لیکن ہوازن اور ثقیف نے مل کر جنگ کی تیاری کر دی۔ یہ دونوں قبائل قریش کے متباہر کے قبائل تھے۔ ان کا خطرہ بڑھ جاتا تو فتحِ مکہ کے اثرات و ثمرات کو نقصان پہنچتا۔ پھر ایک لائق و ذمہ دار قائد کسی دشمن کے فوجی تیاری اور اس کے نتائج کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پہلے تو واقعہ کی تحقیق کرائی اس کے بعد تیاری کا حکم دیا۔ یہی ایک بیدار مغز سپہ سالار کو کرنا چاہیے تھا۔
- (۲) قبیلہ ہوازن کی تیاری اور معلومات کا انتظام معقول تھا۔ ان کے سردار مالک بن عوف نے مسلمانوں کی فوجی تیاری اور ان کی نقل و حرکت کی معلومات حاصل کرنے کے لئے جاسوسوں کا ایک گروہ بھیج رکھا تھا جب وہ واپس آیا تو لہزہ بر اندام تھا۔ گھبراہٹ سے دم نکلا جا رہا تھا۔ مالک بن عوف نے بوجھائیم کو کیا ہو گیا ہے وہ بولے ہم نے سفید سفید لوگ دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارے اوسان خطا ہو گئے اور یہ حال ہو گیا۔ مالک نے کوئی پرواہ نہ کی اور فوج کو آگے بڑھایا۔ اس نے اطلاعات حاصل کرنے کے لئے مختلف

دستے بچھے اور اسی وجہ سے اس کو مسلمانوں کی روانگی۔ ان کی سفر کی منزلوں اور ٹھکانوں کا پورا علم ہوا اور اسی کے مطابق اس نے اپنے آدمیوں کو خفیہ مقامات میں اندھیرے کے اند بھیلپٹے رکھا۔ پھر جب وہ اچانک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے لوگوں کی سوجھ بوجھ ماری گئی اور جدھر بھی موقع ملا بھاگ نکلے۔ یہ انسان کی کمزور فطرت اور بشری تقاضوں کے تحت تھا۔ اس کا ظاہری سبب دشمن کے معلومات اور اچانک حملہ تھا اور باطنی سبب کثرت تعداد پر پھر دم کرنے کی غلطی تھی۔

(۳) سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقدمۃ الجیش حضرت خالد کے حوالہ کی اپنی طرف سے پوری احتیاط فرمائی تھی، مگر اندھیرے اور اچانک حملے کے بعد پیچھے ہٹنے والوں کو وہ بھی نہ روک سکے اور نئے نئے ساتھیوں کی کمزوری نے بیکار پیادہ دی۔ اس طرح مقدمۃ الجیش کچل اصل فوج کی صحیح رہنمائی نہ کر سکا اور ان کمزور اور نئے مسلمانوں کا ہتھ منا آسان کام بھی نہ تھا۔ یہ تو بچی کمزور عقیدے والے تھے جو ڈٹ نہ سکے۔

(۴) مضبوط عقیدے والوں نے حضور کی یا حضرت عباسؓ کی آواز سنی تو زور میں اور سوار بیاں چھوڑ کر پیدل ہی آواز کی طرف پکے اور صرف تلواروں سے دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔

(۵) ساقہ فوج کے آخری حصہ میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ جب بھاگنے والے آپ کے قریب سے گزرتے آپ ان کو اپنی طرف بلاتے۔ ان حالات میں خونخوار اور کثیر التعداد دشمن کے اندر ہزیمت جیسی حالت میں صرف دس صحابہ کے ہمراہ ساری فوج کے سامنے ٹوٹ جانا یہ وہ کارنامہ ہے کہ فوجی دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

(۶) ساقہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ پسپا ہونے والے ساتھیوں کے خلاف دشمن کے

تغائب کا مقابلہ کرے اور اس طرح تغائب کے نقصانات کو کم کر دے۔
 آپ نے ساقہ کے پورے فرائض انجام دیئے اور دشمن کے سامنے سینہ سپر
 ہو گئے۔ تغائب کا سیلاب رک گیا اور جب آپ کے ہمراہ جاں نثاروں کی تعداد
 سو یا کچھ زیادہ ہو گئی۔ آپ نے بجائے دفاع کے جارحانہ پیش قدمی اور
 یکبارگی حملے کا حکم دیدیا جس کی تاب نہ لا کر دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ
 اسس بری طرح بھاگے کہ بیوی بچے مال و دولت سب بھول گئے۔
 (۷) پھر آپ نے ان کے تغائب کا حکم دیا۔ تغائب میں دشمن کا بڑا جانی نقصان ہوا۔
 اور وہ بڑی تعداد میں قیدی بنائے گئے۔

(۸) آپ نے طائف کا محاصرہ کر کے ان پر دھب توپور اڈال دیا۔ مگر صبح اور
 مکمل اطلاعات حاصل کرنے کے بعد آپ نے ظاہری وقار کی پرواہ نہ کرتے
 ہوئے محاصرہ اٹھا لیا۔ جس سے ان لوگوں کی جانیں بچ گئیں جن کو آگے چل کر اسلام
 کی صداقت کے آگے سر تسلیم خم کرنا تھا۔

(۹) آپ نے نہ تو دنیوی بادشاہوں اور امیروں کی طرح جنگی قیدیوں سے سلوک کیا نہ
 مالِ غنیمت کو عیش و عشرت کا سامان بنایا بلکہ اس کو تقسیم کر کے
 مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔

(۱۰) آپ نے تمام پرانے دشمنوں کو سوسو اونٹ دے کر ان کے دلوں سے ساری
 کدورتوں کا قلع قمع کر دیا جو خونریزی اور تلوار سے ناممکن تھا۔ اب وہ آپ کے
 فدائی تھے اور اسلام کے جاں نثار۔

جنگِ تبوک

لقد تاب الله على النبي والمهاجرين والانصار الذين اتبعوه في ساعة العسرة من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم انه بهم رؤوف رحيم۔۔۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا۔ اپنے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے اس سخت گھڑی میں ان و نبی کا اتباع کیا (اور ساتھ دیا) جب کہ ان میں سے بعض کے دل قریب تھا کہ مڑ جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رجوع فرمایا۔ (اور خاص مہربانی فرمائی) یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے حال پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ رَأْفَت و رحمت کا معنی قریب قریب ہے۔

راشت کا رجحان زیادہ تر حمزہ سے بچانے کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے رحمت کا زیادہ رجحان نفع پہنچانے کی طرف ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں باتفاق مفسرین غزوہ تبوک کا ذکر ہے اور اس کو سخت گھڑی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور ایسے سخت وقت میں جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے جان و مال پیش کیا۔ ان پر اپنی رحمت بے پایاں کے نزول کی اطلاع فرمائی ہے اور اس نازک گھڑی کی سختی کی طرف یوں بھی اشارہ فرمایا کہ مہاجرین و انصار جیسے جانناز و سرفروش جماعت میں سے بعضوں کو خیال گزر رہا تھا کہ اس سفر میں آپ کے ساتھ نہ جائیں مگر پھر بھی ان کے رؤف و رحیم مالک نے ان کے دلوں پر رحمت و طمانیت کی بارش فرمادی اور انہوں نے فرمان برداری میں بے مثال صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ اس

آیت کریمہ سے صحابہؓ کی عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نظر رحمت فرماتے میں ان کو اپنے نبیؐ کے ساتھ شریکۃً اِذَ الذَّکَ فَضَّلَ اللّٰہُ یٰۤاٰتِیَہٗ مِنْ یَّشَآءُ پھر یہ آیت کریمہ نبوت کے نویں سال نازل ہوئی جو آخری زمانہ تھا۔ اس سفر میں حضرت عمرؓ بن العاص بھی مہاجرین میں شامل ہیں۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی موجود ہیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما توصفِ اَوَّلِ میں تھے، اب ان حضرات کو یا ان کے کاموں کو جو لوگ برا کہتے یا کہتے ہیں وہ کتنے بڑے مجرم اور قرآن پاک کے مخالف ہیں۔

سَاعَةُ الْعُسْرَةِ

جب خود باری تعالیٰ غزوہ تبوک کے وقت کو سخت ٹھہری اور مشکل وقت بناتے ہیں تو آپ خود ہی اس کی دشواریوں اور صبر آزمائیوں کا اندازہ لگالیں۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک طریقہ تھا۔ کہ جب کسی مہم (جہاد) پر تشریف لے جانا ہوتا تو اس کا صاف اعلان فرماتے بلکہ ضرورت ذکر کرنا بھی ہوتا تو ایسے الفاظ میں ذکر کرنے کہ صحیح اندازہ نہ لگ سکے۔ مثلاً مغرب کی طرف روانگی کا عزم ہے تو مشرق کے حالات دریافت فرماتے۔ مگر غزوہ تبوک کا حکم کھلا اعلان فرما دیا تھا کہ شام و درشاہ روم کی سرحدات پر جانا ہے۔ (ادو کا قال)

اس کی وجہ یہ تھی کہ معاملہ کی نزاکت و اہمیت کو سمجھ کر تمام مسلمان انتہائی تیار کریں اور آخری قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔

جہاد کے لئے نفیر عام کی وجہ

یہ اعلان کوئی معمولی اعلان نہ تھا اور نہ بے وجہ تھا۔ ابھی ایک سال پہلے مکہ معظمہ فتح کر کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اور

اگرچہ آپ کی جماعت ایک مذہبی اور دینی جماعت تھی۔ جس کا مقصد توحید و رسالت کی دعوت اور احکام خداوندی کی اشاعت تھا۔ مخلوق خدا کا دینی تعلق تمام ماسوی اللہ سے توڑ کر خدائے برتر سے جوڑنا تھا۔ انسان کو اس حقیقت اور مسئولیت سے آگاہ کرنا اور اس راستے پر لگانا تھا جس پر چلنے سے دنیا میں خلافت و امامت کے فرائض سرانجام ہوں اور آخرت میں ابدی حیات حاصل ہو جائے۔ مگر جس مذہب کی پشت پر سیاست نہ ہو اور جس سیاست کی پشت پر طاقت نہ ہو اس کا پتہ اس کا رتبہ عمل اور دنیا کے اسباب میں مشکل ہے۔ پھر اسلام جیسا مکمل مذہب کیسے اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ اس کے لاکھوں پیروؤں کا کوئی نظم و نسق (ڈسپلن) نہ ہو اور وہ فرائض تبلیغ کی راہ کی مشکلات کو دور کرنے کی سعی نہ کریں۔ اس کے قاصد و مبلغ عام بین الاقوامی قانون کے خلاف شہید یا قتل کئے جائیں۔ اس لئے آپ نے پہلے عرب میں اس فدائی گروہ (حزب اللہ) کو منظم فرمایا۔ پھر دنیا کے امراء و سلاطین کو دعوت تلے بھیجے۔ جن میں شام کا غسانی بادشاہ شرجیل بھی شامل تھا جو رومی سلطنت کے زیر اثر تھا۔ جس نے آپ کے قاصد اور مبلغوں کو شہید کر ڈالا تھا اور جس کے نتیجے میں غزوہ مؤتہ واقع ہوا۔ پھر غزوہ مؤتہ میں تین ہزار صحابہؓ کا لاکھ بھر غسانی فوج کو نچا دکھانا کوئی معمول واقعہ نہ تھا۔ اس سے نہ صرف شاہ روم کی شیخی کمزور ہو گئی تھی بلکہ تمام مشرق قریب میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔

بنابرین قیصر روم مسلمانوں پر بڑے پیمانہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا بلکہ اس نے شام کی سرحدات پر فوج جمع کرنی شروع کر دی تھی، فوجوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دیدی تھیں، مدینہ منورہ کی گھڑی گھڑی کی خبریں منگاتا تھا اور اگر تیاری کی مہلت پا کر دو تین لاکھ کے لشکر سے عرب پر اچانک حملہ آور ہو جاتا مسلمانوں کو ایک طرف منافقوں کی سازشوں سے پالا پڑتا دوسری طرف نو مسلم عربوں کے

حوصے قائم رکھنے چوتے اور تیسری طرف دنیا کی عظیم ترین سلطنت سے طویل جنگوں
 ہ سلسلہ شروع کرنے کے خطرات سے دوچار ہونا تھا۔ اس نئے شاہ روم کے
 متوقع حملہ کے نتائج بھگتنے سے بدرجہا بہتر تھا کہ اس پر حملہ میں سبقت لڑی
 جائے۔ اس طرح جنگ بھی عرب سے باہر دشمن کے ملک میں ہوگی اور تباہی
 کے ساتھ ہوگی۔ بہر حال پیغمبر کا کوئی کام خدائی حکم و اشارے کے بغیر نہیں ہوتا
 اور خدائے برتر کے سارے کام اور احکام سر اسر حکمت ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو اس
 مہم کے نتیجے میں اس کی برکات کا علم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ نے تباہی جہاد کا
 اعلان کر دیا، ظاہر ہے اس اعلان سے کتنی گھبراہٹ اور پریشانی ہوئی ہوگی۔ ایک
 نوزائیدہ قوت (اسلامی حکومت) جہاں نہ اسلحہ کی فیکٹری ہے نہ زمین کی پیداوار نہ
 حسب ضرورت راشن، نہ ان عرک صحرائوں و دوں اور نیک فطرت شتر بانوں
 نے اس سے پہلے کسی شاہی لشکر کا مقابلہ کیا ہے۔ پھر رومی سلطنت جو تمام دنیا
 میں عظیم طاقت تھی اور کچھ عرصہ پہلے ایران کو ایک جنگ میں شکست دینے کی
 وجہ سے ان کے حوصلے بھی بڑھے ہوئے تھے اور قبائل پر ان کا رعب بھی چھایا
 ہوا تھا۔

اس پر مستزاد یہ کہ کم و بیش مہینے کا سفر ہے۔
 موسم انتہائی گرم ہے گرم ٹوپوں کی بجائے اور گرم ہوائیں آگ برسا رہی ہیں۔
 پانی کی کمی ہے بلکہ راستہ میں فقدان ہے۔ راشن کا انتظام بھی پورا نہیں ہے ملک
 میں قحط بھی ہے، ایک اور مشکل یہ ہے کہ فصلیں تیار ہیں ان کو چھوڑ کر جانا سخت
 پریشانی کن ہے۔

منافقوں نے خوب لغبیں بھائی، مسلمانوں کو نہ جاننے کے لئے اکٹھے رہے۔
 ورنہ اندر ہی اندر منصوبے تیار کرنے میں لگ گئے کہ یہ جا کر رومیوں کا لغز

ہو جائیں گے اور ان کی تباہی کی خبر ملتے ہی ہم عبد اللہ ابن ابی رہیس المنافقین کے سر پر تاج رکھ لیں گے۔ اور سازشوں کے لئے مسجد کے نام سے ایک مکان بھی بنا لیا تھا تاکہ اسلام کے دیرینہ دشمن عام راہب کے قاصدوں کے لئے چھائے پناہ لاکھ دیے جو اس سے قبل کی تمام بڑی لڑائیوں میں شریک رہا بلکہ اقوام و قبائل کو اکٹھا رکھا اور اب شام و روم میں سازشوں میں مصروف تھا۔ اس مسجد کو اللہ پاک نے مسجد خزا کہہ کر اپنے رسول کو واقعات سے غزوہ تبوک سے واپسی پر مطلع کر دیا تھا۔

ان حالات میں خدا کے سچے رسول نے جہاد کے لئے نصیرِ عام کا حکم دیدیا۔ تمام علاقوں اور دیہات میں اطاعات کر دی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی آیتیں نازل فرمائیں کہ تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہونے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین پر گرے جاتے ہو۔ کیا تم اس دنیوی زندگی پر (جی) خوش ہو بیٹھے۔ حالانکہ اخروی حیات جاوید کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے درجات و انعامات کا ذکر کیا اور جہاد سے جی چرانے والوں کے عواقب سے بھی آگاہ کیا اور ساتھ ہی منافقین کے پروپیگنڈے کی قلعی بھی کھول دی۔

آپ اس سے سمجھ گئے ہوں گے کہ غزوہ تبوک کا حکم خدا کے رسول نے خدا ہی کے حکم سے دیا تھا۔ اس لئے تو وحی کے ذریعہ تاکید و تاکید فرما رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو۔ انسان ضعیف البیان ہے۔ ماحول کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ صحابہ کرام اس آزمائش میں پورے اُترے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بتانا تھا کہ میرے آخری پیغمبر نے اپنی بائیس سال کی تعلیم و تربیت اور محنت و مشقت سے میرے بندوں کی کیسی پاک جماعت تیار کر لی۔

صحابہ کا ایشار

چنانچہ شمعِ محمدی پر ہزاروں پروانے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ چاروں طرف سے رضا کاروں کی ٹولیاں اُٹنے لگیں۔ شوقِ شہادت میں سرشار جاں نثاروں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ہزاروں سوار، ہزاروں اونٹ اور ہزاروں پیادے جمع ہونے لگ گئے۔ خواتین اسلام نے اپنے جگر گوشے پیش کئے۔ اپنے پیارے خاوندوں کو رسول کے حوالے کیا۔ غمگسار بھائیوں کو رخصت کیا۔ پھر خود اسلام کی برتری اور فتح و ظفر کے لئے اپنے مہربان مالک کے سامنے دعاؤں میں مصروف ہو گئیں۔

بادِیرِ نشین عربوں کا سلطنتِ روم پر حملہ تھا۔ جہاں عظیم لشکر کی ضرورت تھی اس کے لئے بڑے پیمانہ پر اسلحہ - بار برداری - راشن - سامان اور تیاری کی ضرورت تھی۔

عام چندے کا ارشاد

چنانچہ فرموداتِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام چندے کا ارشاد فرمایا۔ درحقیقت جان و مال کی محبت اور ان کے ساتھ ضرورت سے زیادہ لگاؤ ہی آدمی کو مشکلات پر غالب آنے سے روکتا ہے۔ افراد و اشخاص کا یہی روگ جماعتی استحکام و ارتقاء کی راہ کا سنگِ گراں بنتا ہے اور مال و جان کے بھی دونوں بُتِ روحانی ترقی - جیاتِ ہری اور جلالِ انبی کی سعادتِ دیدار سے محرومی کا سبب بن جایا کرتے ہیں اور اس لئے ہر بغوتِ جہل و علا اور اس کے حقیقت شناس پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نفوس و اموال دونوں کو ہر طریقہ سے دین کی ترقی اور اعلیٰ و کلمنہ اللہ کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور اسی لئے صحابہ کرامؓ کو وہ مافوق العادت مراتب۔

درجات اور فرائض حاصل ہوئے جو بہت کم کسی کو نصیب ہوتے ہیں۔
چنانچہ جب اتفاقِ مال کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا۔

پھر کیا تھا۔ چاروں طرف سے آپ کے حکم پر لبیک کہا گیا۔ مال و دولت اور دانش
کا ذخیرہ لگ گیا۔ تمام مسلمان اپنے مقدور سے بڑھ چڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے عمر
بھر کے اند وختے پیش کرنے لگے۔ گھروں کے اثاثے تک حاضر کر دیئے۔

حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے لئے آج موقع تھا کہ خدمتِ دین میں وہ حضرت صدیقؓ سے
بازی لے جائیں کیونکہ حضرت صدیقؓ کے پاس مسلمان ہوتے وقت چالیس ہزار اشرفیاں
تھیں مگر وہ سارا مال خدمتِ اسلام میں خرچ کر چکے تھے، اس لئے وہ دولت مند نہیں
تھے۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا سارا سامان آدھا کر کے لے آئے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ”عمر! کیا لئے اور اہلِ خانہ کے لئے کیا چھوڑ آئے؟“ عرض کیا
کہ سارا مال آدھا کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے آیا ہوں اور آدھا بال بچوں
کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت صدیقؓ

حضرت صدیقؓ نے گھر میں جو کچھ تھا کہ قدموں میں حاضر کر دیا، آقائے دو عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ ”عرض کرنے لگے۔“ گھر میں جو کچھ تھا اللہ تعالیٰ کے لئے
لے آیا اور گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ آیا؟“ حضرت عمرؓ سمجھے کہ ان بزرگوں
سے دین میں مسابقت نہیں کی جاسکتی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ

یہ بڑے اور مشہور صحابی ہیں حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا سے ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت دولت عنایت فرمادی تھی۔ انہوں نے بھی بُری مالی مدد فرمائی۔ دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی اپنی طاقت کے مطابق عطیہ دینے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔

حضرت عثمانؓ

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ہمیشہ عسرت (تنگ دہی کے ٹکڑے) کا سامنا کرے اس کے لئے جنت ہے، آخرت کے سب دلدادوں نے اس جیش کے لئے سامان جمع کرنے میں انتہا کر دی تھی، مگر حضرت عثمانؓ کا مقام اس بارے میں سب سے اونچا تھا۔ انہوں نے تین سواونٹ بھروسہ ساز و سامان کے پیش فرمائے۔ ایک سو گھوڑے بھی دیئے اور ایک ہزار اشرفی نقد پیش کیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضورؐ کے ہر ارشاد پر تین سواونٹ پیش کئے۔ گویا کل نو سواونٹ دیئے بہر حال سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہائی قدردان، رازدار، اسرار الہیہ اور پیغمبرِ برحق بلکہ خاتم النبیین تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اب عثمانؓ کو کسی اور عمل کی حاجت نہیں ہے۔ (اوکا قال)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ فرائض و واجبات معاف کئے جا رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر عثمانؓ اور نفلِ عبادت یا خدمت نہ بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل سے ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے یہ بھی کافی ہے۔

حضرت عثمانؓ کے مردود مخالف

افسوس سے کہنا اور لکھنا پڑتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ سند دے رہے ہیں کہ آئندہ ان کو اور خدمات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لہذا اگر یہ خدمت محض دین کے لئے نہ تھی اور اخلاص و لہیت کی وجہ سے مقبول بارگاہ خداوندی نہ ہوتی تو آپؐ کیونکر ایسا فرماتے۔ یہ حضرت عثمانؓ ہیں جن کو ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں تمام قتلوں اور فسادوں کا سبب ثابت کیا اور ان پر الزام لگایا کہ انہوں نے پانچ لاکھ درہم بیت المال کے مروان کو دیر سے گویا انہوں نے خیانت کی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ** جبکہ اس قسم کی غلط تاریخیں جو اس کے مقابلہ میں دوسری تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ اموال مروان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے (گویا تو مفت دیئے تھے نہ بیت المال کو نقصان پہنچایا تھا) کسی نے کہا چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں عجمان اللہ۔ اس مودودی اور سارے مودودیوں کے مدد و حقط صاحب جس کو صدر مصر جناب ناصر نے بغاوت اور سازش قتل کے الزام میں ثبوت کے بعد موت کی سزا دی تھی اور مودودیوں نے صدر ناصر کی مخالفت میں سرا آسمان پر اٹھا کر امریکہ کو خوش کیا تھا۔ اس قطب نے اپنی کتاب (العدالة الاجتماعية) میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ خلیفہ راشد ہی نہ تھے۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں جو اموال بیت المال سے لئے وہ ان اموال کے عوض میں لئے جو مردود عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خرچہ کئے **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ**

حضرت عثمانؓ کی شخصیت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرت عثمانؓ کی شخصیت کا تفصیلاً سا ذکر دیا

جائے کیونکہ سیرت لکھنے یا کسی بھی کام کا مقصد مسلمانوں کا ایمان بچانا اور صحیح عقائد و خیالات کی اشاعت ہی ہونا چاہیے اَہْلُ الثَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ کا مقصد عقیدہ ہے نہ چاروں خلفاء راشدین بعد کی ساری دنیا سے افضل ہیں اور کسی مسلمان کہلانے والے کو ان کی بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کی شان میں تنقید اور بدگمانی یا بدگلامی سے کف لسان و زبان بندی لازم ہے۔ حضرت عثمانؓ کو ڈی انٹورین اس لئے کہا جاتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ایک صاحبزادی کا ان سے نکاح کر دیا ہے جب وہ فوت ہو گئیں تو دوسری صاحبزادی کا نکاح کر دیا، پھر فرمایا کہ میری اور شکایاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دیدیتا (اوکا قال) آپ اس سے اعزازہ لگائیں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنا اعتماد تھا اور وہ حضرت عثمانؓ کو کیا مقام دیتے تھے۔ اب جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف کہے یا لکھے اس کی بات کو مردود نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔

غزوہ تبوک میں آپ حضرت عثمانؓ کا ایثار اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ساتھ اتنا حسن ہی چکے ہیں اب ایک ہی صحیح واقعہ اور سن لیجئے۔ ایک بار سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند صحابہؓ کے ہمراہ بیٹھے تھے آپ کی ٹانگ مبارک کا کچھ حصہ کھلا تھا۔ صحابہؓ آتے جاتے تھے۔ اتنے میں حضرت عثمانؓ آئے۔ آپ نے ٹانگ ڈھانک دی اور سنبھل کر بیٹھ گئے۔ بعض صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی کہ اور صحابہؓ آئے تو آپ نے اس طرح نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ کے آنے پر آپ نے اس طرح کیوں فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ سے خدا تعالیٰ کے فرشتے بھی شرہاتے ہیں۔

اللہ اکبر جس ذاتِ گرامی سے اللہ تعالیٰ کا رسول اور اس کے فرشتے حیا کریں اور دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان ان کا احترام اور خلیفہ برحق تسلیم کریں، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیار سے داماد ہوں اور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیبیہ کے

موقعہ پر اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ بنائیں۔

مردود مزدوری اور قطب ان کے بارہ میں وہ کچھ کہے یا لکھے جس کا ذکر آپ نے پڑھ لیا، اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو گمراہیوں سے بچائے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے خلیفہ راشدین آپ کے صحابہؓ اور آپ کے اہل بیتؑ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

عام صحابہ کرامؓ

عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بڑھ چڑھ کر جہادِ بالمال میں حصہ لیا۔ غریبوں نے اس میں شرکتِ سعادت سمجھی۔ بعض صحابہؓ نے مزدوری کر کے کھجوریں حاصل کیں وہ لاکر پیش کیں۔ آپ نے وہ کھجوریں سارے ڈھیر کے اوپر بھیلادیں، تاکہ اس صحابی کے اخلاص کی برکت سب میں اثر انداز ہو۔

خواتین

صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس موقعہ میں پیچھے نہیں رہیں۔ کفر و اسلام کے اس آخری اور فیصلہ کن جنگ میں امداد کی سعادت حاصل کرتے ہوئے انہوں نے سونے چاندی کے زیورات کا ڈھیر لگا دیا۔ غرضیکہ چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں سمیت اللہ تعالیٰ سے جنت کا سفر کرنے میں سبقت سے کام لیا۔

مدینہ منورہ کا حال

مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کا نظارہ قابلِ دید تھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد پروانے جمع ہو رہے ہیں۔ مخلوق سہاقت نہیں ہے۔ لوگوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ تکبر و تہلیل کی آوازیں ہیں۔ خدا کی تسبیح و تحمید نہ بانوں پر ہے۔ خیمے اور ڈیرے لگ رہے ہیں۔ مدینہ اور اس کا اندر گرد گویا فرشتوں کی بھاؤں بن گئی ہے۔ دور دراز کا سفر اور اس سلطنت سے نبرد آزمائی کا عزم ہے جس کی پشت پر سارا یورپ ہے۔ جس سے عہد بات کا سلسلہ آخر کار تقریباً ہزار سال تک قائم رہا۔ اکثروں نے سواری وغیرہ کی خود تیاری کر لی ہے۔ باقی ہزاروں کو باری باری سے اونٹوں کی سواری کے لئے مقرر کیا جا رہا ہے۔ صحابہ میں کہ حکومت اندیشوں سے خالی ہو کر صرف خدائی وعدوں پر یقین ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت میں سرورِ ہزار ہیں۔ جان و مال جس نے دیا ہے اس کے حوالہ کرنے جا رہے ہیں۔ جنت آنکھوں کے سامنے ہے گویا مدینہ منورہ میں ایک جشن ہے جس میں عظیم جہادوں اور دنیا سے کفر سے نبرد آزما ہونے کا غیر مختتم سلسلہ کا افتتاح خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں جس کے ایک ہی سال بعد آپ دنیا سے پردہ فرما کر اس کام کی تکمیل اپنے خلفاء کے حوالہ کر دیں گے۔

منافقتیں

یہ تقارہ دیکھ کر منافقتیں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہا تھا۔ کوئی حقور اس شہرہ لاتا تو کہتے تو یہ مجاہد آیا۔ ان چند کجگو روں سے روم کے قلعے فتح کرے گا۔ کوئی بڑی رقم دیتا تو کہتے سب ریاکاری اور شہرت پسندی ہے۔ مگر یہ لوگ مسلمانوں کے در سے اپنے بچاؤ کے لئے مسلمان بنے ہوئے تھے اس لئے سامنے علی الاعلان مخالفت بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کہیں منافقت کا راز فاش نہ ہو جائے۔

اس لئے وہ آکر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سفر پر نہ جانے

کی اجازت چاہتے اور تقسیم عذر اور حیلے پیش کرتے اور آپؐ کو نہ جانے کی اجازت دیتے جاتے۔ بعض خود بھی تیار نہ تھے اور دوسروں کو بھی کہتے کہ اس گرمی میں سفر نہ کرو۔ ایک بے باک قسم کا منافق آیا، کہنے لگا حضرت میں حُسن پرست قسم کا آدمی ہوں، شام کی غور میں بہت خوبصورت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں گناہ میں آلودہ ہو جاؤں۔ اس طرح وہ اپنی بزدلی اور منافقت پر تقویٰ کا پردہ ڈالنا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سب کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا۔

بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

عَفَاكَ عَنْكَ لَہِ اَذْنٰتٌ لِّہُمْ

ترجمہ :- اللہ آپؐ کو معاف کرے آپؐ نے کیوں ان کو اجازت دی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا کہ یہ جانا ہی چاہتے تھے اور نہ اس کا پہلے سے سامان کرتے، اللہ نے ان کا جانا پسند نہیں کیا، اس لئے ان کو روک دیا، اگر یہ ہمراہ جاتے تو فساد و فتنہ کی کوشش کرتے ان کا ارادہ بھی نہیں ہے۔ مگر آپؐ اجازت نہ دیتے تو یہ ذلیل اور رسوا ہو جاتے اور آپؐ کو سچے اور چھوٹوں کا علم ہو جاتا۔

عرضیہ مدینہ منورہ میں عجیب جوش و خروش تھا۔ ادھر خدا کے رسولؐ جہاد کی ترغیب اور تیاری کا حکم دے رہے تھے۔ ادھر قرآنی آیات نازل ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کے لئے رکے رہنے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ ہم کی اہمیت اور کفر و اسلام کی نازک ٹکر کے پیش نظر اس سفر میں شرکت سچے مسلمان کی گویا نشانی بن چکی تھی۔ معمولی عقل کا آدمی جب سوچتا تو یہ سمجھتا کہ اگر اس تصادم میں مسلمان غالب آجاتے ہیں تو پھر اسلام صرف عرب نہیں بلکہ دنیا بھر کی عظیم طاقت بن جائے گا اور اگر خدا نخواستہ سلطنت روم غالب آجاتی ہے تو اسلام کی بائیس سال کی محنت ختم اور یہ تمام فوج تھس تھس ہو جائے گی۔ منافقین یہی اس لگائے بیٹھے تھے اور دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے۔ ایسی حالت

میں کون چھپے رہ سکتا تھا۔ ہر دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر کلام جانے اور اسلام کے لئے قربان ہو جانے کا جذبہ موجزن تھا۔ مسلمانوں کو ایک طرف اسلام کی صداقت کا یقین اور خدا تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ تھا۔ دوسری طرف ان کے دلوں میں شوق شہادت اور حقیقت کا سودا چٹکیاں لے رہا تھا۔ بعض قریب صحابہؓ حاضر ہوتے کہ سواری کا انتظام فرمائیں۔ آپ فرماتے: میرے پاس کوئی آؤٹ (سواری) نہیں۔ جس پر تمہیں چڑھاؤں وہ جہاد سے محروم رہنے پر روتے ہوئے واپس جاتے اور آپ کو ان کے حال پر رحم آتا۔ چنانچہ آپ نے سفر میں ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگ مدینہ میں گھروں میں بیٹھے ہیں مگر وہ تمہارے ساتھ اس میں شریک ہیں۔ (راوی کا قال) قرآن پاک نے بھی ان کا تذکرہ اور تعریف فرمائی۔ سبحان اللہ کیسے مبارک لوگ تھے جن کے ایمان کی تصدیق اور ان کی دل کیفیت کا ذکر خود رب العالمین فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

شکر اسلام کی روانگی

غرضیکہ چند دن کے اندر اندر شکر اسلام تیار ہو گیا اور شہرِ محرمی ماہِ رجب مبارک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روانگی کا اعلان ہوا۔
 سرورِ انبیاء علیہ السلام کے جلو میں تیس ہزار کا مقدوسی لشکر روانہ ہوا۔
 تفسیرِ مواہب الرحمنؒ نے ستر ہزار تعداد لکھی ہے بہر حال اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے سوار تھے۔ باقی اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے اور اس طرح یہ دور دراز کا کٹھن سفر طے ہونا شروع ہوا۔

ایمان کا امتحان

یہ سفر ایمان کا آخری اور سخت امتحان تھا۔ عرب کی شدید گرمی کا زمانہ ہے۔

کو چل رہی ہے۔ قحط کا زمانہ ہے۔ خوراک کی کمی ہو گئی۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے پاس چند چھوٹے رہ گئے تھے۔ دو آدمی ایک چھوڑا آدھا آدھا لے کر کھا لیتے اور پانی پی لیتے۔ پھر فوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک ہی چھوڑا سب کو چند آدمی چوس کر پانی پی لیتے تھے۔

پھر پانی کی قلت ہو گئی جس سے تشنگی کا غلبہ ہوا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیاس کی شدت سے مرنے کا خطرہ ہونے لگا، اس لئے بعضوں نے اپنے قیمتی اونٹ ذبح کر کے ان کے اہل سے پانی لے کر حلق و جگر کو تر کیا۔ اس وقت حضرت صدیقؓ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضرت دُعا فرمائی آپؐ نے فرمایا کیا تم اسے پسند کرتے ہو۔ عرض کیا بے شک، تو آپؐ نے ہاتھ مبارک اٹھائے اور ابھی نیچے دیکھتے تھے کہ بارش ہو گئی۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور جب ہم نے پتہ لگایا تو لشکر کے باہر بارش کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمت کے اجر و ثوابِ اخروی درجات نیز دُنیا بھر کے مٹیوائی کے لئے تیار کرنے کا خیال زیادہ تھا۔

ایک عاشقِ صادق کا واقعہ

یہ لشکرِ اسلام جارہا ہے۔ ادھر مدینہ منورہ میں ایک مشہور صحابی ابو خنیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سستی سے پیچھے رہ گئے ہیں، وہ اپنے باغ میں داخل ہوئے۔ شدید گرمی کے موسم میں درختوں کا سایہ خدا کی بڑی نعمت ہے، پھر نیک سیرت نبویؐ خدمت کے لئے موجود ہے، اس نے پانی کا چھڑکاؤ کر کے زمین ٹھنڈی کر دی ہے اور اسی

پہرے میں فرش بچھا دیا ہے۔ تازہ کھجوری اور سرود پانی حاضر کیا ہے۔

حضرت ابو خثیمہ ان نعمتوں اور سامانِ راحت و آرام کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں اور اپنے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے ابو خثیمہ تو یہاں ان نعمتوں میں ہے اور پیادے آقا پرورد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت گرم موڑ، ریت کے گرد و غبار کے اندر اور پہاڑوں میں اور ریگستانوں میں چلے جا رہے ہیں۔ اس تصور سے بے قرار ہو کر فوراً اٹھتے ہیں تلوار لگاتے اور نیزہ لے کر اونٹ پر سوار ہو جاتے ہیں۔ نہ کھانا باوجود ہے نہ آرام نہ بیوی کی فکر نہ جان کی۔

دل آرا سے کہ داری دل درو بند

وگر چشم از بحر عالم فرو بسند

اونٹنی ہوا سے باتیں کرتی اور تیز چلی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ کوئی جوان اونٹنی دوڑاتے اور ٹیلوں پر اترتے چڑھتے چلا آ رہا ہے۔

ارشاد فرمایا: کن اباضیمہ، یعنی ابو خثیمہ معلوم ہوتے ہیں۔ اتنے میں عاشقِ مطلق آگئے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضورِ خورشید ہو کر دعا فرماتے اور ان کے لئے مغفرت چاہتے ہیں دان کو اور کیا چاہیے تھا؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کے مسلمان تھے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے دل سفر ترک کرنے پر مائل ہو رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پال دیا۔

نزولِ تبوک اور دشمنوں پر عیب

اسلام کا یہ پاک شکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکردگی میں جب بمقام تبوک پہنچا تو وہاں قیام فرمایا، یہ مقام سرحدِ شام کے قریب ہے۔

خدا کی شان اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ کہ ہر چند غسانی بادشاہ نے شاہ روم کو اطلاع دی کہ اسلامی لشکر آ رہا ہے۔ مگر شاہ روم ہر قلعہ پر قبضہ ہو گیا اور سرحد پر جو طاقت جمع کی تھی وہ بھی ہٹا لی تاکہ لڑائی کا موقع ہی نہ آئے۔ یہ بات کوئی اتفاقی امر نہیں تھا کہ وہ مقابلہ میں نہ آیا۔ اس طرح کھڑا اس مہم کی اہمیت کو دکھایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اطلاع ملی تھی وہ غلط ثابت ہوئی۔ فرض کرو وہ اطلاع غلط تھی تو شاہ روم کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم جنگی تیاریوں اور پھر شام کی سرحد پر آپہنچنے بلکہ روم کے زیر اثر ریاستوں کو اسلامی ریاست میں شامل کرنے کی بھی اطلاع نہ ہوئی اور شاہ غسانی کی اطلاع پر بھی اس نے یقین نہ کیا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مثلاً پاکستان کی سرحد پر ہمارے زیر اثر ملک پر دشمن کی عظیم فوج قبضہ جما کر اپنی سلطنت میں شامل کرے۔ بیس دن تک محروم میں چاروں طرف بیفار کر کے ہماری عزت و وقار کو خاک میں ملا دے اور ہم شمس سے مس نہ ہوں حقیقت یہ ہے کہ یہ پیغمبرانہ فراست اور خدائی رعب کا نتیجہ تھا۔

(۱) ہر قلعہ پر روم ایک عیسائی عالم تھا۔ اس کو یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے اور ان کا ملک ہماری سلطنت تک ضرور پھیل کر رہے گا۔ اس علم و یقین کی وجہ سے وہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے مرعوب تھا۔

(۲) پھر یہ گزشتہ جنگ موثر سے بھی گھبراہٹ ہوا تھا۔ جس میں تین ہزار صحابہ کرام نے ایک لاکھ غسانی فوج کے چھلکے چھڑا دیئے تھے۔ اس کے دل میں یہ دہشت مزور ہوتی چاہیے تھی کہ تین ہزار نے ایک لاکھ کو لوہے کے چنے چبوا دیئے تو اس حساب سے تیس ہزار کا اسلامی لشکر دس لاکھ رومی فوج کو ذلیل شکست دے کر تباہ کر سکتا ہے۔

(۳) اس کو یہ احساس بھی ہونا چاہیے کہ موثر کے معرکہ میں خود پیغمبر موجود نہ تھے اور اب تو وہ بنفس نفیس لشکر صحابہ کی قیادت فرما رہے ہیں۔

(۴) وہ ایک عیسائی عالم کی حیثیت سے بھی جانا ہو گا کہ لشکر کا مقابلہ تو کیا جاسکتا ہے مگر جبریلؑ و خدائے جبرائیل کا مقابلہ کون کرے۔

بہر حال اس کو اسی میں خیر نظر آئی کہ لڑائی کو ٹال دیا جائے۔

(۵) اس کو یہ یقیناً معلوم تھا کہ جنگ موثر کے وقت مکہ معظمہ مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تھا۔ اب تو وہ بھی فتح ہو گیا اور عربستان کے گھر گھر میں مادی طاقت اور روحانی برکات کا فرما ہیں۔

آئیے اب یہ دیکھیں کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ہم کیوں اختیار فرمائی اگر آپؐ یہ لشکر کشی کرتے تو جنگ موثر میں روم سے قطعی اور فیصلہ کن جنگ نہ ہونے اور روم کی عظیم طاقت کے مظاہرے سے کمزور قبائل پر جو رعب پڑ سکتا تھا وہ کیسے ٹرائل ہوتا جس کا ذائل کرنا ضروری تھا۔

پیغمبرانہ سیاست

اور

اس کی برکات

(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ روم (قیصر روم ہرقل) کی جنگی تیاریوں اور عرب پر حملے کی اطلاع ملتے ہی جہاد کا اعلان فرما دیا اور قیصر روم کو تیاری کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔

(۲) اب اگر وہ پورا زور لگا کر دولاکھ کی فوج میدان میں لے بھی آتا تو جنگ موثر

کا تجربہ اس کے سامنے تھا۔ تیس ہزار جانبا ز فوج سے وہ کس طرح عہدہ برآ ہو سکتی۔ اس کی تصدیق بعد کے تاریخی واقعات بھی کرتے ہیں۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلافت راشدہ یا بنو امیہ کے زمانہ میں جتنی بھی صلیبی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ مسلمان مجاہدین کی تعداد تیس ہزار کے اندر ہی رہی ہے جبکہ مقابلہ میں لاکھوں کے لشکر جمعہ مکمل ساز و سامان کے بوا کر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر تھے۔ یونہی اس نازک اور سخت وقت میں صحابہ کرام کو اس ہم کے لئے نہیں لائے تھے۔ یہ قدرتی حکم تھا اور اس میں بڑی بڑی حکمتیں اور برکتیں تھیں کیا دنیا کا کوئی فوجی قائد اس بات کو برداشت کر سکتا ہے کہ وہ اپنی سرحدات پر دشمن فوجوں کا اجتماع دیکھے اور خاموش بیٹھا رہے۔

(۳) اگر رومی فوج ایک بار عرب میں داخل ہو جاتی تو اس کے خطرات تھے کہ کہیں تمام عربوں میں افراتفری پیدا نہ ہو جائے۔

(۴) اسلامی لشکر کے صبر و استقامت اور جوش و خروش سے آجائے اور رومی سلطنت کے جنگ کو مال دینے سے ایک برکت یہ ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوصلے بڑھے۔ ان کی قربانی قبول ہوئی اور بغیر قتال و جدال کے اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ (۵) دوسری برکت یہ ہوئی کہ اس لشکر نے بیس دن مقام تبوک میں قیام کیا اور سرحدات کی بہت سی چھوٹی چھوٹی عیسائی ریاستوں کو جزیہ دے کر اطاعت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح اسلامی ریاست کی حدیں قائم ہو گئیں جو ایک طرف ایرانی سلطنت اور دوسری طرف رومی سلطنت سے ملتی تھیں۔

(۶) چھٹی برکت یہ ہوئی کہ ایران و روم کے زیر اثر عرب قبائل جو سرحد روم و ایران کے قریب آباد تھے اور جن کو اب تک اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا اب اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

(۷) روم و ایران اور تمام مشرق وسطیٰ کے ممالک پر اسلام کا رعب میٹھ گیا اور بہت سے سرحدی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جو پہلے آزادی رائے کے فداویٰ کی وجہ سے محروم تھے۔

(۸) جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح سے منظر و منصورہ واپس ہوئے عرب کے بچے کچے مشرکوں مخالفوں اور منافقوں کے حوصلے پست ہو گئے امیدیں

خاک میں مل گئیں اور انکے تمام خیالی قلعے مسمار ہو گئے۔ تمام عربوں کو بھی یقین ہو گیا کہ اب عرب میں اسلام کے بغیر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اور مذاہب کوئی ان سے ٹکر لے سکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس غزوہ تبوک کے بعد مختلف ملکوں، بادشاہوں اور قبائل کے تقریباً ستر و فود اپنے اپنے قبیلہ کے وکیل بن کر مدینہ منورہ آئے جو اسلام لانے یا اطاعت قبول کی۔

(۹) اس مہم کی ایک عظیم برکت یہ ہوئی کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد خلفاء راشدین کے لئے بہتر تجاویب اور معلومات ہیا ہو گئیں۔ اور ساتھ ہی اہل اسلام کو دشمنوں کے خوف و مروعیت اور اسلامی شوکن و دبدبہ کا بھی اندازہ ہو گیا جس سے آئندہ تمام جنگوں میں عظیم فائدہ ہوا۔

(۱۰) اور ایک برکت یہ ہوئی کہ اس مہم میں سے منافقوں کا پردہ چاک ہو گیا اور ان کے خلاف علی الاعلان فوجی اور سیاسی کارروائی کرنے کا اعلان ہو گیا۔ ان کی مسجد خراب جلا دی گئی۔ ان کی نماز جنازہ پڑھنی بحکم خداوندی ممنوع قرار دیدی گئی۔ اب ان کے کفر کو ظاہر کر دیا گیا جس کے بعد ان کو منافق بن کر دنیوی مفادات حاصل کرنے کا موقع ہی نہ رہا۔ اس لئے رفتہ رفتہ سب کو اسلام کے سایہ میں آکر پناہ یعنی پڑی بہتوں کی اولاد اور رشتہ دار پہلے سے سچے مسلمان تھے۔ اب سب کی نسل پر خدا تعالیٰ

کی رحمت ہو گئی۔

(۱۱) گیارہویں برکت اس مہم کی یہ ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدائی بھرت تحت عام جرنیلوں کی طرح یہ نہیں کیا کہ قیصر روم مقابلہ پر نہ آیا تو چلو اس کے گھر پر حملہ کر دو۔ اگر اس طرح ہوتا تو حبیبی لڑائیوں کا وہ سلسلہ اسی وقت سے شروع ہو جاتا جو بعد میں خلافت کے وقت سے شروع ہو کر صدیوں تک رہا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرب کے اندرونی استحکام اور نظم و نسق کی درستگی کا وقت ہی نہ ملا۔ ادھر دنیا کی عظیم سلطنت سے مسلسل لڑائیاں شروع ہو جاتیں اور ادھر عرب میں منافقوں اور چھپے ہوئے دشمنوں کو شرارتوں کا موقع مل جاتا مگر آپ جرنیل نہ تھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔

آپ کی سیاست پیغمبرانہ سیاست تھی، آپ نے اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی نصرت و امداد پر شکر کیا اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا منشا سمجھا۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی سے آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ واپسی کے بعد تمام اختلافات درست فرمائے۔ تقریباً ستر و فود سے بیعت لی۔ جو مختلف قبائل، ملوک اور ممالک سے آئے تھے۔ منافقین کا قلع قمع ہو گیا۔ حکم خداوندی مشرکوں کا داخلہ مسجد حرام میں بند کر کے توحید کی بنیاد مضبوط فرمادی۔ تمام مخالف قبائل اور مشرکوں وغیرہ کو چار ماہ کی مہلت دی جس کے بعد صرف دو ہی باتوں کا اختیار تھا یا اسلام یا جنگ۔ اس طرح آپ نے تمام عرب کو تقریباً گنتیوں سے پاک کر کے خدائی دین میں پرو کر منظم فرمایا۔

اگر عرب کے اندرونی فتنے اس طرح نہ دبا دیے جاتے اور اس کے غالب حصے کو منظم کر کے ایک عظیم قوت نہ بنادیا جاتا تو آپ کی وفات شریف کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتنہ ارتداد وغیرہ زیادہ خطرناک صورت

اختیار کر سکتے تھے۔

پھر اندرونی عدم استحکام کی صورت میں روم و ایران سے ہونے والی جنگیں کیسے کامیاب ہو سکتیں، مگر آپ جو کچھ کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق کر رہے تھے۔ اسلام کی دعوت اقصائے عالم تک پہنچتی تھی اس لئے پہلے سے سب انتظامات مکمل کئے گئے تھے۔

سرور کائنات پیغمبر اسلام کے نبی برحق ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ آپ نے دنیا سے پرودہ فرمانے سے پہلے پہل عرب کو وہ اخلاقی قوت، روحانی عظمت اور سیاسی پوزیشن عطا فرمادی جس سے وہ تمام دنیا کے کفر کو چیلنج کر سکے اور نتیجتاً آباد دنیا کے غالب حصہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اسلام کی شعاعیں پہنچ گئیں۔ یہی آپ کی شانِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنِ اور کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا کا تعاقب تھا

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ اَسْمًا اَبَدًا عَلٰی اَحَبِّیْكَ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

(۱۲) غزوہ تبوک کی اس عظیم ہم کی ایک عظیم برکت یہ ہوئی کہ اس سے صحابہ کرام کی شانِ عبدیت اور محبت و عشق کا خوب مظاہرہ ہوا کہ ایسے وقت میں جبکہ طویل سفر کے تصور سے بھی جان نکلے اور کلیجہ منہ کو آسے کس طرح اپنی جانیں بمعامل و اسباب کے پیش کر کے محبوب حقیقی کے عشق میں واہبانہ چل پڑے۔

جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تنقید کرنا بھی گویا ایک کمال سمجھتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ حضور پر نورؐ کے تربیت یافتگان، آپ کے سچے عشاق اور اسلام کے مخلص جان نثاروں پر قلم و زبان سے چھینٹے اُچھالنے میں ان کو کونسا دینی یا دنیوی فائدہ ہے، اُن کے اخلاص و تعلق باللہ کا جو مال ہے، وہ اس ہم میں شروع سے آخر تک آپ کو چمکتا نظر آئے گا اور اگر ان میں سے چند آدمیوں سے بلا ارادہ یا غفلت سے کوئی لغزش ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے نہایت پیارے

انداز میں ان کی توبہ قبول فرما کر ان کے لئے اپنی رحمت کا اعلان فرمے یا ہے۔
 یہ سب برکات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی تھیں۔ اسی غزوہ تبوک
 میں غفلت سے جو چند صحابہ کرام پیچھے رہ گئے تھے۔ کس طرح ان کی ندامت، توبہ
 باخلاص اور عشق و محبت کا ڈھنڈورہ کر دیا گیا۔ ان کو شدید ترین ابتلا میں
 ڈال کر دنیا کو بتایا کہ یہ وہ پاک بندے ہیں جن کو کافرانہ الگ پھینک دیا جائے
 تو یہ پھر بھی اسی دروازے سے چھٹے ہیں۔ یہ ہمارے سوا کسی کو آقا کسی کو مالک
 کسی کو غفور و رحیم سمجھتے ہی نہیں یہ وہ پاک نفوس ہیں کہ جو رسول کی نگاہ لطف و کرم
 کو حسرت اور ان کی نگاہ پھر جانے کو جہنم سمجھتے ہیں۔ حضور پر نور کے خاطرِ عاطف پر
 بار پڑنے سے ان کی نگاہ میں دنیا تاریک ہوتی ہے جن سے حضور خطابہ بھی خفا جن
 سے حضور خوش رہے خوش۔ یہ آپس میں رسول بھائی ہیں۔ خدا بھائی ہیں۔ ایک
 دوسرے پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ مگر خدا کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ان
 کی تعریف میں کہیں ارشاد ہوتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ عَلَى الْكَافَرِيْنَ حِمٰمٌ بَيْنَهُمْ
 ترجمہ :- حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی (صحابہ) کافروں پر
 سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔
 کہیں فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں یہ میری بیعت کرتے ہیں۔
 اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَبْعُوْنَكَ اَشْيَآءٌ يَبْعُوْنَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ
 ترجمہ :- بلاشبہ جو صحابہ آپ کی بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کر رہے
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔
 اور کبھی ان کو رضا و خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا ہوتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ مِنَ الْمُحْسِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۚ
ترجمہ :- اللہ راضی ہو چکا ان ایمانداروں سے جو اس درخت کے نیچے آپ سے جہاد
اور اللہ کی راہ میں مرنے کی بیعت کر رہے ہیں۔

کہیں قرآن پاک میں ان کو خدائی رضا مندی کی سبند عطا کی جاتی ہے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔
کہیں ارشاد ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبُ إِلَيْكُمْ لَا يُدْرِي فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّ الْيَكْمَا الْكَفْرَ وَالْفُسُوقَ
وَالْعَصِيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ترجمہ :- لیکن اے (صحابہ کرامؓ) اللہ ہی نے تمہارے دلوں میں ایمان کو پایا
اور پسندیدہ کر دیا ہے اور (اسی نے) کفر، فسق اور گناہ سے تم کو متنفر کیا
ہے۔ اللہ کی ہر بات اور فضل سے یہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ پوری طرح علم و حکمت کے مالک ہیں۔

کس طرح اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان کے صادق الایمان ہونے اور گناہوں
سے متنفر ہونے کا اعلان فرماتے ہیں، بلکہ فرماتے ہیں کہ ان کو ایسا نہیں ہے اپنے فضل
سے بنایا ہے، پھر اپنے علیم و حکیم ہونے کا اعلان کرتے ہیں کہ یہی ہمارے علم و حکمت
کا تقاضا ہے۔ وہ پوری طرح جانتا ہے کہ صحابہؓ کے دل کتنے پاک اور ان کو گناہوں
اور نافرمانی سے کتنی نفرت ہے، اور اسی میں اس پروردگار کی حکمت چکیونکہ انہی
کو ساری دنیا والوں کے لئے نمونہ عمل بنانا اور ان کے ذریعہ آخری پیغمبر کی دعوت
دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانی ہے۔ ایسے پاک گروہ کی بات اگر ہمارے لئے دلیل

و حجت نہ ہو تو چودھویں صدی کے خود ساختہ مجتہدوں کی تحقیق کیونکر محبت ہو سکتی ہے۔ کتنا افسوس ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں قرآن پاک کی ان تصریحات کے مقابلہ میں تاریخ کے جھوٹے حوالے پیش کیے گئے مسلمانوں کے دلوں کو مروج اودین حق کے ان گواہوں کی پاک زندگی کو شائبہ بنانے کی پاپاکی سی کی جاتی ہے۔

(۱۴) اب ہم غزوہ تبوک کی تبرکات ہی میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں جو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکے تھے۔ کیونکہ ان کا عمل بھی امت کے لئے موجب ہدایت ہے پھر آپؐ سوچیں کہ آیا جس طرح سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت فرمائی اور ان کی دنیا ہی بدل کے رکھ دی۔ ان کو خدا سے برتر کے جہاں ازل کا گرویدہ اور رجال آخرت بنا ڈالا۔ اس کی کوئی نظیر اسی کائنات میں پیش کی جاسکتی ہے ہرگز نہیں۔

پھر یہ تربیت کسی ایک یا چند آدمیوں کی نہیں فرمائی بلکہ لاکھوں کی فرمائی اسی ایک غزوہ کے شرکار کو اللہ تعالیٰ نبی کے ساتھ ملا کر سند سے سب سے کہ ہم نے رافت و رحمت سے ان پر رجوع فرمایا۔ (یعنی ان کو اپنی آغوش لطف و کرم میں لے لیا) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

جب آپؐ پوری کامیابی سے تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو واپسی میں راستہ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول شروع ہوا۔ اس میں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت منافقوں کے حالات اور ان کے مافی الضمیر سے آگاہ فرمایا اور یہ سب کچھ بتا دیا کہ وہ آپؐ کے پاس آئیں گے، قہیں کھائیں گے۔ مگر یہ جھوٹے ہیں۔ جب آپؐ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اور ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے پیچھے رہ جانے والوں کے بارہ میں اور خاص کر منافقین کے بارہ میں آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ اور خدا کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کے قلب مبارک پر بوجھ ہے۔ تو مخلص صحابہ کرامؓ کی قلبی کیفیت کا اندازہ ہر شخص نہیں لگا سکتا تھا۔ ان میں ایسے حضرات بھی تھے جو نہایت مخلص مسلمان تھے اور اس سے پہلے تمام غزوات (جہادوں) میں شریک رہے تھے۔ ان پر شک و شبہ کی تو کوئی گنجائش نہ تھی۔ مگر ان کی عدم شرکت کو خدا کے رسول محسوس کر رہے تھے اور او کیوں محسوس کرتے اور آپؐ اپنے مخلص اصحاب کا دینی خدمات کے ایسے مواقع سے محروم نہ ہونا پسند فرما سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔

وہی عکس ادھر ان صحابہؓ کے دلوں پر پڑ رہا تھا، مار سے تداامت و تم منزل کے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ کہ وہ جان سے پیار سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کیسے جائیں۔ منافقین تو ایک ایک کر کے آرہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے قسبیں کھا کر جھوٹے عذر پیش کرتے ہیں۔

تبوک میں مسلمانوں کے اقدامات

جب ہرقل (شاہ روم) غسانی بادشاہ اور کوئی رومی طاقت مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ آئی تو آپ تبوک میں قیام فرما کر ادھر ادھر کی اسلامی سرحدات کو مضبوط کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

صاحب ایلہ کی اطاعت

آپ نے ایلہ کے امیر یوحنا ابن رُویہ (عیسائی) کو پیغام بھیجا کہ یا مسلمان ہو جاؤ یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ خود حاضر ہندوست ہوا اور اس نے تین سو اتر فی (دینار) سالانہ جزیہ دینا منظور کر کے اطاعت کی اور مندرجہ ذیل معاہدہ لکھا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خُذْهُ اَمْنَةً

من محمد بن النبی رسول اللہ لیوحنا رؤیہ و اهل ایلته سفنهم و سیتار تهم فی البر و البحر لهم زمة اللہ و محمد النبی و من کان معهم من اهل الشام و اهل الیمن و اهل البحر فمن احدث منهم حدثا فانه لا یجوز مالہ دولت نفسه و انه طیب لمحمد اخذ من الناس و انه لا یجوز ان یتنعموا ما یریدونه ولا طریقاً یریدونه من برا و بحر و انفق الطرفان ان تدفع ایلته جزیة قدر ما ثلاث مائة دینار فی کل عام ۵

ترجمہ :- بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمد کی طرف

سے یوحنا ابن زویہ اور اہل ایلہ کے لئے پروانہ امن ہے۔ خفگی میں ان کے قافلے اور سمندر میں ان کی کشتیاں اللہ اور اس کے رسول محمد کی ذمہ داری میں ہیں۔ اس طرح وہ لوگ بھی جو ان کے ساتھ ہیں چاہے یمن کے ہوں یا شام کے یا بحر کے۔ جس نے اس کے بعد کوئی بات پیدا کی تو اس کا مال اس کی جان کو نہ بچا سکے گا۔ اور محمد کے لئے لوگوں سے اس مال کا لینا جائز ہو گا۔ اور کسی فریق کو برسی اور بحری راستوں سے نہ روکا جائے گا۔ اہل ایلہ تین سو اشرفی سالانہ جزیہ و خراج مسلمانوں کو دیتے رہیں گے۔

دیگر ریاستوں کی اطاعت

اسی طرح عمان کے علاقہ میں بلقاء کے پاس شام کے ملک میں اہل جرباء سے بھی مصالحت ہوئی اور اسی طرح اسی کے قریب اہل ادسج کے ساتھ بھی جزیہ پر مصالحت ہوئی۔

رئیس دومۃ الجندل کی گرفتاری اور اطاعت

تبوک کے قریب ایک دن کی منزل پر دومۃ الجندل کا علاقہ تھا جہاں کا حکم اکید بن عبد الملک خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوا بلکہ اس کی طرف سے سرکشی کی خبریں موصول ہوئیں۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کو پانچ سو سواروں کا دستہ دے کر اس کی طرف روانہ کرنے ہوئے علم دیا کہ اکید بن عبد الملک کو گرفتار کر کے لائیں۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اکید بن تم کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے ملے گا۔ حضرت خالد نے رات بھر سفر کر کے صبح سویرے اکید کے قلعہ کے پاس پہنچے وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اکید اور اس کی بیوی محل کی چھت پر آرام کر

کر رہے تھے۔ موسم گرمی کا تھا۔ چاندنی رات تھی۔ ایک نیل گائے جنگل کی طرف سے آکر محل کے دروازے کو سینگوں سے کھرچنے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے خاوند کو بتایا۔ اکیدر اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بھائی حسان نامی کو ہمراہ لے کر اس نیل گائے کا شکار کرنے کے لئے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ حضرت خالدؓ نے بمعہ سواروں کے پہنچ کر اس کو گھیر لیا۔ دونوں بھائی لڑے۔ حسان مارا گیا اور اکیدر گرفتار ہو کر حضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کیا گیا۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی جان بخشی فرمائی اور اکیدر نے اطاعت اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ واپس اپنے قلعہ میں آکر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زرد ہیں چار سو بسترے اور بہت سی نقد چاندی بطور ہدیہ بھیجی۔ اور صلح نامہ لکھا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت خالدؓ نے اسے گرفتار کیا تو وہ قہقہہ والوں کو دھکی دی۔ اگر شہر کا دروازہ نہ کھولو تو اکیدر کو قتل کر دیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے بادشاہ کی خاطر دروازہ کھول دیا اور مسلمان دو منہ الجندل میں داخل ہو گئے اور مذکورہ مال بطور غنیمت حاصل کیا۔

تبوک سے واپسی

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا۔ رومی لشکر کا انتظار کیا۔ سرحدات کو محفوظ کیا۔ سرحدی قیامتوں کو اسلامی حدود میں شامل کیا اور جب کوئی رومی لشکر مقابلہ میں نہ آیا تو پچھلے صحابہؓ کو مدینہ منورہ کو واپس جانے کا حکم دے دیا۔ راستے میں

اس غزوہ کے بارے میں بہت سی اُتیں نازل ہوئیں۔ اور منافقوں اور
 پیچھے رہنے والوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ اب
 منافق جو تقریباً اُسی آدمی تھے اور جنگ میں نہیں گئے تھے ایک ایک کو
 سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنے نہ جانے کے عذر پیش کرتے
 آج درگزر فرما کہ ان کا معاملہ خدا کے سپرد فرما دیتے۔

حضرت کعبؓ کا قصہ

تین صحابہؓ پر کیا گزری

ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی حید اور عذر نہیں پیش کیا۔ بلکہ صاف صاف عرض کر دیا کہ ہمارے لئے کوئی عذر مانع نہ تھا۔ اپنی غفلت اور اپنا قصور ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ انہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے پھر آپؐ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور ان کا کوئی فیصلہ نہیں کیا بعد میں مسلمانوں کو ان سے بات چیت سے منع فرما دیا۔ **اللہ اکبر** ان دل دادگانِ عشق کے لئے یہ کوئی معمولی بات تھی۔ محبوبؐ نے منہ پھیر دیا۔

روح فنا ہونے لگی، یہ تین حضرات تھے۔

حضرت غلال ابن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مرارہ ابن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پہلے ہر دو حضرات تو جا کر گھروں میں بیٹھ گئے اور پچاس دن تک روتے ہی رہے مگر تیسرے بزرگ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا گزری بہتر ہے کہ یہاں ان کی کہانی ان کی زبانی آپؐ سن لیں۔ بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث میں ان کی کہانی ان کی زبانی موجود ہے۔ جس کا خلاصہ مستدرجہ ذیل ہے۔

حضرت کعب کے عشق کا امتحان

یہ قصہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے فرزند سے فرمایا۔ یہاں اس کا خلاصہ اور مطلب حضرت شیخ الاسلام مولانا شیر احمد صاحب عثمانی کے الفاظ میں (معمولی تغیر کے ساتھ) بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ہم پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے کھلم کھلا اس کا اعلان نہ کرنے بلکہ تو سب سے اور اشارات سے کام لیتے (اور یہ بڑی ضروری سیاسی تدبیر ہے تاکہ دشمن کو قبل از وقت اطلاع ہو کر تیاری کا موقع نہ ملے یا کوئی مخالف سازشیں نہ کر سکیں) بہر حال غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ صاف اعلان فرما دیا کہ تمام کوٹا ہے جو سلطنت روم کے ماتحت تھا۔

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ عام افواہیں اور خاص اطلاعات یہ تھیں کہ قیصر روم عرب پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور پیش بندی کے پیش قدمی فرمائی اور چونکہ ہم سخت اور دشوار گزار تھے۔ مفرد و دراز لاکھ مومم شدید گرم تھا اس لئے آپ نے جہاد کا اعلان فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تیاری کا حکم دیا۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ تیاری میں مصروف تھے مگر میں مطمئن تھا کہ کون سی جلدی ہے جب چاہوں گا فوراً تیاری کر کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ کیونکہ اس وقت بفضلِ ایزدی ہر طرح کا سامان اور آسانی مجھے میسر تھی۔ ایک چھوڑ دو سواریاں موجود تھیں۔ اسی غفلت میں وقت گزر گیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیس ہزار مجاہدین کو روانگی کا حکم دے دیا۔ مجھے اب بھی

یہی خیال تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روانہ ہو گئے تو کیا ہے میں اگلی منزل میں آپ سے جا ملوں گا۔ آج چلوں کل چلوں۔ اسی امر و فرما میں وقت نکل گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے دریافت فرمایا۔

ما فعل شعب ابن مالک ————— (کعب بن مالک کو کیا ہوا) بنی سلمہ کا ایک

شخص بولا۔ اس کی عیش پسندی اور احباب و غرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے بری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے کعب میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ گفتگو سن کر خاموش رہے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد بڑی پریشانی اور وحشت اس بات سے ہوئی کہ باہر جاؤں تو سارے مدینہ منورہ میں گپے منافقوں اور معذور مسلمانوں کے سوا اور کوئی مرد نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب دل میں طرح طرح کے منصوبے کاٹنے لگا اور طرح طرح کے وساوس آئے کہ آپ کی واپسی میں فلاں عذر کر کے جان بچا لوں گا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ آپ خیر و عافیت سے واپس تشریف لے آئے۔ دل سے سارے جھوٹ اور فریب محو ہو گئے اور طے کر دیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ جب سفر سے مراجعت فرما ہوتے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھ کر وہیں بیٹھ جاتے۔ آپ مسجد نبوی میں رونق افروز تھے۔ صحابہ کا مجمع تھا۔ منافقین آ رہے تھے اور جہاد پر نہ جانے کے جھوٹے جیلے بہانے بیان کرتے اور قسمیں کھا کر آپ کو یقین دلاتے آپ ان کے ظاہر کو تسلیم کرتے اور باطن کو خدا تعالیٰ کے حوالہ فرماتے۔ تقریباً اسی بڑے بڑے منافقوں نے اسی طرح جان چھیڑائی۔ جب میں سامنے آیا میرے سلام کرنے پر

آپؐ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں ڈینا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپؐ دیکھ لیتے کہ میں اپنی چرب لسانی اور زبان زواری سے جھوٹے حیلے بہانے کر کے اپنے کو صاف بچا لیتا، مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں راضی بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا تعالیٰ اس کو سچی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اور سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر آپؐ کی خطی برداشت کرنی پڑے گی لیکن امید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اس کا انجام بہتر ہوگا، اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسولؐ کے غصہ سے نجات دلائے گا۔

یا رسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عُذر نہیں جس وقت حضورؐ کے ہمرکابی کے شرف سے محروم ہوا۔ اس وقت سے زیادہ فراخی سامان کی فراوانی اور مقدرت مجھے کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی، میں مجرم ہوں، آپؐ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی، اچھا جاؤ، اور خدائی فیصلے کا انتظار کرو۔ میں اٹھا میرے ساتھ قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ نئے و مجھے ملامت کرنے لگے کہ تم نے کیوں کوئی عُذر کر کے جان نہ چھڑائی۔ جیسے اوروں نے کیا۔ اور گناہ معاف کرانے کے لئے حضورؐ کی دعا اور استغفار کافی تھا۔ انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ مجھے جس خیال آنے لگا کہ واپس جا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنا بیان بدل ڈالوں مگر میں نے دریافت کیا کہ اور کوئی بھی ایسا ہے جس نے میرے جیسا بیان دیا ہو۔ معلوم ہوا دو آدمی ہیں بلال ابن امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرارہ ابن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دونوں بڑے صحابی اور پرانے بزرگ تھے۔ میں پکا ہو گیا کہ سچائی کے سوا کوئی

دارِ نجات نہیں ہے۔

ہم تینوں کے بارہ میں آپ نے حکم دیا کہ ان سے کوئی آدمی بات نہ کرے۔
 علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ہی سلام کا ہوا
 دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین اور وقف گیر ہو چکے تھے۔ شب و روز روتے
 رہتے۔ میں ذرا سخت اور قوی تھا، نماز کے لئے مسجد میں جاتا۔ آپ کی خدمت میں
 سلام عرض کر کے دیکھتا رہتا کہ لبِ مبارک کو جنبش ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتا، آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے، قریبی رشتہ دار
 ہم سے بیگانہ ہو گئے، سب نے ہمیں چھوڑ دیا۔

ایک دن میں اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے ہاں چلا گیا، یہ میرے بھائی بچپن
 کے ساتھی اور گہرے دوست تھے، میں نے سلام کیا مگر انہوں نے سلام کا جواب نہ
 دیا۔ میں نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ میں خدا اور رسول سے
 محبت کرتا ہوں۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری دفعہ میں نے قسم دے کر یہی
 بات کہی وہ پھر بھی خاموش رہا۔ تیسری بار میں نے قسم دی تو صرف اتنی بات کہی کہ
 اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَمْلَکُ (کہ خدا اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں) میں روتا
 ہوا گھر واپس گیا۔ (اللہ اللہ آپ مجھے عاشقوں میں سے بھی نہیں سمجھتے)

بادشاہ غسان کا خط

ایک دن بازار میں جا رہا تھا وہاں شام کے قبیلوں میں سے ایک شخص جو بیچنے کے
 لئے غدا لایا تھا۔ لوگوں سے میرا پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے اشارے سے مجھے بتایا۔ اس
 شخص نے ایک خط مجھے دیا، میں پڑھا لکھا تھا۔ اس کو دیکھا تو بادشاہ غسان کا خط
 تھا۔ اس نے پہلے تو میرے معاملہ میں مجھ سے اظہارِ ہمدردی کی تھی۔ پھر لکھا تھا کہ

تمہارے ساتھی (یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے۔ تم اس قابل نہیں تھے۔ میرے ملک میں آ جاؤ یہاں تمہاری خوب آؤ بھگت اور عزت ہوگی۔

میں نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔

(آہ آج میری یہ حالت ہوگئی کہ کافروں کو مجھ سے یہ طمع ہونے لگی کہ میں خدا اور رسول کو چھوڑ دوں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰعُوْنَ میں نے خط نور میں ڈال دیا اور بعض روایتوں میں ہے کہ تلوار کھینچ کر اس شخص کو کہا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور کا تازہ حکم

جب اس حالت پر چالیس دن گزرے، بارگاہ رسالت سے ایک آدمی کے ذریعہ جدید حکم پہنچا کہ اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ، میں نے دریافت کیا کہ طلاق دیدوں؟ اس نے کہا نہیں، یونہی علیحدگی اختیار کرو۔ میں نے بیوی سے کہا میکے چل جاؤ اور جب تک خدا کے ہاں سے میرا کوئی فیصلہ نہ ہو وہیں ٹھہری رہو۔

میرے دوسرے ساتھی بلال ابن امیہ کی بیوی نے جا کر دوبارہ رسالت جی عرض کیا یا رسول اللہ بلال ابن امیہ بوڑھا اور کمزور آدمی ہے اور اس کا کوئی خادم نہیں، اجازت ہو تو میں اس کی خدمت کر دیا کروں۔ آپ نے اجازت دے دی مگر دوسرے تعلقات سے ممانعت فرمائی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم جب سے یہ معاملہ ہوا ہے ان کا نور رونے کے سوا اور کام ہی نہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ قوسی جوان اور

تندرست تھا اس لئے میں نے ایسی مراعات حاصل کرنے کی کوشش نہ کی۔

سب سے بڑی مصیبت

میری سب سے بڑی مصیبت یہ خیال تھا جو ہر وقت سناٹے رکھتا کہ اگر اسی حالت میں مراواں تو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا جنازہ نہیں چھوئیں گے اور اگر خدا انھو اسے حضور کی وفات شریف ہو جائے تو پھر عمر بھر ہی معاملہ رہے گا۔ کوئی مسلمان ہم سے بات نہیں کرے گا۔ نہ کوئی ہماری میت کے قریب آئے گا۔ غرض یہ کہ دنیا ہماری نظروں میں تاریک تھی، زندگی موت سے زیادہ سخت تھی، خدا کی زمین تنگ ہو گئی تھی، اپنے سارے بیگانہ ہو گئے تھے، یہاں تک کہ پچاس دن پورے ہو گئے۔

بشارتِ عظمیٰ

پچاس دن کے بعد میں صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھا تھا کہ اچانک جبلِ سلج (سلج نامی پہاڑی) سے آواز آئی۔ یا کعب بن مالک! یا بشر (اسے کعب بن مالک خوش ہو جائے خوشخبری ہے) میں یہ آواز سننے ہی سجدے میں گر پڑا۔ معنوم ہوا کہ آخر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ قبول ہو گئی ہے اور آپ نے بعد نماز فجر صباۃ کرام رضی اللہ عنہم کو مطلع فرمایا۔ ایک سوا میری طرف دوڑا کہ خوشخبری سناؤ مگر ایک دوسرے نے مایہ دوڑتے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی۔ یہ آواز سوار سے پہلے پہنچی۔ میں نے اپنے کپڑے اتار کر آواز لگانے والے کو دے دیے۔

حضور کی خدمت میں حاضری

پھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا، صحابہ کرام جوق در جوق آئے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، خدا نے تمہاری توبہ قبول فرمائی، میں نے عرض کیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میری توبہ کی تکمیل و تہمیر یہ ہے کہ میں اپنی ساری جائداد اور سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں۔ (یعنی آپ نے کر اللہ کی راہ میں خرچ فرمائیں) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سارا نہیں، کچھ اپنے خرچ کے لئے بھی چھوڑ دو۔ میں نے کہا خیر میں جو کچھ میرا حصہ ہے اس کے سوا تمام جائداد خدا اور رسول کے لئے ہے۔ آپ نے قبول فرمائی۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اسلام لانے کے بعد مجھے اتنی خوشی کی چیز سے نہیں ہوئی جتنی اس دن آپ کے سامنے سچ کہنے سے ہوئی۔ اور مجھ پر جو انعام ہوا۔ یہ سب سچ کی برکت سے ہے۔ میں نے یہ عہد کیلئے کہ موت تک میں کبھی سچ کے سوا بات نہ کروں گا :-

عبرتِ موعظت

- (۱) یوں تو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ آپ کا معجزہ اور آپ کی صداقت و نبوت کی دلیل ہے مگر غزوہ تبوک کے اعلان۔ اس کا ارادہ۔ اس کی تیاری۔ اس کے سفر۔ اس کے واقعات۔ اس کے نتائج میں ہے ہر ایک دلیل ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور سارے جہان کے لئے ہیں۔ یہ سب انتظامات اسی کے لئے تو ہو رہے تھے اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد آپ کی وفات شریف ہوتی ہے۔ غزوہ تبوک اور اس کے بعد کے اعلانات و واقعات اطرافِ عالم اور اقوام و ملل تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوئے۔ اگرچہ قرآن پاک آپ کا زندہ معجزہ بھی موجود ہے مگر علمی رہنمائی کے ساتھ عملی رہنمائی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔
- (۲) آج کا اصلاحِ معاشرہ کے بڑے نعرے لگتے ہیں مگر سوسائٹی کی اصلاح اور معاشرہ کی تہذیب و نعروں سے ہو سکتی ہے نہ فقط تعلیم سے اور نہ ہی کسی تنظیم سے۔ اس میں شک نہیں کہ تنظیم بڑی طاقت ہے مگر چوروں کی تنظیم سے چوری میں اضافہ ہوتا ہے۔ مرزائیوں کی تنظیم سے ارتداد کو قوت پہنچے گی۔ اقتدار کے سبکدوشوں کی تنظیم ہوئی تو حصولِ اقتدار کیلئے زیادہ سے زیادہ خون خرابہ اور فساد برپا کر سکیں گے۔
- معاشرے کی اصلاح کے لئے علم کے ساتھ عملی تربیت لازم ہے۔ اگر خوفِ خدا۔ ملازمِ اخلاق اور اخروی جواب دہی کا اندیشہ پیدا کئے بغیر آپ نے ایک قوم یا ایک جماعت کو دینی یا دنیوی علم سے آراستہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی ایک تنظیم بھی کر دی۔ تو اس میں شک نہیں کہ آپ نے ایک طاقت پیدا کی۔ مگر خدا کے خوف سے بے نیاز اور افروزی ذمہ داروں سے بے پرواہ ہونے والی اس طاقت سے جس کی ظہور پذیر ہوگا جو امریکہ سے ویٹ نام میں ہوا۔ یا پاکستان میں اسلام اسلام کہنے والوں کے

ماضیوں جو دینِ اسلام کا حشر پچیس سال تک ہوا۔ یا اب اسلام اسلام کی رٹ لگانے والے مودودیوں سے ہو رہا ہے۔

حضورِ ہادی عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیسا معاشرہ تیار فرمایا۔

آج جب ہمارے سیاسی رہنما یا حکومت کے ذمہ دار دین کا نام لیتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ وہ سکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم کی ضرورت پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ مگر آپ خدا را انصاف فرمائیں کہ اگر ہمارے نوجوانوں اور نوجوانوں کو بے راہ روی سے باز نہ رکھا گیا۔ جوان لڑکوں لڑکیوں کو مانع حمل دواؤں اور آلات کا خوگر بنانے یا ان کے ذریعہ دوسروں کو لجنہی اعمال سکھانے کا سلسلہ جاری نہ رہا۔ بڑے بڑے لوگ عورتوں کے ناچنے اور گانے سے لطف اندوز ہونے اور ناچنے گانے کے پروگراموں کو ترقی و ثقافت کا ضروری حصہ قرار دینے میں فخر محسوس کرتے رہے۔ نماز روزے کی پابندی غیر ضروری سمجھی جاتی رہی تو کالجوں میں دینی تعلیم سے معاشرہ کی اصلاح کیسے ہوگی۔ دینی تعلیم سے بہرہ ور ہو کر دین و علماء دین کی مخالفت تو اور زیادہ عذاب و قہر الہی کو دعوت دینے کا سبب بن سکتی ہے۔

اصلاح معاشرہ کا صحیح طریقہ

اصلاح معاشرہ کیلئے ہم کو ہادی عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائنے والوں سے سبق لے کر کے کچھ سیکھنا ہوگا۔

آپ کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ اس کائنات کا مبعوث ہم سب انسانوں کے ایک خالق ہے ایک مالک ہے۔ یہ کاذب و غیث و بے کار نہیں ہے۔ یہ سوز و چاند نہیں۔ آسمان و زمین۔ پہاڑ۔ آب و بار، سب انسان کی خدمت کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ اس کی غذا کا ایک ایک دانہ پیدا کرنے کے لئے تمام کائنات کو کام کرنا پڑتا ہے۔ اس کو تمام جہنم

پہنندہ، درندہ، ہوا فضا، بحر و بر سر پر حاکمانہ اقتدار دیا۔ یہ اس لئے نہیں کہ یہ انسان
گلچن سے اڑائے، شہر میں پٹے۔ خرمستیاں کرے بلکہ اسے خدائی کارخانہ کو اس کے
منشا کے مطابق چلانے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اتنے بڑے مربی غمن
اور قادر مطلق مالک کو پہچانے اور اسی کا ہو کر رہے۔ ہر وقت اسی کا خوف اس پر چھایا ہے
ہر وقت اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے درپے ہو۔ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے۔
اور اسی کی عبادت کی دعوت سارے بندوں تک پہنچائے۔ یہی اس کا مقصد تخلیق ہے
یہی اس کا طرہ امتیاز ہے، اسی سے وہ حیوانوں سے ممتاز ہے۔

دوسری تعلیم یہ ہے کہ یہاں کے اعمال کا محاسبہ ہونا ہے۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات
بنایا، کائنات کو اس کے لئے مسخر کیا، اس کو عقل دی۔ اس کے بعد بھی وہ نہ سمجھے نہ
اتنے بڑے مالک و محسن آقا کے احکام کی پرواہ کرے تو اس کو یونہی کیسے چھوڑا جا
جاسکتا ہے۔ ان میں امتیاز اور سزا و جزا کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ اس لئے
فرماں بردار اور باغیوں کے حساب و کتاب اور سزا و جزا کے لئے یوم الحساب اور
یوم القیامت پر ایمان لانا ضروری ہے اور اسی حساب اور خدا تعالیٰ کے حضور پیشی
کا تصور انسان کو نافرمانیوں سے باز رکھتا اور رات دن اچھے کاموں میں لگائے رکھتا ہے۔
تیسری بات یہ ہے کہ اس کی خوشنودی اور ناراضگی کے کاموں کا علم کیسے ہو کن
باتوں سے وہ خوش ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض۔ یہ بات انسان کے بس کی نہیں
ہے۔ وہ نہ روح کا ادراک کر سکتا ہے نہ روحانیت کا۔ نہ پیدا ہونے سے پہلے کا اسے
کچھ علم ہے نہ مرنے کے بعد کا۔ انسانوں کے انفرادی مسائل ہوں یا سارے بنی نوع انسان
کے نفع و نقصان کے متعلق احکام ہوں۔ کالی دنیا کے لئے ہوں یا گوروں کے لئے۔ جردانی
کے احکام ہوں یا بڑھاپے کے۔ سیاسی ہوں یا اخلاقی۔ سارے انسانوں۔ سارے
زمانوں اور سارے ملکوں کے مفادات کے پیش نظر ایک جامع و مانع کامن اور مکمل

صنایطِ عمل کا بنانا اس کا کام ہے جس کا علم محیط ہے۔ اپنی مخلوق کی تمام حالتوں کا اور کار نہ قدرت کے چھوٹے بڑے سارے اجزاء کے منبہد و مضر ہونے کا علم رکھتا ہے۔

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

ترجمہ :- کیا وہ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ لطیف و خبیر ہے۔ پس یہ احکام ہمیں ایسے بزرگوں سے معلوم ہو سکتے ہیں جو بلا واسطہ اس ذاتِ خداوندی سے تعلق رکھتے ہوں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات سے برگزیدہ بنا کر ہماری ہدایت کے لئے منتخب کر لیا ہو۔ جنہیں انبیاء علیہم السلام کہتے ہیں۔ جن کے سردار اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جو سب کے آخر میں ایسے زمانہ میں آئے جبکہ باہمی میں ملاپ اور مواضعیت سے ساری دنیا تقریباً ایک قوم اور ایک ملک کی حیثیت اختیار کرنے والی تھی۔ اور جیسے وہ مادی ترقیات میں انتہا کو پہنچنے والی تھی ویسے ہی اس کے لئے روحانیات میں معراجِ کمال کے اس حد تک پہنچنے والی ہستی منتخب ہوئی۔

جس کے بعد اور کوئی حد انسانی پرواز کی ممکن نہیں۔ اسی نے اٹلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے قیامت تک لوگوں کو بتا دیا کہ چاند پر جہانی طور سے جانے کی مساعی سے کیا فائدہ۔ تم اصلی انسانی جوہر پیدا کرو یہ ساری کائنات تمہاری غلام اور تابع ہے۔

اس نے بارش کی خاطر دعا کے لئے ٹھیکھاٹھاٹے جس سے فوراً بارش ہو گئی تاکہ قحط زدہ انسان اپنی نجات اور مشکلات کا حل پادریوں اور ہواؤں کے خدا سے چاہیں اس نے بدوحشیوں کے معرکوں سے رہتی دنیا تک کو یہ تعلیم دی کہ تم انسانیت

اور انسانوں کی دشمنی کے لئے نہیں۔ بلکہ نجات و ترقی انسانی کے لئے خدائی ہدایات پر کار بند ہو کر رہو تو کوئی مادی طاقت تم کو مرعوب و مغلوب نہیں کر سکے گی۔ اس نے جمہوریت، اشتراکیت، آمرین، سرمایہ دارانہ نظام، وفاقی نظام، وحدانی نظام، شخصی حکومت، پارٹی گورنمنٹ، کیپٹلزم، سوشلزم سب سے نرالا۔ سب سے بلند و بالا شوالی نظام حکومت کی نہ صرف تعلیم دی بلکہ عملاً بنا کر بتایا اور اس پر آپ کے خلفائے چل کر دنیا کی امامت و رہنمائی کا فرض ادا کیا۔ فَخَرًا هَمَّا لِلَّهِ تَعَالَى أَحْسَنَ الْبَعْدَاءِ۔

آپ نے تعزیری قوانین پر اکتفا نہیں کیا۔ اس کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے خوف خدا۔ اور یوم الحساب کی جواب دہی کا وہ یقین پیدا کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

آپ نے خدا کے گھر (کعبہ شریف اور حرم پاک) کی تعظیم کے لئے حدیبیہ میں اپنے سے کمزور اہل مکہ کی سخت شرائط کو تسلیم کیا تاکہ دنیا کو امن پسندی کا سبق اور جھوٹا وقار قائم کرنے کے لئے بلاوجہ متشددانہ کارروائیوں سے اجتناب کرنے کا نمونہ بنایا جاسکے۔ آپ نے خدا ہی کے نام کو بلند کرنے کے لئے دنیا کی عظیم ترین سلطنت سے ایک جہیز کی مسافت پر دوڑا کر اس کی حدود سلطنت میں ٹکر لگانے کی ٹھانی تاکہ اہل حق کو حق کی خاطر بڑی سے بڑی قوت کو خاطر میں نہ لانے کا ذریعہ اصول بتایا جائے اور اس کے لئے خود اعتمادی نہیں بلکہ خدا اعتمادی (خدا پر بھروسہ کرنا) کا عملی درس دیا جائے۔ آپ نے دن کو شمشیر و سناں سے لڑنے والے شیروں کو رات کا روٹا سکھایا۔ آپ نے شب زندہ داروں کو میدانِ کارزار کا سپاہی بنایا۔ آپ نے بے سرو سامانی اور مشکلات میں آقا کی خدمت کرنے کا چسکہ لگایا اور اللہ کی راہ میں جان و مال اور آسائش و آرام کو قربان کرنے کی لذت سے آشنا کرایا۔ اور کبھی ذلت یقین

بچنے اور توکل علی اللہ پر ثابت قدم رکھنے کی خاطر مستجاب دعاؤں کا مشاہدہ کرایا۔ اور خدا کی غیبی اسد کو آنکھوں سے دیکھ لینے کا موقع بختاً۔ آپ نے یتیموں پر شفقت فرمائی۔ کمزوروں کو پناہ دی۔ اور بڑے بڑے ابو جہلوں کی گردنیں جھکا دیں۔ اپنے حسین کے موقع پر غیور بہادر اور شریف دشمنوں کی استبداد پر ہزاروں قیدیوں اور غلاموں کو آزاد فرمادیا، لیکن غدارہ عہد شکن، سازشی اور حق جانتے ہوئے محض بٹ جری کی بنا پر حق کی مخالفت کرنے والے بنو قریظہ کے چھ سو آدمیوں کو انہی کی کتاب کے حکم اور انہی کے ثالث کے فیصلے کے مطابق ذبح کرایا، جو بنی نوع انسان کے لاکھوں آدمیوں کو قتل کرانے کی سازشوں سے باز نہیں آ رہے تھے اور اگر اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتے تو تقریباً دس ہزار مسلمان ذبح ہو جاتے۔ آپ نے سب کو مسجد کی حاضری کا خوگر بنایا۔ خدا سے لو لگائی۔ روزے رکھوائے۔ نفس کو زیر کرایا۔ اطاعت و عبادت پر استقامت بخشی۔ جمال ازل کے عشق و محبت میں سرشار کیا۔ دین و دیانت کا مجسمہ بنایا۔ آپ نے چٹائی پر لیٹ کر۔ بکری کا دودھ خود دیکھ کر چھوٹے بڑوں اور اہل خانہ کو خود ابتداءً بالسلام کر کے۔ جہیزوں صرف کھجور یا دودھ پر گزارہ کر کے مسجد کی تعمیر میں خود مٹی یا پتھر ڈھو کر۔ بلکہ اپنا مبارک جوتہ خود گانٹھ کر۔ غریبوں اور امیروں کی باہمی شادیاں کر کے۔ غریب ملگردی علم دیا۔ اندام مسلمانوں کو والی اور حاکم بنا کر۔ دنیا بھر کے غریبوں اور مزدوروں کی عزت کو چار چاند لگا کر۔ امیروں کی ان کی قابلیت و اہلیت کے مطابق عزت افزائی کر کے۔

عدل و مساوات قائم کر کے امیر و غریب کے تنازعات و مشاجرات کو ختم کیا۔ عیش و عشرت کی بجائے سادہ زندگی عطا فرمائی۔ وہ محبوب رب الغنیمین تھے اس لئے محبوب اللہ بن گئے۔

آپ کی محبت جزو ایمان ہے۔

آپ کی طاعت ضامن نجات ہے۔

آپ کا قرب مبارک سراج میرٹھا روشن کرنے والا چراغ تھا جو دل مسلمان ہو کر اُمین کی طرح اس سورج کے سامنے آیا وہ بھی جگمگا گیا۔ اسی لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب نور ایمان سے جگمگا رہے تھے۔

خدائی تادیب

بعد میں بعض فروعی مسائل میں صحابہ کا اختلاف رائے محض سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت یا منشاء متعین کرنے کے سلسلہ میں ان کا اجتہاد ہی فعل تھا۔ یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسے پہلے کے پیغمبروں کے شریعتوں میں تنقوہ بہت اختلاف تھا۔ جس کی وجہ سے کسی ایک کے خلاف لب کشائی نہیں کی جاسکتی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اجتہاد ہی رائے سے لڑائی تک نوبت پہنچی۔ مگر ان کا ہر قدم محض اللہ کے لئے تھا۔ مجتہد کی غلطی بھی تیکہ نہیں کی وجہ سے باعث اجر ہوتی ہے۔ ان پر کچھ ٹوٹا اٹھانے سے اسلام کی صداقت کے پہلے گواہوں کو محروم کرنا ہے۔ اور ان کے آپس کی باتوں کو ہم لے کر ان کے خلاف استعمال کریں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے باپ چچا اور تایا کی باہمی سخت کلامی کو بیٹے نقل کر کے باپ یا چچا کو ہی باتیں کہنے لگ جائیں۔ اسی لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انکو نشانہ نہ بناؤ۔

اللہ اللہ فی صحابی لا تتخذ وحمہ من بعدی غرضاً من جنہم فی حجتی

اجہدہ ومن البغضہم فی بغضی ابغضہم

ترجمہ :- میرے اصحاب کے بارہ میں خدا سے ڈرو۔ خدا سے

میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ ان کی محبت میری محبت اور ان سے کُفّہِ نُجھ سے کُفّہ کی وجہ سے ہے۔ پس تاریخ کی غلط روایات کو ترک کر کے ہمارا ایمان ہے تاکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول و حدیث اور حکم کو چھوڑیں۔

ان کی یہ تاریخ پڑھیں اور معلوم کریں کہ ان سے بڑھ کر پیغمبر کا تابع، پیغمبر کا عاشق صادق اور ان سے بڑھ کر پیغمبر کا مزاج شناس کوئی ہو سکتا ہے ؟

ان کا اتباع ہی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔ اسلاف اور بزرگانِ دین نے اسی لئے ان کا اتباع کر کے ان سے روشنی حاصل کی۔

بزرگانِ دین کی پیروی چھوڑ کر سوائے گمراہی اور دارین کی دولت و رسوائی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا

۱۔ صحاح ستہ

۲۔ سیرۃ ابن ہشام

۳۔ الرسول القائد

۴۔ نشر الطیب

۵۔ غزوات مقدس

۶۔ فن سپہ گری

مشہور ائمہ حدیث

مصنف ابن ہشام

مصنف علامہ محمود شیت خطاب بغداد

حضرت مولانا اشرف علی صاحب

تھانوی

از مولانا محمد عنایت اللہ صاحب

مصنفہ لفینٹ کرنل برن صاحب

حرف آغاز۔ میجر جنرل فضل مقیم خان صاحب

حال برسرکری دفاع پاکستان

شائع کردہ: جی ایچ کیو راولپنڈی



مطبوعات : مکی دارالکتب

● **خطبات حضرت لایہوتی** : امام اہل بیت علیہ السلام کے خطبات قرآن مجید سے لے کر ان کی عظمت و شان احمد علی ماہر بنی روضہ اللہ علیہ السلام کے خطبات کے ساتھ ساتھ ان کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔

● **نور البصر فی تفسیر البشیر** : مولانا محمد علی محمد علی بیہاروی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **بہشتی زیور (مکتبہ مدنی)** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **تحدہ خواتین** : مولانا عاشق احمد صاحب نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **احکام میت** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **پیائے نول کی پیاری سنتیں** : مولانا ابو جعفر محمد صاحب نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **تاریخ اسلام** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **جدید فقہی مسائل کا حل** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **تعلیم الاسلام** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **تاریخ اسلام** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **جدید فقہی مسائل کا حل** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **تعلیم الاسلام** : مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھی ہے۔ یہ خطبات حضرت لایہوتی کے خطبات قرآن و احادیث کے مجموعہ جہاں میں ہیں۔ اس کتاب کی ضخامت یہ ہے کہ اس کا سوا قرآن و حدیث اور قابل منہ تاروت کی کتابوں کا قوز ہے۔ یہ خطبات تفسیر قرآن میں ہیں۔

● **امر بالمعروف (مولانا ابوالکلام آزاد)** امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بہ نونہ کے تحت کے کتاب حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ قیمت : ۳۰/-

● **عروج و زوال کا الہی نظام** مولانا محمد تقی اسحاق اس کتاب میں قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کا قرین کے ساتھ تفصیلی اور سلیس نمائشی طرز اور اجتماعی سہار پر یہ بیان پیش کیا ہے۔ قیمت : ۱۰/-

● **اسلام اور جمہوریت** مولانا ابوالکلام آزاد محض اسلام اور جمہوریت کی روشنی میں تشافہ کلام کیا گیا ہے۔ قیمت : ۱۰/-

● **اسلام کے جمہوری نظام کا تقاضا** ابلی بانوہ پیش کیا ہے۔ قیمت : ۴۰/-

● **شعور و سماجی** مولانا عبدالمجید قاسمی کے طوائف ثلاث کا مجموعہ ہے جو میں حضرت سید محمد علی شاہ صاحب کے محکمہ دوران کی تہذیب میں پیش کیے گئے ان کے سیاسی و معاشی اور اخلاقی و تعلیمی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ قیمت : ۶۰/-

● **قرآنی شعور انقلاب** مولانا عبدالمجید قاسمی شاہ ولی اللہ کی حکمت کے ترجمان مولانا عبدالمجید قاسمی کے تفسیر حضرت شاہ ولی اللہ کے قرآنی سیاست میں جو درجہ شامہ عبدالمجید قاسمی نے حاصل کیا ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا حضرت شاہ ولی اللہ کے اصول پر

● **سفر نامہ امیر ممالک** مولانا عبدالمجید قاسمی حضرت شاہ ولی اللہ کے سفر نامہ کا مجموعہ ہے۔ قیمت : ۱۰/-

● **ذاتی ڈائری** مولانا عبدالمجید قاسمی حضرت شاہ ولی اللہ کے سفر نامہ کی زواری افغانستان میں شامی فتدانے کی زواری پر درسیات، ترکوں، جرمنوں، افغانوں اور آزادی پسند ہندوستانیوں کا تذکرہ۔ قیمت : ۴۰/-

● **اسلام کا نظریہ جنگ** مولانا ابوالکلام آزاد غلام سلیمان حکومت میں صحت مند انقلاب کے حالات، جنگ کی ضرورت، اس کا صحیح اسلامی تصور، جنگ اور جہاد اسلامی میں فرق، فوجی و عوامی کے انداز فکر میں تبدیلی وغیرہ۔ قیمت : ۴۵/-

● **شاہ ولی اللہ کا فلسفہ عمرانی و معاشی** مولانا عبدالمجید قاسمی شیخ حبیب الرحمن شاہ ولی اللہ کے فلسفہ عمرانی و معاشی کے ساتھ ساتھ

● **ارتقاء آفتاب** مولانا عبدالمجید قاسمی ارتقاء آفتاب اور جہاد پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ قیمت : ۱۰/-

● ایشیا کا عظیم انقلابی لیڈر
سلمانہ منصور پوریہ

حضرت شیخ الہند کی حیات کا ایک اہم باب جو ایک
ریشتہ رومانیت کی دلولہ انجیر داستان جہاد و حریت
کا مستند تذکرہ ہے۔ قیمت : ۸/-

● سیرت پاک (شیر علی شارق)
پتھری اور جڑوں کے لیے کیساں منیر۔ قیمت : ۵۹/-

عام فہم اور سہل انداز میں مختصر مگر جامع اور مستند سیرت رسول
پتھری اور جڑوں کے لیے کیساں منیر۔ قیمت : ۵۹/-

● علم ارحق (احمد حسین کمال)
اسلامی ہندوستان کی چار سو سالہ تاریخی کاغذات۔ ہندوستان میں علم ارحق
کی جدوجہد آزادی اور قربانی کی لازوال داستان ہے۔ قیمت : ۱۰/-

اسلامی ہندوستان کی چار سو سالہ تاریخی کاغذات۔ ہندوستان میں علم ارحق
کی جدوجہد آزادی اور قربانی کی لازوال داستان ہے۔ قیمت : ۱۰/-

● میر اعقیدہ (مولانا عبدالغلام آزاد)
ایسا حیات جیسی سے متعلق جوابات دیے گئے ہیں۔ قیمت : ۱۵/-

ایسا حیات جیسی سے متعلق جوابات دیے گئے ہیں۔ قیمت : ۱۵/-

● منصب امامت
شاہ اسماعیل شہید
اسلامی سیاست کے اصول و مبادی، خلافت کی قرینیت اور اسلام
کے سیاسی نظام سے متعلق بے شمار مباحث۔ قیمت : ۹/-

اسلامی سیاست کے اصول و مبادی، خلافت کی قرینیت اور اسلام
کے سیاسی نظام سے متعلق بے شمار مباحث۔ قیمت : ۹/-

● لاندہی دور کا تاریخی پس منظر
مولانا محمد تقی امین
لانہ ہیبت کی تاریخ، اسباب و محرکات
حقیقت اور غیر حقیقی مذہب کا فرق، غیر حقیقت
مذہب کے زندگی پر اثرات۔ قیمت : ۷۰/-

لانہ ہیبت کی تاریخ، اسباب و محرکات
حقیقت اور غیر حقیقی مذہب کا فرق، غیر حقیقت
مذہب کے زندگی پر اثرات۔ قیمت : ۷۰/-

● تفسیر المقام المحمود (آخری پارہ)
مولانا عبید اللہ سندھی
قیام تکمیل حضرت مسیح علی کے عزائم معلوم و محال
کو مولانا عبید اللہ سندھی نے جمع کیا جس کا ایک حصہ جو
آخری پارہ پر مشتمل ہے۔ قیمت : ۷۰/-

قیام تکمیل حضرت مسیح علی کے عزائم معلوم و محال
کو مولانا عبید اللہ سندھی نے جمع کیا جس کا ایک حصہ جو
آخری پارہ پر مشتمل ہے۔ قیمت : ۷۰/-

● تہذیب کی جدید تشکیل (مولانا تقی امین)
دنیا ایک جدید تہذیب کی منتظر ہے۔ اس نئی
تہذیب کا خالق اسلام ہی ہے۔ قیمت :

دنیا ایک جدید تہذیب کی منتظر ہے۔ اس نئی
تہذیب کا خالق اسلام ہی ہے۔ قیمت :

● جنگ سیرت نبوی کی روشنی میں
مولانا غلام غوث ہزاروی
جنگ پر بیعت کی روشنی میں تبصرہ و تفسیر کی جنگ
سیرت میں کا تجربہ مجدد عالم کے بیانیہ امور اور اسلامی
جنگوں سے موازنہ۔ قیمت : ۷

جنگ پر بیعت کی روشنی میں تبصرہ و تفسیر کی جنگ
سیرت میں کا تجربہ مجدد عالم کے بیانیہ امور اور اسلامی
جنگوں سے موازنہ۔ قیمت : ۷

مکی دارالکتب • ۵۔ یوسف مارکیٹ

غزنی سٹریٹ • اردو بازار • لاہور

فونٹ
۷۳۲۰۶۸۲

ہماری مطبوعات

- 1- نور البصری میرۃ خیر البشر (میرت رسول کریم)
- 2- خطبات حضرت لاہوری
- 3- منصب الامت
- 4- شامہ ولی اللہ کائنات عمرانیات و معاشیات
- 5- اعمال قرآنی
- 6- پیارے رسول کی پیادری شتیں
- 7- قرآنی جنگ انقلاب
- 8- قرآنی شعور انقلاب
- 9- شعور آگہی
- 10- ذاتی و انہزی
- 11- تفسیر القام المحمود
- 12- تہذیب جدید کی تشکیل
- 13- اللہ ہی دور کا تاریخی پس منظر
- 14- عروج زوال کا الہی نظام
- 15- تحریک پاکستان کا حقیقی پس منظر
- 16- سفرنامہ اسیرانہ
- 17- اسلام اور جمہوریت
- 18- امیر الخروف
- 19- میرا عقیدہ
- 20- تختہ نامہ
- 21- تعلیم الاسلام (مجلد 1)
- 22- تاریخ اسلام
- 23- میرت پاک
- 24- ایشیاء کا عقیم انقلابی لہزر
- 25- جدید فقہی مسائل کا حل
- 26- برصغیر پاک و ہند کے علماء حق
- 27- مولانا ابوالکلام آزاد نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا؟
- مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
- مولانا احمد علی لاہوری
- شاہد اسماعیل شہید
- شیخ بشیر احمد جلی - اے
- مولانا شرف علی قانوی
- مولانا سعید الرحمن مہاسی
- امام انقلاب مولانا سعید اللہ سندھی
- امام انقلاب مولانا سعید اللہ سندھی
- امام انقلاب مولانا سعید اللہ سندھی
- امام انقلاب مولانا سعید اللہ سندھی
- امام انقلاب مولانا سعید اللہ سندھی
- مولانا محمد تقی اعظمی
- مولانا محمد تقی اعظمی
- مولانا محمد تقی اعظمی
- مولانا حسین احمد مدنی
- مولانا حسین احمد مدنی
- مولانا ابوالکلام آزاد
- مولانا ابوالکلام آزاد
- مولانا ابوالکلام آزاد
- مولانا عاشق الحق بلند شری
- مفتی کفایت اللہ
- مولانا سعید محمد میاں
- بشیر محمد شارق دہلوی
- مولانا سلمان منصور پوری
- مفتی محمد شرف ماحظ
- احمد حسین کمال
- احمد حسین کمال